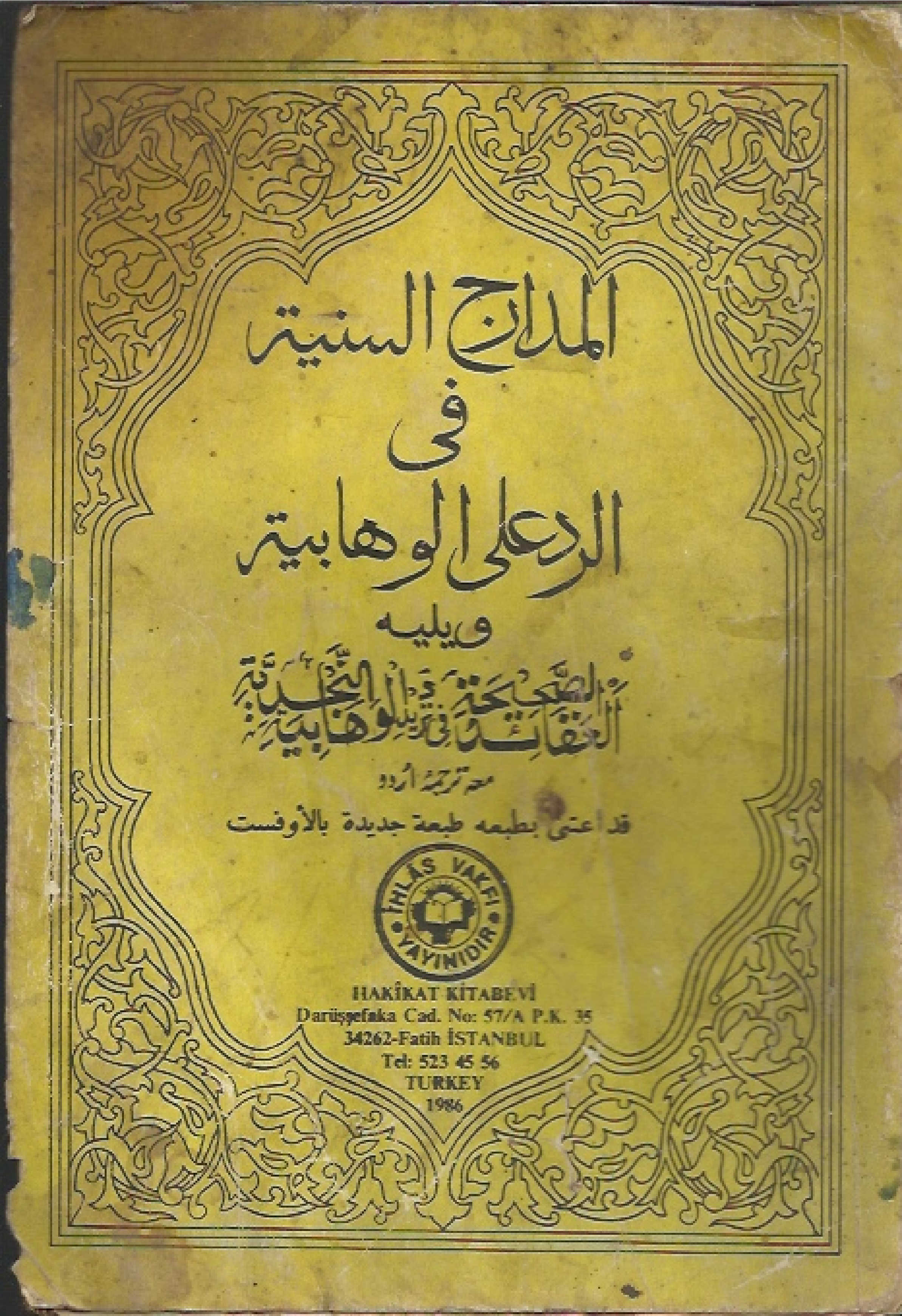


# المدائح السنية في الرد على الوهابية

ويليه

## الصحيحة النقات في رد الوهابية النجدية

مع ترجمة أردو

قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست




HAKİKAT KİTABEVİ
Darüşşefaka Cad. No: 57/A P.K. 35
34262-Fatih İSTANBUL
Tel: 523 45 56
TURKEY
1986

قال السيد العلامة احمد الطحطاوى فى حاشية الدر المختار قال كثير من المفسرين ان المراد
من الذين فرقوا دينهم اهل البدع والشبهات من هذه الامة وروى عمر رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال لعائشة رضى الله تعالى عنها ان الذين فرقوا دينهم وكانوا شيعا اصحاب البدع واصحاب
الاهواء من هذه الامة وقال تعالى وان هذا صراطى مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم اى الطرق
المختلفة التى هى ما عدا الحق بقطعه مثل اليهودية والنصرانية وسائر الملل والاهواء والبدع فتقعوا فى الضلالة وقال
تعالى واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا قال بعض المفسرين المراد من حبل الله الجماعة لانه عقبه بقوله
ولا تفرقوا والمراد من الجماعة عند اهل العلم اهل الفقه والعلم ومن فارقهم قدر شبر وقع فى الضلالة وخرج من
نصرة الله تعالى ودخل فى النار لان اهل الفقه والعلم هم المهتدون المتمسكون بسنة محمد عليه الصلاة والسلام
وسنة الخلفاء الراشدين بعده ومن شذ من جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى النار
فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله وحفظه وتوفيقه
فى موافقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فى مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة
وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله ومن كان خارجا من هذه الاربعة فى هذا
الزمان فهو من اهل البدعة والنار اه قال فان قلت ما وقوفك على انك على صراط مستقيم وكل واحد من
هذه الفرق يدعى انه عليه قلت ليس ذلك بالادعاء والتشبث باستعمال الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل
من جهابذة هذه الصنعة وعلماء اهل الحديث الذين جمعوا صحاح الاحاديث فى امور رسول الله صلى الله عليه
وسلم واحواله وافعاله وحركاته وسكناته واحوال الصحابة والمهاجرين والانصار الذين اتبعوهم باحسان مثل
الامام البخارى ومسلم وغيرهما من الثقات المشهورين الذين اتفق اهل المشرق والمغرب على صحة ما اوردوه
فى كتبهم من امور النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه رضى الله تعالى عنهم ثم بعد النقل ينظر الى الذى تمسك بهديهم
واقتفى اثرهم واهتدى بسيرهم فى الاصول والفروع فيحكم بانه من الذين هم هم وهذا هو الفارق بين الحق والباطل
والمميز بين من هو على صراط مستقيم وبين من هو على السبيل الذى على يمينه وشماله قال واختلف العلماء من
السلف والخلف فى تكفير اهل الاهواء والبدع ولا شك ان من كان مذهبه وبدعته مؤديا الى الكفر وهو غير متأول
فيه فهو كافر بالاجماع واما من كان منهم فى مذهبه وبدعته على طريق التأويل والاجتهاد والخطأ المفضى الى
الهوى والبدعة من تشبيه او نعت بجارحة او نفى صفات كمال عما لا يليق به سبحانه وتعالى اختلف السلف
والخلف فى تكفيره فقال بعضهم اهل الاهواء كلهم كفار وهذا قول كثير من السلف والفقهاء والمتكلمين من
الخلف ومنهم من صوب التكفير الذى قالوا به ومنهم من ابى اخراجهم من سواد المسلمين وهو اكثر الفقهاء
والمتكلمين فقالوا هم فساق عصاة ضلال ويورثهم من المسلمين ويحكم لهم باحكامهم قال ابن الهمام فى شرح
الهداية اعلم ان الحكم بتكفير من ذكرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابى حنيفة والشافعى رحمهما الله تعالى من عدم تكفير اهل القبلة
الهداية اعلم انه وقع فى كلام اهل المذاهب تكفير كثير منهم ولكن ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من
غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين عدم تكفيرهم اه واما قوله عليه الصلاة والسلام (ان بنى
اسرائيل تفرقت على اثنتين وسبعين ملة وتفترق امتى) يعنى امة الاجابة المؤمنين به صلى الله
عليه وسلم (على ثلاث وسبعين ملة كلهم فى النار الا واحدة وهى ما انا عليه واصحابى) قال التوربشتى
فى شرح المصابيح المراد من الامة هنا من يجمعهم دائرة الدعوة من اهل القبلة لانه اضافهم الى نفسه فقال
امتى واكثر ما ورد من الحديث على هذا الاسلوب المراد منه اهل القبلة والمعنى انهم تفرقوا فرقا تتدين كل
واحدة منها بالخلاف فيما تتدين به الاخرى وقوله كلهم فى النار الا واحدة يعنى كلهم يفعلون ويعتقدون ما هو
موجب لدخول النار فان كان كفرا او ماتوا عليه دخلوا النار لا يخرجون منها ابدا وان لم يكن كفرا فهو الى الله
تعالى ان شاء عفا عنهم وان شاء عذبهم ثم يخرجهم من النار ويدخلهم الجنة واستشكل ظاهر قوله عليه
الصلاة والسلام كلهم فى النار بانه ان اريد التأبيد فيها لا يصح لان من مات من اهل البدع على الايمان فلا بد من
دخوله الجنة وان اريد انه يدخلها ثم يخرج وان كانوا يخرجون لا يصح لان المؤمن العاصى فى مشيئة الله تعالى
ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه فلا يقطع بدخوله النار وايضا عصاة اهل السنة كذلك فلا وجه للتخصيص واجيب بان
المراد بالتخصيص ان هؤلاء يختصون بالعذاب فان عذابهم فى النار يكون اشد عذابا من عصاة الفرقة الناجية
[illegible] وبان الكل مجموعى لا جميعى اى مجموع هذه الفرق فى النار ومجموع هذه الفرقة
[illegible] لا كل الفرقة فى الجنة من غير سابقة عذاب

درود پڑھو اس پر اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ یعنی درود پڑھو ہمیشہ۔ پس اگر تو پوچھے بیشہ ہم کہتے ہیں

یہ قول رب تعالیٰ کا ان اللہ وملئکتہ یصلون۔ واقع ہوا استمرار اس لیے کہ یصلون مضارع کا صیغہ ہے اور مضارع دلالت کرتا ہے استمرار پر۔

پس حاصل یہ ہے کہ درود پڑھو اس پر ساتھ ہمیشگی کے

ح اے لوگو درود پڑھو نبی علیہ السلام پر درود پڑھو اس پر وہ افضل بشر ہے وہ ہمارے رب کا رسول ہے اور وہ دلدار ہے جملہ اشیاء کا آج چاند کو اشارے سے توڑ دیا

اور مشکوٰۃ میں ہے۔ روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بھیجے گا۔

اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ نے اللہ کے فرشتے زمین میں پھرتے ہیں میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ نے جب کوئی مسلمان سلام پڑھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ ہمارا درود نبی علیہ السلام پر پیش کیا جاتا ہے۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو

صلی علیَّ عند قبری سمعتہٗ ومن صلی علیَّ نائیًا ابلغتہٗ - فثبت کما یسمع
النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عند قبرہٖ یسمع ایضًا من البعید لانہٗ
رسول للناس با القرب والبعد - کما ثبت بحدیث التی وجد فی دلائل
الخیرات - اسمع صلوٰۃ اہل محبتی واعرفہم - دلائل الخیرات ص۵۲
واسمع منکم بلا واسطۃ - انیس الجلیس للامام السیوطی ص۲۳۵ -
انا جلیس من ذکرنی سعادت الدارین ص۵۴۴ ومدارج النبوۃ ص۵۲۰
ثم روح البیان جلد ۲ ص۲۳۵ - من قال عشر مرۃ الصلوٰۃ والسلام
علیک یا رسول اللّٰہ فقد اعتق رقبۃ - نسیم الریاض جلد ۳ ص۴۹۲
وقال حسین احمد الدیوبندی فی شہاب ثاقب - الصلوٰۃ والسلام
علیک یا رسول اللّٰہ وجملۃ الصُّوَر للصلوٰۃ لو بخطاب وبنداء عند
علمائنا مستحب ومستحسن - شہاب ثاقب ص۶۵
ثبت جواز الصلوٰۃ بالنداء والخطاب -

۶ - سلموا یا قوم بل صلوا علیٰ صدر الامین
مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین

درود پڑھے میری قبر کے نزدیک میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے مجھے پہنچایا جاتا ہے
پس ثابت ہوا جیسے کہ نبی علیہ السلام اپنی قبر پر نزدیک کا درود سنتے ہیں اسی طرح دور کا بھی
سنتے ہیں اس لیے کہ آپ نزدیک اور دور والوں کے رسول ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہے حدیث میں جو
پائی ہم نے دلائل الخیرات میں۔ ہے کہ سنتا ہوں میں درود اہل محبت کا اور پہچانتا بھی ہوں
اور میں تم سے بلا واسطہ سنتا ہوں۔ میں وہاں موجود ہوں جہاں میری یاد ہو رہی ہے
جس نے دس بار الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہا پس اسے ایک غلام آزاد کیا
اور کہا حسین احمد دیوبندی نے شہاب ثاقب میں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ
اور جملہ صور درود شریف کو اگرچہ بصیغہ خطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو علماء مستحب
و مستحسن جانتے ہیں

پس ثابت ہوا جواز درود کا ساتھ خطاب و ندا کے

سلام پڑھو اے قوم بلکہ درود پڑھو اور پڑھو سردار امانت داروں کے مصطفیٰ ہیں اے مگر
رحمۃ دو جہاں کیلئے۔

## والصلوٰة فى الدعاء كما يفعلون اهل السنة

رواه معاذ بن الحارث عن ابى قرة عن سعيد بن المسيب
عن عمر رضى الله عنه موقوفاً وهذا رواه رزين ابن معاوية فى كتابه مرفوعاً
عن النبى عليه الصلوٰة والسلام قال الدعاء موقوف بين السماء والارض
لا يصعد حتى يصلى علىّ فلا تجعلونى كغمر الراكب صلوا علىّ اول
الدعاء واخره واوسطه

فثبت ان فى اول الدعاء صلوٰة وفى اخره واوسطه
وبحمد الله تعالىٰ ان اهل السنة والجماعة يداومون عليها
ويستحسنون الصلوٰة فى الدعاء كما روج فى اكثر المشى ۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اور درود دُعا میں جیساکہ اہل السنۃ کرتے ہیں ۔

روایت ہے معاذ بن حارث سے وہ ابی قرہ سے وہ سعید بن المسیب سے وہ عمر سے مرفوعاً اور اسی طرح روایت کیا ہے اسے رزین ابن معاویہ نے اپنی کتاب میں مرفوعاً نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ دُعا لٹکی رہتی ہے آسمان و زمین میں اُوپر نہیں چڑھتی جب تک مجھ پر درود نہ پڑھا جائے پس نہ کرو مجھے مانند ........ درود پڑھو مجھ پر دعا کی ابتدا درمیان اور آخر میں

پس ثابت ہوا کہ دعا کے ابتداء میں آخر میں اور درمیان میں درود ہے اور اللہ کے فضل سے اہل السنۃ والجماعت نے اس پر ہمیشگی اختیار کی ہے ۔ اور دُعا میں درود کو مستحسن جانتے ہیں جیساکہ رواج ہے کراچی میں ۔

# الاکابر المخالفین

قال حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فی ضیاء القلوب ہر کسے را
کہ شوق دیدار محمد رسول اللہ ﷺ می شود بعد نماز عشاء با طہارت کامل و جامہ
نو و استعمال خوشبو با ادب تمام رو بسوئے مدینہ منورہ بنشیند و ملتجی از جناب
قدس حقیقت محمدی برائے حصول زیارت جمال مبارک صلے اللہ علیہ وسلم و
دل را از جمیع خطرات خالی کردہ صورت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بہ
لباس بسیار سفید و عمامہ سبز و چہرہ منور مثل بدر بر کرسی تصور کند الصلوٰۃ
والسلام علیک یا رسول اللہ راست، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ چپ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، در دل ضرب کند و ایں درود شریف
را بر قدر کہ تواند پے در پے تکرار کند انشاء اللہ تعالیٰ مطلوب خواہد رسید۔

ضیاء القلوب ص ۸۳

وایضا قال الحاجی امداد اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک
یا رسول اللہ بصیغۃ النداء والخطاب یکلمون الناس فیہ
ھذا مبنی علی اتصال المعنوی لذ الخلق والامر عالم الامر

## مخالفین کے اکابر

کہا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ضیاء القلوب میں جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کا شوق ہو نمازِ عشاء کے بعد تجا طہارت کامل کے اور نئے کپڑوں کے اور استعمال خوشبو کے ساتھ ادب تمام کے منہ مدینہ منورہ کی طرف کر کے بیٹھے اور التجا جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی کرے اور دل کو تمام خطرات سے خالی کر کے یہ تصور کرے حضور اکرمؐ سفید کپڑے پہنے اور سبز عمامہ باندھے کرسی پر بدر کے چاند جیسے جلوہ افروز ہیں اور دائیں طرف الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور بائیں الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ اور دل میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ کی ضرب لگائے اور اس درود شریف کو جسقدر ہو سکے متواتر تکرار کرے انشاء اللہ مطلب کو پہنچے گا

اور اسی طرح حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے کہا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں اور یہ مبنی ہے اتصال معنوی پر لہ الخلق و الامر عالم امر

مقید بالطرف والقرب والبعد فلا شک فی جوازہ
امداد المشتاق ص ٥٩

## اشرف علی تانوی

فثبت ان اقروا الصلوٰۃ بکثرۃ وھو ایضاً الصلوٰۃ والسلام
علیک یا رسول اللہ۔ شکر النعمۃ بذکر رحمۃ الرحمۃ ص ١٨
وھذا مقام فکر وتأمل ان اکابر الدیوبندیۃ ھم یتبعونہ
والوھابیۃ زماننا والمودودیۃ والتبجبیریۃ وغیرھم یقولون الشرک
للصلوٰۃ علی النبی بالنداء والخطاب فثبت ان اکابرھم کلھم مشرکون
ولکن لا یفقھون العلم لان کلھم جھال

## حسین احمد مدنی

سمعت من الوھابیۃ اکثرھم یمنعون من الصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام
بالخطاب مع الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وھم یستھزؤن
ویقولون الکلام الفاحش وعلمائنا ھذہ الصورۃ وجملۃ الصور لصلوٰۃ
لو بخطاب ونداء یقولون مستحب ومستحسن وللمتعلقین یأمرون
بذالک۔ شہاب ثاقب ص ٦٥

نہیں مقید ساتھ طرف کے قرب و بُعد میں بھی اس کے جواز میں شک نہیں ہے۔

## اشرفعلی تھانوی

کہ یوں دل چاہتا ہے کہ آج درود شریف زیادہ پڑھوں اور وہ بھی ان الفاظ سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

اور یہ مقام غور و فکر ہے کہ اکابر دیوبند اسے مستحب جانتے ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابی اور مودودی اور نیچیری وغیرہ اس درود کو شرک کہتے ہیں جو ساتھ ندا و خطاب کے ہو پس ثابت ہوا ان کے قول سے کہ ان کے اکابر تمام مشرک ہے ولیکن یہ نہیں سمجھتے علم کو اس لیے کہ یہ جاہل ہیں۔

## حسین احمد مدنی

وہابیہ دیوبندیوں سے بارہا سنا کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو سخت منع کرتے ہیں اور ان کا استہزاء (مذاق) اڑاتے ہیں اور بُرے کلمات کہتے ہیں اور علماء ہمارے اس صورت کو اور تمام صور درود کو اگرچہ بخطاب و ندا ہی کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور متعلقین کو اس کا امر کرتے ہیں۔

# محمد ذکریا السهارنبوری

قال فی فضائل درود دفی فهی ان یجتمع الصلوٰة والسلام فالافضل
اعنی مکان السلام علیک یا رسول الله والسلام علیک یا حبیب الله
یقال الصلوٰة والسلام علیک یا رسول الله اعنی ان ازید علیه لفظ صلوٰة

فضائل درود ص ۱۳۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ ص ۲۹

وقال حجة الاسلام امام غزالی رحمة الله علیه فی
احیاء العلوم واحضر فی قلبک النبی علیه السلام وشخصه الکریم وقل
السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته ولیصدق املک
فی انه یبلغه ویرد علیک ما هو اوفی منه انتهی احیاء العلوم ص ۱۴۹ جلد ۱ له
وهذه العبارة وجدت فی اکثر کتب الفقهاء۔ عمدة القاری شرح بخاری
جلد ۶ ص ۱۱۱ مواهب اللدنیه جلد ۲ ص ۳۲۰ زرقانی شرح مواهب اللدنیه جلد ۷ ص ۳۲۹
زرقانی شرح موطا امام مالک جلد ۱ ص ۱۷۰ سعایه جلد ۲ ص ۲۲۰ فتح الملهم جلد ۲ ص ۱۴۳
اوجز المسالک جلد ۱ ص ۲۶۵ مسک الختام شرح بلوغ المرام ص ۲۵۹

فبطل اثبات الوهابیة وقولهم من حضر فی قلبه النبی علیه السلام
وقت الصلوٰة فصلوته فاسدة۔ نعوذ بالله من انفسهم ویرحم الله علیهم

له مطبوع فی بیروت

محمد ذکریا سہارنپوری

فضائل درود میں کہا کہ بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود و سلام کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ اور السلام علیک یا حبیب اللہ کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی صلوٰۃ کا لفظ بڑھا دیا جائے۔

اور کہا امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں۔ اور حاضر کر اپنے دل میں نبی علیہ السلام کو اور تصور آپ کا رکھ اور کہہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور یقین جان کر سلام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچ رہا ہے۔ اور اس کا جواب آپ بجا لاتے ہیں۔

اور یہی عبارت میں نے اکثر کتب فقہاء میں پائی ہے۔

پس باطل ہوا اثبات وہابیہ کا کہتے ہیں کہ جس نے نماز میں نبی علیہ السلام کا خیال لایا پس اس کی نماز فاسد ہوئی۔ العیاذ باللہ۔

# والنداءُ

وايضاً سمعت من الوهابية والنداءُ لغير الله شرك فتاوٰی رشیدیہ۔

## قلنا

والنداء للنبي عليه السلام وللاولياء جائز۔ اما للنبي عليه السلام فهو من حديث عبدالرحمٰن بن سعد خدرت رجل ابن عمرؓ فقال له رجل اذكر احب الناس اليك فقال يا محمد صلى الله عليه وسلم ادب المفرد ص١٤٢

وايضاً في فضائل درود لزكريا السهارنفوري ديوبند ص١٣٢

وايضاً اخرج النوويؒ في كتابه (اعني شرح مسلم) خدرت رجل ابن عباس فقال ابن عباس يا محمداه فصح الرجل في الوقت كتاب الاذكار ص٣٦۔

واما النداء لولي الله تعالى فهو جائز ايضاً ان الولي تابع للنبي كما في فتاوٰی حدیثیہ لابن حجر الهيتمي المكيؒ

اور اسی طرح سنا ہے میں نے وہابیہ سے کہ ندا غیر اللہ کو شرک ہے

## قلنا

اور پکارنا نبی علیہ السلام کو یا اولیاء کو یہ جائز ہے وہ ندا جو نبی علیہ السلام کو ہے وہ ثابت ہے حدیث عبد الرحمان بن سعد سے ابن عمر کا پاؤں سُن ہوگیا پس کسی آدمی نے اسے کہا یاد کر اُس کو جو تجھے تمام لوگ سے اچھا اور محبوب ہو پس کہا اُس نے یا محمد

اور اسی طرح امام نوویؒ نے کہا شرح مسلم میں کہ سو گیا پاؤں ابن عباس کا پس کہا اُس نے یا محمداہ صحیح ہوا پاؤں اُس کا اُسی وقت میں

اور بہر حال ندا جو ولی اللہ سے ہے وہ بھی ایسا ہی جائز ہے اس لیے کہ ولی تابع ہے نبی کے جیسا کہ فتاوی حدیثیہ میں ہے جو ابن حجر الهیتمی مکیؒ کا ہے۔

وقال علامۃ خیر الدین رملی فی فتاوٰی خیریہ ھو اُستاد لصاحب درالمختار فقال یا شیخ عبد القادر جیلانی فھو نداءٌ واذا اضیف الیہ شیئاً فھو طلب شیئ اکرام اللہ فما الموجب لحرمۃ فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر الجلد الثانی صـ ١٨٢

وقال فی الھدایۃ والصلوٰۃ علی النبی علیہ السلام خارج الصلوٰۃ واجبۃ کما قال الکرخی او کلما ذکر علیہ الصلوٰۃ کما اختارہ الطحاوی انتھی بخاری جلد ثانی علی الحاشی۔

فافھموا وافکر یا منکر النداء والخطاب الی اقوال العلماء والمفتیین وقل۔

یا نبی درود جناب تو
درد زباں است مہ و سال صبح شام

نزدیک چو تحفہ فرستیم ما ز دور
در داست راہیں صلوٰۃ ست وسلام

ابو المجاہد عامر محمد عبد الخالق القادری سنہ ١٩٧٦ء

اور کہا علامہ خیر الدین رملی نے فتاویٰ خیریہ میں جو کہ استاد ہے مصنف درمختار کا پس کہا یہ ندا ہے یا شیخ عبد القادر جیلانی اور جب ساتھ اسکے پڑھا جاتا ہے پس وہ طلب شیئی ہے ازروئے اکرام اللہ کے پس کیا سبب ہے اسکی حرمت کیلئے

اور ہدایہ میں ہے اور درود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نماز سے باہر واجب ہو جیسا کہ کرخی نے کہا اور جب ذکر ہو آپ پر درود جیسا کہ مختار کیا ہے اسے طحاوی نے پس غور و فکر کر اے منکر نداء و خطاب کے طرف اقوال علماء کے اور مفتیوں کے اور

ویلیه هذه الی ما قبله۔ قول القائل حین وقت الاذان عند
شهادة الاولی او الثانیة۔ قرة عینی بک یا رسول الله

قال جلال الدین السیوطی والقهستانی فی شرح الکبیر نقلاً عن
کنز العباد اعلم انه یستحب ان یقال عند السماع الاولی من
الشهادة الثانیة صلی الله علیک یا رسول الله وعند سماع الثانیة
قرة عینی بک یا رسول الله ثم یقال اللّٰهم متعنی بالسمع
والبصر بعد وضع ظفر الابهامین علی العینین وقال علیه السلام
من سمع اسمی فی الاذان فقبل ظفری ابهامیه ومسح
علی عینیه لم یعمہ ابداً الخ حاشیه جلالین مطبوعه اصح المطابع ثم
روح البیان ما تحت ان الله وملئکته الآیة وموضوعات کبیر لملا علی قاری ص ۲۳۹
ثم البصائر لمولانا حمد الله ذاتی و ایضاً قال العلامة الشامی ص ۲۷۹ تتمه

اور یہ ملا ہوا ہے ساتھ گزشتہ کے ۔ قول قائل کا وقت اذان کے نزد شہادت اول
کے یا ثانیہ کے ۔ یارسول اللہ تم میری آنکھوں کے ٹھنڈک ہو۔

کہا جلال الدین سیوطی نے اور قہستانی نے شرح کبیر میں نقل کیا کنز العباد جان کہ
بے شک یہ مستحب ہے کہ کہا جاوے سماع اول کے نزدیک شہادت ثانیہ سے درود ہو تم پر اے
اللہ کے رسول اور وقت شہادت ثانیہ کے ٹھنڈک ہو تم یارسول اللہ میری آنکھوں کے
پھر کہے یا اللہ دے مجھے قوت سماع و بصارت کی یہ کہے بعد رکھنے ناخن انگوٹھوں دونوں
کے آنکھوں پر اور کہا نبی علیہ السلام نے جس نے سنا اذان میں نام میرا اور چوما ناخن
دونوں انگوٹھوں کے اور آنکھوں پر لگایا کبھی آنکھیں خراب نہ ہوں گی ۔

# حيلة الاسقاط

جمعه الحيل وتعريفه ما يحتال به الرجل بحمد الله تعالى وعونه يفعلون حيلة الاسقاط من زمان عمر رض الى الآن وفي جوازه كثرة الاثبات.

فان قلت كيف اجاز العلماء الحيل مع ان البخاري اورد في كتابه الحيل احدا وثلثين حديثا في منع الحيل؟

## قلنا

تحقيق المقام ان ادلة باب الحيل قد جاءت مختلفة فبعضها يقتضي على منه وبعضها يقتضي وجوده والبخاري اختار الاول فاورد الا حاديث التي تراها ولكن بعضها لا يدل على الحيل اصلا ولم يذكر ما يدل على الجواز من الكتاب والسنة بل شنع على من اجاز الحيل قال الحافظ ابن حجر العسقلاني في شرح البخاري بعد ما ذكر اقسام الحيل واختلاف العلماء فيها ما نصه ولمن جازها مطلقا وابطلها مطلقا ادلة كثيرة فمن الاول قوله تعالى وخذ بيدك ضغثا فاضرب به ولا تحنث وقد عمل به صلى الله عليه وسلم

## حیلہ اسقاط

جمع اس کی حیل ہے اور تعریف یہ ہے ما یحتال بہ الرجل۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسقاط اہل السنۃ کر رہے ہیں علماء متقدمین سے اب تک اور اسکے جواز میں اثبات بہت ہیں اگر تو کہے کہ علماء نے حیلہ کو کیسے جائز قرار دیا حالانکہ بخاریؒ نے کتاب الحیل میں اکتیس ۳۱ احادیث عدم جواز میں لکھی ہیں؟

## قلنا

تحقیق مقام یہ ہے کہ دلائل بارے حیل ہی مختلف ہیں پس بعض تقاضہ عدم رکھتی ہیں اور بعض اسکے جواز پر متفق ہیں اور بخاریؒ نے اول میں عدم جواز کو اختیار کیا پس وارد کی احادیث جو سامنے ہیں ولیکن بعض دلائل نہیں حیل پر اصلاً اور ذکر نہیں کیا بخاریؒ نے وہ جو دال ہیں جواز پر کتاب و سنت سے بلکہ ترجمہ کیا اس پر جس نے حیلہ کو جائز کہا کہا حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں بعد ذکر کرنے اقسام حیل کے اور اختلاف علماء کا وہ جو نصب ہے اس میں اور جس نے مطلقاً جائز قرار دیا۔ یا مطلقاً باطل کیا ان دلائل کثیرہ سے پس اول یہ قول رب تعالیٰ کا اور پکڑ ہاتھ میں جھاڑو پس مار اس سے اور حانث نہ ہو اور تحقیق عمل کیا اسکے ساتھ نبی علیہ السلام نے

فی حق الضعیف الذی زنی وهو من حدیث ابی امامة بن سهل
فی السنن ومنه قوله تعالیٰ ومن یتق الله یجعل له مخرجا وفی الحیل
من المخارج من المضائق ومنه مشروعیة الاستثناء فان فیه
تخلیصا من الحنث وکذلک الشروط کلها فان فیها سلامة
من الوقوع فی الحرج۔ ومنه حدیث ابی هریرة وابن سعید
فی قصة بلال بع الجمع بالدراهم ثم ابتع منها۔ ومن الثانی
قصة اصحاب السبت وحدیث حرمت علیهم الشحوم فجملوها
فباعوها واکلوا اثمانها وحدیث النهی عن النجش وحدیث لعن
المحلل والمحلل له اه وقال شمس الائمة السرخسی فی حیل المبسوط
ان الحیل فی الاحکام المخرجة عن الامام جائزة عند جمهور
العلماء وانما کره ذلک بعض المتقشفة بجهلهم وقلة تاملهم
فی الکتاب والسنة والدلیل علی جوازه من الکتب قوله تعالیٰ
وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث هذا تعلیم المخرج
لایوب علیه السلام عن یمینه التی حلف لیضربن زوجته
مائة سوط فانه حین قالت لو ذبحت عناقا باسم الشیطان

اوپر حق ضعیف کے وہ جس نے زنا کیا تھا اور وہ حدیث ابی امامۃ بن سہل کی ہے
مسئلہ میں اور اسی سے یہ فرمان رب تعالیٰ کا اور جو ڈرے اللہ سے کر دیگا واسطے اس کے
خلاصی کی راہ اور حیل میں راستہ ہے آسانی کے تنگیوں سے اور اسی سے مشروعیت ہے استثناء کا
اس لیے کہ اسمیں خلاصی ہے حنث سے اور اسی طرح تمام شروط پس اس میں سلامتی ہے حرج میں
پڑنے کی ۔ اور اسی نے حدیث ابو ہریرہؓ کی اور ابن سعید کی قصہ بلال میں (بع الجمع بالدراہم
ثم ابتع بہا) اور دوسرے سے قصہ اصحاب سبت کا اور حدیث حرمت علیہم الشحوم الخ
اور حدیث نہی عن النجش کی اور حدیث لعن المحلل اور محلل لہ کی الخ

اور کہا شمس الائمہ سرخسی نے حیل مبسوط میں کہ حیل احکام شرعیہ میں امام اعظمؒ سے جائز ہے
تمام علماء کے نزدیک اور یہ کہ مکروہ جانا بعض بد بختوں نے واسطے جہالت اُن کے اور کمی فکر
(ان کی) … سنت میں اور دلیل جائز کرتا ہے یہ قول رب تعالیٰ کا وخذ بیدک الخ
یہ … ایوب علیہ السلام کے لیے اُس تنگی سے جو اٹھائی تھی کہ البتہ ضرور ماروں گا
بی بی اپنی کو سو کوڑے جب کہا تھا اُسکی عورت نے اگر ذبح کرے تو عناق ساتھ
نام شیطان کے۔

فى قصة طويلة اوردها اهل التفسير رحمهم الله وقال الله
تعالى فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فى رحل اخيه
الى قوله ثم استخرجها من وعاء اخيه كذلك كدنا ليوسف
وكان هذا منه حيلة لامساك اخيه عنده على وجه
لا يقف اخوته على مقصوده وقال جل جلاله حكاية عن
موسى عليه السلام ستجدنى ان شاء الله صابرا ولم يخلف
على ذلك لانه قيد سلامته بالاستثناء وهو مخرج
صحيح قال الله تعالى ولا تقولن لشئ انى فاعل ذلك
غدا الا ان يشاء الله -
واما السنة فما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال
يوم الاحزاب لعروة بن مسعود فى شان بنى قريظة فلعلنا
امرناهم بذلك فلما قال له عمر رض فى ذلك قال عليه السلام
الحرب خدعة وكان ذلك منه الكتاب حيلة ومخرجا
من الاثم بتقييد الكلام بلعل ولما اتاه رجل واخبره
انه حلف بطلاق امرأته ثلاثا ان لا يكلم اخاه قال له طلقها

لیے قصہ میں جیسے لکھا مفسرین کرام نے اور کہا اللہ تعالیٰ نے پس جب تیار کیا واسطے ان کے سامان رکھدیا پیالہ پانی والا کجاوے میں اسکے بھائی کے پھر نکال لیا اسے بھائی کے کجاوے سے اور اسی طرح کام سنوارا ہم نے یوسف کا اور تھا یہ اس سے حیلہ امساک کا بھائی سے اُس کے مان او پر وجہ نہ موقوف ہونے بھائی اسکے کے اوپر مقصود کے اور کہا رب تعالیٰ نے حکایت موسیٰ سے پائیگا تو مجھے صابر اگر اللہ نے چاہا اور نہ غالب ہوا وہ اس صبر پر اس لیے کہ یہ قید سلامتی کی ہے ساتھ استشناء کے اور یہ مخرج صحیح تھا اور فرمایا رب تعالیٰ نے اور ہرگز نہ کہو کسی چیز کیلئے کہ کروں گا میں اسے کل مگر یہ کہ اللہ چاہے

اور وہ جو حدیث ہے پس وہ روایت کی گئی ہے نبی علیہ السلام سے جو کہ فرمایا یوم احزاب پر عروہ بن مسعود کو شان بنی قریظہ میں پس کہ شاید مامور ہیں ہم اسی پر پس جب کہا عمرؓ نے اسمیں فرمایا نبی علیہ السلام نے الحرب خدعۃ. اور تھا اسی طرح اس سے کتاب حیلہ اور مخرج گناہ سے پس مقید رکھا کلام الفظ لعل سے اور جب اسکے پاس آدمی اور خبر دی کہ اس نے حلف اٹھایا طلاق کیساتھ اپنی عورت کو کہ نہ کلام کرے ساتھ بھائی اسکے سے کہا اسے طلاق دے اسے ایک

واحدة فاذا انقضت عدتها فكلم اخاك ثم تزوجها وهذا تعليم الحيلة والآثار فيه كثيرة ومن تأمل احكام الشرع وجد المعاملات كلها بهذه الصفة وقال فمن كره الحيل فى الاحكام فانما يكره فى الحقيقة احكام الشرع والله اعلم بخارى المجلد الثانى ص٢٣ مقدمة

## وصية الاموات فى حيلة الاسقاط

الدليل الاول لوصيت الاموات بقوله تعالى من بعد وصية توصى بها او دين ـ

وجه الاستدلال ـ لفظ وصية مطلق لقيد الله ورائ

وجه الاستدلال ـ المطلق يجري على اطلاقه لان كل افراد ثابتة بالمطلق كمنصوص عليه

وجه الثانى ـ وقع لفظ وصية بقوله تعالى من بعد وصية يوصين بها او دين ـ وجه الثالث ـ وقع وصية بقوله تعالى من بعد وصية توصون بها او دين ـ

وجه الرابع ـ لفظ وصية ثبت بقوله تعالى من بعد وصية يوصى

پس جب پوری ہو مدت اس کی یعنی بات کر اپنے بھائی سے پھر نکاح میں لا اس کو اور یہ تعلیم حیلہ کی اور احادیث اس میں بکثرت ہیں اور جس نے ذکر کیا احکام شرعیہ میں گویا تمام معاملات پائے اس نے اس صفت کے ساتھ اور کہا پس جس نے مکروہ جانا حیلہ کو احکام میں پس اس نے مکروہ جانا درحقیقت احکام شرعیہ کو (اور جس نے احکام شرع کو مکروہ جانا وہ کافر ہے۔ بآیت الیوم اکملت لکم الخ)

## وصیت اموات کی حیلہ اسقاط میں

دلیل اول وصیت اموات کی ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصی بہا او دین

وجہ استدلال کی۔ لفظ وصیت مطلق ہے قید دوران کو

وجہ استدلال کی۔ مطلق اپنے اطلاق پہ جاری ہوتا ہے اسلئے کہ تمام افراد ثابت ہیں مطلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

وجہ ثانی۔ واقع ہوا لفظ وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصین بہا او دین

وجہ ثالث۔ واقع ہوئی وصیت ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ توصون بہا او دین

وجہ رابع۔ لفظ وصیت ثابت ہے ساتھ قول رب تعالیٰ کے من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین

بھا او دین۔

وعن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصوم احد من احد ولا یصلی احد عن احد ولکن یطعم عنہ۔ رواہ النسائی عینی بخاری ص ۳۶۳ مجموعہ رسائل شامی جلد اول ص ۲۱۳ مجمع الانہار صوم ص ۲۶۲ مشکل الآثار جلد اول ص ۱۴۱ والسنن الکبری ثم جوہر النقی جلد رابع زیلعی جلد ثانی ص ۴۶۳ ودرایہ ص ۱۷۷

عن ابن عمر عن النبی قال من مات وعلیہ صیام شہر رمضان فلیطعم مکان یوم مسکینا ترمذی ثم مشکوٰۃ الصوم قضا ص ۱۹۳

## دوران القرآن

قال المورخ صاحب الفتوح محمد ابن عمر الواقدی اخبرنا عاصم من ابن جریح عن ابی شہاب عن ام سلمۃ عن ابی موسیٰ الاشعری قال قبل عمرؓ تداور جزء القرآن من مالی الا الی عم یتساءلون فی عشرین رجلا بعد صلاۃ الجنازۃ لا مرءۃ ملقبۃ بحبیبۃ زوجۃ قلاب (وفی نسخۃ ملاب) فتاوی سمرقندی لابی اللیث و منہاج الاحوط ص ۲۶۲ ودرۃ البحر للامام الغزالی۔

اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ روزہ رکھے ایک آدمی دوسرے کیلئے اور نہ نماز پڑھے ایک دوسرے کیلئے مگر طعام دے ایک دوسرے کیلئے۔

اور مروی ہے ابن عمرؓ سے وہ نبی علیہ السلام سے کہ فرمایا آپ نے جو فوت ہوا اور اس پر رمضان کے روزے تھے پس لازم ہے کہ کھانا کھلائے جگہ مسکینوں کو ایک دن۔

## دوران قرآن

کہا مورخ صاحب الفتوحات نے جو محمد ابن عمر الواقدی ہیں خبر دی مجھے ابو عاصم نے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے ابی شہاب سے ام سلمہؓ سے وہ ابو موسیٰ اشعری سے فرمایا کہ پھیرا یا عمرؓ نے جزو قرآن کی تیسویں ۳۰ پارے تیسویں تک بیس ۲۰ آدمیوں میں نماز جنازہ کے بعد واسطے ایک عورت کے جو لقب دی گئی ہے ساتھ حبیبہ کے جو زوجہ ہے تلاب کی (الاصابہ فتوحات [illegible])

حدثنا العباس بن سفيان عن ابى علية عن عون عن محمد عن
عبد الله بن عمر قال قال عمر ايها المسلمون اجعلوا القران وسيلة
لنجاة الموتى فتحلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا الميت بحرمة قران المجيد
وثبت بهذا السند ايضاً خبر سعد عن ايوب عن جميع عن
عبد الرحمن عن ابى بكر انه وجد دوران القران حسن
والقران شافع للمؤمنين حيا تا وبعد مماتا - فتاوى سمرقندى ثم منهاج
الواضح صـ٢٦٤ -

قال الامام احمد اسهل طريقته ان يبيع الوارث على الفقير مصحفاً
جديداً اى صحيحاً قابلا للقرءة للغبن فاحش ثم يهب الفقير ثم
نثم حتى يتم لعل الله تعالى يجعله فدية فى مقابلة الصوم والصلوة
والزكوة والمنذورات الخ كتاب الحيل لامام محمد -

وفى الحيل اختلاف لسرفراز خان النجدى هو يقول كتاب الحيل ليس لامام
محمد - فثبت انه جاهل ان كل العلماء يقولون ان كتاب الحيل لامام محمد
دررة البيدا لامام الغزالى ثم منهاج الواضح صـ٢٦٥

فانكروا فهم لا منكر الحيلة - فيه حق وايات الحيلة

روایت ہے ابن عباسؓ سے وہ ابی ملیکہ سے وہ عون سے وہ محمد سے وہ عبداللہ بن عمر سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے اے مسلمانو قرآن کو وسیلہ پکڑو پس حلقہ بناؤ اور کہو اے اللہ بخشدے اس میت کو بوسیلہ قرآن مجید کے اور ثبت ہے اس سند سے اسطرح کہ روایت ہے سعد سے وہ ابی حجرہ وہ جمیع سے وہ عبدالرحمان سے وہ ابوبکرؓ سے کہ پایا انہے عمرؓ کو دوران قرآن کرنے پڑھنے اور قرآن شافع ہے مومنین کو زندگی میں اور بعد موت کے

اور کہا امام محمد نے کہ آسان طریقہ اس کا یہ ہے کہ دے وارث فقیر کو قرآن مجید بنا دین صحیح ( قابل قرآت ) واسطے تین فاعش کے پھر دے فقیر پھر اور پھر یہاں تک کہ تمام ہو جائے شاید پھر دے اللہ تعالے فدیہ اس کو مقابلہ روزوں کے اور نمازوں اور زکوٰۃ کے اور نذروں کے
اور کتاب جمیل میں اختلاف ہے سرفراز خان نجدی کو وہ کہتا ہے کہ کتاب الجمیل امام محمد کی نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ وہ جاہل ہے اسلیئے کہ تمام علماء رکھتے ہیں کتاب الجمیل امام محمد کی ہے۔

پس سوچ کر اور فکر کر اے منکر حیلہ کے۔ یہ حق ہے اور اسمیں لقاء نیا گھر جنت میں

# والمستحق للصدقة من قلنا

له وفي المطبوع بمصر ص ٤٩٢ س ٢ الآخر

المنصوص عليه في المذهب وعليه العمل اليوم ان يجمع الوارث عشرة رجال ليس فيهم غني ولا عبد ولا صبي ولا مجنون الخ ومما تعارفه الناس ونص عليه اهل المذهب ان الواجب ادارة مشتملة على نقود او غيرها كجواهر وحلي ويتوالامر على اعتبار القيمة ولا دارة الصورة طرائق - مجموعة رسائل شامي المجلد الاول ص ٢١٢-٢١١ وان كانت الصلوة كثيرة والحنطة قليلة يعطي ثلثة اصوع عن صلوة يوم وليلة مع الوتر مثلا الى الفقير ثم يرد فيها الفقير الى الفقير ثم يرد فيها الفقير الى الوارث هكذا يفعل مرارا حتى يستوعب الصلوة ونحوها كبيري جلد فوائت ص ٥٠٣ تتارخانيه قلم جواهر النفيس ص ٣٠ المنتقط - اشباه والنظائر وشرح هدية ابن العماد جامع الرموز كتاب الصوم ص ١٦٣ وقاضي خان المجلد الاول ص ١٧٠ وشامي جلد اول ص ٢١٢-٢١٠ ان تبرع الولي بالاسقاط يجوز الخ ويجوز التبرع الاجنبي به - مراقي الفلاح ص ٢٦٣ طحطاوي وشامي جلد اول ص ٤٩٢ ومنحة الخالق المجلد الثاني ص ٩٧

## اور مستحق صدقہ کا کون ہے

## تلنا

منصوص علیہ مذھب میں یہ ہے اور آج تک اس پر عمل ہے کہ جمع ہوں وارث دس آدمی نہ ہوں ان میں غنی اور نہ غلام اور نہ بچہ اور نہ دیوانہ ہو اور وہ جیسے لوگ جانتے ہوں۔
اور ثابت ہیں ہمارا اہل مذہب واجب یہ ہے کہ دائرہ بنا لیں جو مشتمل ہو جو نقود پر یا چیز اوپر جیسے جواہر و حلی وغیرہ اور بنو الامر اعتبار قیمت پر ہے

اگر نمازیں بہت ہوں اور گندم تھوڑی ہو دی جائیں تین[۳] اور اسی نمازیں ایک دن رات کی بہ نیت وتر کے مثلاً طرف فقیر کے پھر دے اسے وارث فقیر کو پھر دے فقیر وارث کو اسی طرح کرے تکرار کیا تھا یہاں تک پوری ہوں نمازیں ما اور مثل اس کے

# حیوۃ الانبیاء والشھداء

اعلم ان الانبیاء احیاءٌ ویصلّون فی قبورھم والشّھداء ھم احیاء لقولہٖ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء وفی المقام الثانی بل احیاء عند ربھم یرزقون ۔

وقال جلال الدین السیوطیؒ فی الحاوی للفتاوٰی الانبیاء افضل من الشّھداء ۔ ای افضل فی حیوۃ القبر وافضل فی اکل الرزق

حدّثنا ابوبکر بن شیبۃ عن حسین بن علی عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق اٰدم وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیہ فان صلوٰتکم معروضۃ علیّ فقال رجل یارسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد ارمت یعنی بلیت فقال ان اللّٰہ حرّم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ۔ رواہ ابن ماجۃ صـ ٧٦

فائدۃ ۔ ان الانبیاء احیاء ویقولون الوھابیۃ زماننا ھم اموات العیاذ باللّٰہ من شرور انفسھم فثبت ان الوھابیۃ کلھم

## حیات انبیاء اور شہداء کے بارے میں

جان لو کہ بے شک انبیاء زندہ ہیں اور اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور شہداء بھی زندہ ہیں
واسطے قول رب تعالیٰ کے اور نہ کہو مردہ ان کو جو اللہ کے رستے میں قتل کیے جائیں بلکہ وہ
زندہ ہیں اور دوسرے مقام پر فرمایا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں سے رزق دیئے جاتے ہیں
اور کہا جلال الدین سیوطیؒ نے حاوی الفتاویٰ میں کہ انبیاء افضل ہیں
شہداء سے۔ ای افضل ہیں حیوٰۃ قبریہ میں اور رزق کے کھانے میں

روایت ہے ابوبکر بن شیبہ سے وہ حسین بن علی سے وہ عبدالرحمان بن یزید بن جابر سے
وہ ابی الاشعث صنعانی سے وہ شداد بن اوس سے کہ فرمایا رسول اللہ نے افضل ایام میں
سے جمعہ ہے اسی میں آدم پیدا ہوا اور اسی میں نفخ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس کثرت
کرو مجھ پر درود سے اسمیں پس تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے پس کہا ایک آدمی
نے یا رسول اللہ ہم آپ پر درود کیسے پیش کریں تحقیق آپ تو رخصت ہوئے پس فرمایا
آپ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے

**فائدہ:** یہ ہوا کہ انبیاء کرام زندہ ہیں اور ہمارے زمانے کے وہابیہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے نعوذ
باللہ من شرور انفسہم پس ثابت ہوا کہ وہابیہ تمام

ضال مضل كما فى الصاوى على الجلالين وكذلك سائر الاموات ايضاً يسمعون السلام والكلام ويعرض عليهما اعمال اقاربهم نعم الانبياء يكون حياتهم على الوجه الاكمل صـ۱ حاشية ابن ماجه

## ثبوت الرزق لهم يأكلون فى قبورهم

ففى اكل الرزق احاديث كثيرة والثبوت يكفى واحد وفيهم كثيرة للمجون

حدثنا عمرو بن سواد المصري عن عبد الله بن وهب عن عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابي هلال عن يزيد بن ايمن عن عبادة بن نسي عن ابي الدرداء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثروا الصلوة علىّ يوم الجمعة فانه مشهود تشهد الملئكة وان احدا لن يصلى علىّ الا عرضت علىّ صلوته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت ان الله حرم على الارض ان تأكل اجساد الانبياء فنبي الله حيّ يرزق رواه ابن ماجة صـ۷۹

## ثبوت صلوة الانبياء فى قبورهم

واخرج البيهقى فى كتاب حيوة الانبياء عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الانبياء احياء فى قبورهم يصلون۔ رواه البيهقى۔

له وفى النسائى فى الجمعة النسائى صـ۲۰۱

گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں جیسا کہ صاوی میں مذکور ہے اور ایسے ہی تمام اموات
سنتے ہیں سلام و کلام کو اور ان کے رشتہ داروں کے اعمال ان پر پیش کیے جاتے ہیں
تو ایسا ہی حیوۃ انبیاء ہوگی وجہ اکمل سے۔

## ثبوت انبیاء قبور میں رزق کھانا

پس اکل الرزق میں احادیث بہت ہیں ایک ہی کافی ہے اور بہت بھی۔ روایت
ہے عمرو بن سواد مصری سے وہ عبداللہ بن وہب سے وہ عمرو بن حارث سے وہ سعید بن ابی
ہلال سے وہ زید بن ایمن سے وہ عبادہ بن نسی سے وہ ابی الدرداء سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ
نے جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو اسلئے کہ یہ مشہود ہے گواہی دیتے ہیں فرشتے
اور تم میں جب کوئی درود پڑھتا ہے مگر مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ
ہوتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں اور بعد موت کے          اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے
اجساد حرام کر دئے ہیں اکل کے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

## ثبوت انبیاء کا قبور میں نماز پڑھنا

اور کہا بیہقی نے حیاۃ انبیاء میں روایت ہے انس ؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انبیاء
زندہ ہیں اپنے قبور میں نماز پڑھتے ہیں۔

واخرج ابونعیم فی الحلیۃ عن یوسف بن عطیۃ قال سمعت ثابتاً البنانی یقول لحمید الطویل هل بلغک ان احداً یصلی فی قبرہ الا الانبیاء؟ قال لا ۔ الحاوی للفتاوی المجلد الثانی صـ ۲٦٤

وذکر عینی البخاری لان الانبیاء علیهم السلام احیاء عند ربهم یرزقون فلا مانع ان یحجوا فی هذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث انس انه علیه السلام رأی موسیٰ قائماً فی قبرہ یصلی ۔ عینی البخاری المجلد الرابع صـ ۵٤۲

واخرج البیهقی فی حیوۃ الانبیاء والاصبهانی فی الترغیب عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من صلی علیّ فی یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ قضی اللہ له مائۃ حاجۃ، سبعین من حوائج الاخرۃ و ثلاثین من حوائج الدنیا ثم وکل اللہ بذلک ملکاً یدخله علیّ فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی الحیوۃ ولفظ البیهقی عن قال من صلی علیّ باسمه فاثبته عندی فی صحیفۃ بیضاء ۔

والثانی عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان الانبیاء

اور کہا ابونعیم نے حلیہ میں روایت ہے یوسف بن عطیہ سے کہ سنا میں نے ثابت بنانی سے حمید طویل سے کہہ رہے تھے کہ کیا تجھے معلوم ہوئے کہ انبیاء کیسو اکوئی اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے فرمایا کہ نہیں۔

اور ذکر کیا عینی بخاری نے کہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اپنے رب سے رزق ملتا ہے پس کیا ہے کہ ہم حجت پکڑیں اس حال میں جیسا کہ ثابت ہے صحیح مسلم سے حدیث انسؓ سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے دیکھا موسیٰؑ کو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے

اور کہا بیہقی نے حیات انبیاء میں اور اصفہانی نے ترغیب میں روایت ہے انسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ نے جو مجھ پر جمعہ کے دن یا رات کو درود پڑھے گا پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کیلئے سو حاجت ستر حاجات آخرت کے اور تیس دنیا سے پھر موکل بنایا رب تعالیٰ نے اس کے ایک فرشتہ کو جو داخل ہوتا ہے قبر میں جیسے داخل ہوتے تم پر تحقے بیشک میرا علم بعد موت کے مثل علم حیات کا ہے اور لفظ بیہقی کا کہ بتایا گیا ہوں میں جو مجھ پر نام لیکر درود پڑھا پس وہ ثبوت ہے میرے پاس سفید صحیفہ میں

اور دوسری حدیث روایت ہے انسؓ سے وہ رسول اللہ سے فرمایا کہ بیشک انبیاء

لا یترکون فی قبورهم بعد اربعین لیلة ولکنهم یصلون بین یدی الله حتیٰ ینفخ فی الصور۔ حاوی الفتاوی المجلد الثانی ص ۲۶۵

واخرج ابو یعلیٰ عن ابی هریرة سمعتُ رسول اللهؐ صلی الله علیہ وسلم والذی نفسی بیدہٖ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری فقال یا محمدؐ لاجیبنہ۔

واخرج ابن سعد فی الطبقات وابو نعیم فی دلائل النبوة عن سعید بن المسیب انہ کان یلازم المسجد فی ایام الحرة والناس یقتتلون قال فکنت اذا حانت الصلوٰة اسمع اذانا یخرج من قبل القبر الشریف وایضا اخرج ابو نعیم فی دلائل النبوة ا ھ فثبت ان الانبیاء والشهداء احیاء ومن انکر من حیاتهم فهو خارج عن مذاهب الاربعة وهو ضال مضلؔ ۔

للمؤلف

انما الرسل والشهداء لا یموتون
بل احیاء عند ربهم یرزقون
بل الکفار لیس یحی فی قبورهم کنبینا
والانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون

عامر القادری یوم الاحد ۱۵ نوامبر سنہ ۱۹۷۶ء میلادی

نہیں چھوڑے جاتے اپنی قبور میں چالیس رات کے بعد ولیکن وہ اللہ کیلیے نمازیں پڑھتے تا قیامت۔

اور کہا ابویعلیٰ نے وہ راوی ہیں ابوہریرہ سے کہ سنا میں نے نبی علیہ السلام سے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے میں میری جان ہے جب نازل کیا عیسیٰ ابن مریم پھر اگر کھڑا ہو میری قبر پر اور کہے **یا محمد** البتہ میں ضرور جواب دوں گا۔

اور کہا ابن سعد نے طبقات میں اور ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں روایت ہے سعید بن المسیب سے کہ وہ لازماً جایا کرتے تھے مسجد کو شدید گرمی میں اور لوگ کہا پس جب میں تیار ہوتا نماز کیلیے سنتا میں آذان قبر کے آگے حصہ سے اور شہداء زندہ ہیں جس نے انکی حیات سے انکار کیا پس وہ خارج ہے مذاہب اہلسنت سے اور وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

یہ شعر مصنف کے لیے

بے شک شہداء اور رسول نہیں مرے ہوئے
بلکہ زندہ ہیں رب کے پاس سے رزق کھاتے ہوئے
ولیکن زندہ نہیں کفار مثل نبی ہمارے کے
اور انبیاء زندہ ہیں قبور میں نمازیں پڑھتے ہوئے۔

# الوسيلة بالانبياء والاولياء

الوسيلة ثابتة بنص قطعى لقوله تعالى وابتغوا اليه الوسيلة -
ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم وكانوا
من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما
عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين -
ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما -
ان قلت الانبياء والاولياء ليس الوسيلة بهم عند الله
بل الوسيلة عند الله العمل الصالح ؟

قلنا

قولك بل الوسيلة العمل الصالح فاى الحجة عندك ان عملك
مقبول عند الله فثبت وسيلة العمل الصالحة جائز ولكن
شك فى قبوليته والوسيلة الانبياء ليس فيه شك ومن
او شك فى مقبوليتهم فقد كفر - وايضا يسئل الوسيلة الامام

## وسیلہ انبیاء و اولیاء کا

وسیلہ ثابت ہے قطعی نص سے یہ قول رب تعالیٰ کا اور طلب کرو اسکی طرف وسیلہ
اور جب آئی انکے طرف کتاب اللہ کی طرف سے تصدیق کرنے والی گزشتہ کتابوں کو اور تھے
قبل ازیں طلب فتح کرتے تھے کافروں پر پس جب آئی انکے طرف جو پہچانا تھا انہوں نے بلکہ کافر
ہوگئے اس سے پس لعنت ہو اللہ کی کافروں پر۔
اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرکے آپ کے پاس آئیں پس بخشش ان کو رب تعالیٰ اور
بخشش مانگے ان کیلئے رسولؐ البتہ ضرور پائینگے اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان
اگر تو کہے کہ انبیاء اولیاء وسیلہ نہیں بلکہ وسیلہ عند اللہ عمل صالح ہے۔

## قلنا

قول تیرا کہ عمل صالح وسیلہ ہے۔ پس کیا دیکھا تیرے پاس کہ تیرے عمل اللہ کے ہاں مقبول ہیں
پس ثابت ہوا کہ وسیلہ اعمال صالحہ کا جائز ہے لیکن اسکی مقبولیت میں شک ہے اور وسیلہ میں
انبیاء کا اس میں کوئی شک نہیں اور جس نے شک کیا ان کی مقبولیت میں وہ کافر ہے اور اسی طرح
وسیلہ پکڑا امام اعظمؒ نے

الاعظم رضی اللہ عنہ فی قصیدۃ النعمان بن ثابت
یا سید السادات جئتک قاصدا۔ ارجوا رضاک واحتمی بحماک۔ قصیدۃ النعمان و مجموعہ قصائد ص۲ مطبوعہ مجتبائی دہلی
وایضا قال امام شرف الدین بوصیری فی قصیدۃ البردۃ
یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ۔ سواک عند حلول الحادث العمم
وایضا قال مولانا جامی المصنف لشرح جامی فی الحنا
زمہجوری برآمد جان عالم۔ ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی۔ زمحروماں چرا غافل نشینی زلیخا
وقال مولانا شاہ عبد العزیز محدث الدہلوی فی تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ والضحی

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا ای بزرگ توئی قصہ مختصر

وایضا قال رئیس المخالفین مولوی اشرف علی التھانوی

قصیدہ نعمان میں۔ کہ اے سرداروں کے سردار آیا ہوں تیرے پاس قاصد ۔ امید رکھتا ہوں

تیری رضا جوئی کی اور حمایت کر ساتھ حمایت اپنی کی ۔

اور اسی طرح کہا امام بوصیریؒ نے قصیدہ بردہ میں ۔ اے مہربان ~~اخلاق والے~~ خلق کے آپکے سوا میرا

کوئی نہیں مصیبتوں کے وقت جسکی پناہ لوں ۔

اور اسیطرح کہا مولانا جامیؒ نے جو شرح جامی کے مصنف ہیں زلیخا میں

جدا ہے عالم کی جان نکل رہی ہے یا رسول اللہ رحم فرمایئے کیا آپ رحمۃ للعالمین نہیں ہیں پھر

ہم مجبوروں سے کیوں فارغ ہو بیٹھے ۔

اور کہا مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے تفسیر عزیزی میں

اے صاحب جمال والے اور اے بشر کے سردار آپکے چہرہ مبارک سے چاند منور ہے نہیں ممکن

تعریف تمہاری جیسا کہ حق ہے مختصر یہی ہے کہ خدا کے بعد آپ کی ذات بزرگ ہے

اور اسی طرح کہا غالفی کے سردار مولوی اشرف علی تھانوی نے

یاشفیع العباد خذ بیدی؛ انت فی الاضطرار معتمدی
نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ص ۱۹۴ حوالہ نمبر ۳ ۱۲۰ تاج

فتویٰ در جواز التوسل بالانبیاء والاولیاء عند الوہابیہ
عندنا وعند مشائخنا یجوز التوسل فی الدعاء من الانبیاء
والاولیاء والشہداء والصالحین عند حیاتہم وعند
بعد وفاتہم بہذا اللفظ اللّٰہم بیسئلک بوسیلۃ فلان
ویقول کہذہ الکلمات شیخ مولوی محمد اسحاق محدث دہلوی ثم
المکی۔ وفتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۹۳

اللّٰہم انصرنا علیہم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان نجد
صفتہ فی التوراۃ وبہذا الکلام یستفتحون الیہود الوسیلۃ
بجاہ النبی الکریم کما فی معالم التنزیل والخازن و
تفسیر الکبیر وتفسیر مظہری لقاضی ثناء اللّٰہ پانی پتی ص ۱۹۴ ج ۱
وتفسیر جمل الجلد الاول ص ۷۷ مطبوعہ مصر
وعن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب انا کنا نتوسل
الیک بنبینا علیہ السلام فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم النبی

اے شفاعت کرنے والے بندوں کے میرا ہاتھ پکڑ لیجیے اس لئے کہ تو میرا آپ پر اعتماد ہے معاً میں
فتویٰ جواز توسل میں انبیاء و اولیاء کیا تھا وہابیہ کے نزدیک۔ ہم اور ہمارے علماء توسل کو
دعاؤں میں جائز سمجھتے ہیں اولیاء و انبیاء و شہداء اور صالحین کا اُنکی حیات میں اور
بعد وفات میں ان الفاظ سے اے اللہ مجھ سے سوال کرتا ہوں بحق فلاں کے اور اس جیسے اور
کلمات کہے۔

اے اللہ مددگار ہو ہمارا نبی سے جو مبعوث ہو گیا آخر زمانہ میں نعت اُنکی ہم تورات میں پائی
اس کلام سے یہود وسیلہ کرتے تھے ساتھ بزرگی نبی علیہ السلام کے جیسا کہ معالم التنزیل اور خازن
میں اور تفسیر کبیر میں

اور روایت ہے انس بن مالک سے کہ عمر بن الخطاب ہم توسل کرتے تھے تیری طرف
نبی علیہ السلام سے پس تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم توسل کرتے ہیں تیری طرف
نبی علیہ السلام سے

فاسقنا قال فیسقون رواه البخاری صـ۱۳۷ جـ۱ المشکوٰة فی باب صلوٰة الاستسقاء۔

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اعترف آدم علیہ السلام بالخطیئة قال یا رب اسئلك بحق محمد لما غفرت لی فقال اللہ یا آدم کیف عرفت محمدا الخ فقال اللہ تعالیٰ اذ سئلتنی بحقہ فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك ۔شفاء السقام صـ۱۶۲،۱۶۱

وقال شاہ عبد العزیز محدث دہلوی۔ انا المرید ی جامع لشتاتہ اذا ما سطا جور الزمان بنکبة وان کنت فی ضیق وکرب ووحشة فناد بیا زروق آت بسرعة

بستان المحدثین صـ۱۳۵ واردو صـ۳۰۶

ومن انکر التوسل بہ بعد ہذین المعنیین فہو کافر مرتد یستتاب فان تاب والا قتل مرتدا۔ التوسل والوسیلة صـ۱۳ بیروت

واما دعاؤہ وشفاعتہ واستشفاع المسلمین بذالك فمن انکرہ فہو ایضا کافر۔ التوسل والوسیلة صـ۱۳ مطبوعہ بیروت لبنان

پس برسا ہم پر پس برسی بارش۔
روایت ہے عمر بن الخطابؓ سے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے جب سرزد ہوئی خطا آدم علیہ السلام سے کہا
اے رب سوال کرتا ہوں تجھ سے بوسیلہ محمدؐ کے بخشدے مجھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم کیونکر
جانتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الخ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تو مجھ سے محمدؐ کی وسیلہ سے مانگتا ہے
تو میں نے تجھے بخش دیا۔
اور کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے میں اپنے مرید کا اس کی پراگندیوں میں جامع ہوں
جبکہ جور زمانہ سختی کے ساتھ اس پر حملہ کرے گا اگر تو تنگی اور سختی میں ہو تو یا زروق
کہہ کر مجھے پکار میں جلدی آؤں گا

اور جس نے انکار کیا توسل کا ان معنیٰ سے پس وہ کافر و مرتد ہے توبہ کرے ورنہ قتل ہو گھر تو

اور وہ موجود ہے اور شفاعت ہے آپؐ کی اور نفع پہنچانا مسلمانوں کو آپؐ کے ساتھ پس جس نے
انکار کیا اس سے پس وہ اسی طرح کافر ہے۔

## استفتاء

اخذ الاجرة بلا شرط علی تعلیم القرآن جائز ام لا
بینوا توجروا؟

## الجواب بعون الملک الوهاب

اخذ الاجرة بلا شرط علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا
کما فی کتب الفقهاء۔ والمفتی الیوم بصحتها لان المنع فی
ذلک الزمان لرغبة الناس فی التعلیم وحسبة ومروة
المتعلمین فی مجازات الاحسان بالاستحسان بلا شرط
فی زماننا۔ شرح الیاس المجلد الثالث ص ۱۲۳

وبعض مشائخنا استحسنوا الاستیجار علی تعلیم القرآن الیوم
لانه ظهر التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ
القرآن وعلیه الفتویٰ۔ ہدایہ جلد الثالث ص ۳۰۳

وقال فی البریقة شرح الطریقة المحمدیة اذ لم یکن عقد ولا
شرط فقرءوا الروح المیت رضاء الله تعالی فاعطاه قریب
المیت شیئا من المال فجائز۔ البریقة ص

ویجوز الاستیجار علی القرءة والدعاء حادی القناوی ص ۱۹۷ مطبوعہ

## فتویٰ

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا جائز ہے یا نہیں بینوا و توجروا ؟

## جواب

اُجرت بلا شرط تعلیم قرآن پر لینا ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ کُتب فقہاء میں
اور فتویٰ اسکے جائز ہونے پر ہے اس لئے کہ منع اس زمانہ میں واسطے رغبت لوگوں
کے تعلیم میں از روئے حسبت اور کسانی متعلمین کیلئے بار ہے احسان بالاحسان
بغیر شرط کے جائز ہے۔

اور علماء ہمارے نے مستحسن جانا اُجرت تعلیم قرآن پر آج کل اس لئے کہ ظاہر
ہوا اپنانا امور دینیہ میں پس اسکے منع کرنے سے ضائع ہوتا ہے حفاظت قرآن کی
اور اسی پر فتویٰ ہے۔
اور کہا بریقہ شرح طریقہ محمدیہ میں جب کہ نہ ہو عقد اور شرط پس پڑھا جائے
میت کی روح کیلئے اور اسکی رضا کی خاطر پس دے قریب میت سے کچھ مال کے
پس جائز ہے۔
اور جائز ہے اُجرت قرأت اور دُعا پر۔

ویجوز الاستیجار علی تعلیم القرآن وقرءۃ القرآن عند القبر
عالمگیری تعلیم اللغۃ والادب ص ۲۷۲ جلد خامس۔
فثبت ان الاستیجار علی تعلیم القرآن جائز فی زماننا کما اختارہ
علماء المتاخرین۔
مفتی اعظم سرحد علامہ شائستہ گل صاحب المتوی ومولانا عبد السبحان القادری
ومولانا عامر القادری ہو الیجح المجیب المصیب مولانا محمد یعقوب قادری

## الغیب العطائی للنبی علیہ السلام

تعریف ماغاب عن العباد
اثبات بالآیات۔ قولہ تعالی فلا یظہر علی غیبہ احداً الا
من ارتضی من رسول پ ۲۹ الجن
وما ہو علی الغیب بضنین ای ما ہو البخیل علی الغیب
فان اللہ لا یخفی الغیب علی النبی علیہ السلام بل یظاہر
علیہ جمیع المغیبات
فان قلت النبی علیہ السلام لیس العالم بغیب لقولہ تعالی
وعندہ مفاتیح الغیب لا یعلمہا الا ہو۔ قل لا یعلم الغیب الا اللہ

اور جائز ہے اُجرت تعلیم قرآن پر اور پڑھنا قرآن کا قبر کے نزدیک۔
پس ثابت ہوا کہ اُجرت تعلیم قرآن پر ہمارے زمانہ میں جائز ہے جیسا کہ علماء متاخرین نے مختار کیا ہے۔

# غیب عطائی النبی علیہ السلام

تعریف جو غائب ہو آدمیوں سے
یہ قول رب تعالیٰ کا پس نہیں ظاہر کرتا تو غیب کو کسی پر مگر جس رسول پر راضی ہو جائے۔
اور نہیں وہ غیب بتانے میں بخیل پس اللہ تعالیٰ نہیں پوشیدہ کرتا غیب کو بلکہ ظاہر کرتا ہے تمام مغیبات کو آپ پر

پس اگر تو کہے کہ نبی علیہ السلام عالم الغیب نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اور اسکے ہاں غیب کی کنجیاں ہیں نہیں جانتا کوئی اسے مگر وہی۔ نہ ماد وہیں جانتا کوئی غیب

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔

قلنا

یعطی الغیب للنبی علیہ السلام کما قال اللہ تعالیٰ ذالک من انباء الغیب نوحیہ الیک وقال قاضی عیاضؒ فالنبوۃ فی لغۃ من ہمز ماخوذۃ من النبأ وھو الخبر والمعنی ان اللہ تعالیٰ اطلعہ علی غیبہ شفا شریف المجلد الاول ص ۲۴۱-۲۴۰

وقال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسولہ وان تؤمنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم۔ وقال الشاعر۔ تو دانائے ما کان وما یکون ہے

مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں۔

ای یا رسول اللہ ان اللہ تعالیٰ یعطی لک الغیب ولکن الوہابیۃ لا ینظرون الی غیبک۔

وقال حسین احمد اللہ نیوی مدنی للنبوۃ علم الملائکۃ وعلم التقدیر وعلم احوال الساعۃ وعلم الحشر والنشر وعلم الجنۃ والنار وعلم الحلال والحرام

سوائے اللہ کے اور اللہ کے نزدیک علم ہے قیامت کا اور نزول بارش کا اور جانتا ہے ارحام میں سب کچھ اور نہیں جانتا کوئی کس زمین پر مرے گا اللہ تعالیٰ عالم ہے بہرچیز

قلنا

سو نبی علیہ السلام کو علم غیب دیا گیا ہے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کیں اور کہا قاضی عیاض نے پس نبوت لغت میں ہمز ماخوذ ہے نبا اور خبر ہے اور معنی یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا آپ پر غیب کو اور یہ قول رب تعالیٰ کا اور نہیں رب تعالیٰ کہ اطلاع دے تم کو غیب پر ولیکن اللہ جس رسول کو چن لے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول پر اگر تم ایمان لائے اور ڈرے پس تمہارے لئے اجر عظیم ہے

شعر کا مطلب ۔ اے یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ولیکن وہابیہ آپکے غیب کو نہیں دیکھتے ۔

اور کہا حسین احمد مدنی نے دیوبندی نے نبوت کیلئے ملائکہ کا علم تقدیر کا علم اور قیامت کا علم حشر و نشر کا علم جنت و دوزخ کا علم حلال و حرام کا علم ۔

الشہاب الثاقب صہ ۱۱
من استو عب علے النبی صلی اللہ علیہ وسلم او اہانۃ فقد کفر کما فی خلاصۃ الفتاوی
فی بیان الفاظ و کلمۃ الکفر۔
و الوہابیہ یقولون و اما الغیب للنبی علیہ السلام فعالم علیہ و یدل و بیر
العیاذ باللہ۔

## علم ما فی الارحام للنبی علیہ السلام

اخرج الخطیب و ابونعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال حدثتنی ام الفضل
قال مررت بالنبی علیہ السلام فقال انک حامل بغلام اخرجہ الطبرانی فی الکبیر
و قال السیوطی بسند حسن صحیح کما فی جامع الکبیر۔

## علم بای ارض تموت

وفی صحیح مسلم عن انس رض ندب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناس
فانطلقوا حتی نزلوا بدرا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہذا مصرع
فلان و یضع یدہ علے الارض ہہنا و ہہنا فقال فما ماط احد عن مساز ال) و
ما تجاوز احدھم عن موضع ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی حدیثہ
عن امیر المؤمنین عمرؓ والذی بعثہ بالحق ما اخطؤا الحدود التی حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رواہ مسلم

جس نے نبی علیہ السلام کی عیب جوئی کی اور اہانت کی پس تحقیق وہ کافر ہے کما فی خلاصۃ الفتاویٰ
بیان الفاظ الکفر اور کلمہ کفر میں ہے۔
اور وہابیہ کہتے ہیں کہ غیب نبی علیہ السلام جیسا زید و عمر کیلئے بھی ہے۔ نعوذ باللہ

## ما فی الارحام کا علم

کہا خطیب نے اور ابو نعیم نے دلائل کے اندر روایت ہے ابن عباسؓ کہا کہ بتایا مجھے ام الفضلؓ نے
کہ گزری میں نبی علیہ السلام پر پس فرمایا آپؐ نے بیشک تو حاملہ ہے لڑکے پر

## علم کہ کونسی جگہ مرے گا

اور صحیح مسلم میں ہے روایت ہے انسؓ سے
یہاں تک کہ پہنچے بدر کو پس فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ یہ فلاں کی مرنے کی جگہ ہے
اور ہاتھ رکھا اپنا زمین پر جگہ جگہ پورا وی کہتے ہیں کہ نہیں ہلی تبدیل جگہ کسی کی جہاں
آپؐ نے ہاتھ رکھا تھا اور ایک حدیث میں روایت ہے امیر المومنین عمرؓ سے کہ قسم ہے جس نے
بھیجا آپؐ کو حق پر نہیں خطا ہوتی حدیں وہ جو حد رکھی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

## علم وینزل الغیث

اخرج البیہقی عن ابن عباس قال اصابتنا سحابة فخرج علینا النبی ﷺ
فقال ان ملکا موکلا بالسحاب دخل علی آنفا فسلم علی واخبرنی
انہ یسوق السحاب الی واد بالیمن یقال لہ ضریح فجاء نا راکب بعد ذلک
فسألناہ عن السحابة فاخبر انہم مطروا فی ذلک الیوم قال البیہقی ولہ
شاھد مرسل عن بکر بن عبد اللہ المزنی ان النبی علیہ السلام اخبر ناعن
مالک السحاب انہ یجیئی من بلد کذا وانہم مطروا یوم کذا واتاہ

صلی اللہ علیہ وسلم۔ الدولة المکیہ

## علم وماتدری نفس ماذا تکسب غدا

وفی الصحیحین عن سہل بن سعد فی حدیث خیبر قولہ
صلی اللہ علیہ وسلم لاعطین ھذہ الرایة غدا رجلا یفتح
اللہ علی یدیہ یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ فاعطاھا
علیا۔ فثبت انہ علیہ السلام کان یقول موکدا باللام
والنون فقد علم۔ الدولة المکیہ۔ لاحمد رضا خان بریلوی

## علم بارش کا

روایت کی ابن عباس سے بیہقی نے کہ پہنچا ہمیں بادل پس نکلے ہم پس نبی علیہ السلام پس فرمایا کہ بادل کا فرشتہ میرے پاس آیا اور مجھ پر سلام کیا اور مجھے بتایا کہ بارش ہوگی وادیٔ یمن میں جے ضرج کہتے ہیں پس آیا ایک مسافر سوار اسکے بعد پس ہم نے بادل کا پوچھا پس بتایا کہ یہ بارش کرینگے اسی دن میں لفظ بیہقی کا کہ اس واسطے شاہد مرسل تھا۔ روایت ہے بکر بن عبداللہ المزنی سے کہ تحقیق نبی علیہ السلام نے ہم کو بتایا بادل کے فرشتہ سے کہ یہ آئے فلاں شہر کو اور اس دن بارش کرینگے

## علم کہ صبح کوئی کیا کریگا۔

اور صحیحین میں ہے روایت سہل بن سعد سے حدیث خیبر میں کہ یہ قول آپ ﷺ کا کہ البتہ ضرور دوں گا یہ جھنڈا صبح اُس آدمی کو جس کے ہاتھوں اللہ فتح دے گا جسے محبوب رکھتا ہے اللہ اور رسول اُس کا اور وہ محبت رکھتا ہے اللہ و رسول کے ساتھ پس دیا وہ جھنڈا علیؓ کو پس ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام فرمارہے تھے ساتھ لام اور نون تاکیدی کے ساتھ پس تحقیق اُن کو علم تھا۔

## قول غوث اعظم رضی الله تعالیٰ عنہ

وقد ذکر شاہ عبد العزیز محدث الدہلویؒ فی تفسیر فتح العزیز والاطلاع علی اللوح المحفوظ بمطالعة النقوش ایضا منقول عن بعض الاولیاء الله تعالیٰ۔ کما قال سیدنا غوث اعظم عینی فی اللوح المحفوظ قال الامام القسطلانی فی ارشاد الساری شرح بخاری ولا یعلم متی تقوم الساعة احد الا الله والا من ارتضی من رسول فانہ یطلعہ علی ما یشاء من غیبہ والولی تابع لہ یاخذ عنہ۔

وقال العلامة حسن بن المدابغی فی حاشیة فتح المبین و فی شروح الاربعین للنووی، جمع الله تعالیٰ لم یقبض روح نبینا علیہ الصلوٰة والسلام حتی اطلعہ علی کل ما ابہم عنہ الا انہ امر بکتم بعض والاعلام ببعض۔ انتہی۔

وقال ابراہیم بیجوریؒ فی شرح قصیدة البردة۔ انہ لم یخرج النبی علیہ السلام من الدنیا الا بعد ان علمہ الله تعالیٰ بہذہ الامور (اعنی الخمس)

# ارشاد غوث اعظم کا

اور تحقیق ذکر کیا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز میں کہ اطلاع لوحِ محفوظ پر بمطالعہ نقوش کے اسی طرح منقول ہے بعض اولیاء اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ فرمایا سیدنا غوث اعظمؓ نے میری آنکھیں لوح محفوظ پر ہیں امام قسطلانی نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں اور نہیں جانتا کوئی کہ کب قیامت قائم ہوگی سوائے اللہ کے مگر جس رسول پر اللہ راضی ہو جائے پس وہ مطلع کرتا ہے اُسے جس پر چاہے غیب سے اور ولی تابع ہے نبی کو اُس سے لیتا ہے۔

اور کہا علامہ حسن بن عراقی نے حاشیہ فتح المبین اور شرح اربعین نووی میں اجماع ہے اس پر کہ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی روح قبض نہیں کی حتیٰ کہ مطلع کیا آپؐ کو تمام پر اُس سے مگر کہ آپؐ مامور ہیں پوشیدہ کرنے پر اسے بعض پر اور بتانے بعض پر

اور کہا ابراہیم بیجوری نے شرح قصیدہ بردہ میں کہ نبی علیہ السلام نہیں گئے دنیا سے مگر بعد کہ علم دیا آپ کو امور خمسہ کا۔

# شفاعة النبی علیہ السلام للمؤمنین

ثبت بنص قطعی لا ریب فیہ لقولہ تعالیٰ : یومئذ لا تنفع الشفاعة الا من اذن لہ الرحمن ورضی لہ قولا

سورہ طٰہٰ۔

وفی ہذہ عقیدة الوہابیة ایضا فیہ لیس احد بشافع من النبی والولی ومن اعتقد انہما شفیع ہو مشرک کابوجہل

تقویة الایمان ص

ثم قلنا قولہ تعالیٰ ولا تنفع الشفاعة عندہ الا لمن اذن لہ سورہ سبأ وقولہ تعالیٰ ما من شفیع الا من بعد اذنہ

سورہ یونس۔

واما السنة فما روی عن عثمان یشفع یوم القیمة ثلاثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء۔ جامع صغیر ص ٢٠٧/ج٢

شفاعتی لاہل الکبائر من امتی مشکوٰة ص ٤٩٤

شفاعتی لاہل الذنوب من امتی جامع صغیر ص ٣٣/ج٢

فثبت ان الانبیاء والاولیاء شفیع للمذنبین یوم القیمة ومن انکر من الشفاعة کالوہابیة فالنبی لا یشفع لہ والوہابیة حرم علیہم الشفاعة کما فی فتح الباری من کذب بالشفاعة فلا نصیب لہ فیہا

فتح الباری ص ١٩٠/ ٢٧ رض

شافع ہونا نبی علیہ السلام کا مومنوں کیلئے۔

شفاعت نص قطعی سے ثابت ہے اسمیں کوئی شک نہیں واسطے قول رب تعالیٰ کے اُس دن
نفع نہ دیگی شفاعت مگر کہ جسے اذن دے رب تعالیٰ اور راضی ہو اس پر
اور اس جگہ میں وہابیہ کا عقیدہ ہے کہ کوئی نبی ولی شفاعت نہیں کرسکتا اور جس نے اُن کو شفیع
اعتقاد کیا وہ ابوجہل جیسا مشرک ہے

پھر ہم کہتے ہیں کہ فرمان رب تعالیٰ کا اور اسکے نزدیک شفاعت نفع نہیں دیتی مگر جسے حکم دے
اور یہ قول رب تعالیٰ کا کوئی شفیع نہیں مگر اس کے حکم کے بعد

اور حدیث میں جو روایت ہے عثمانؓ سے شفاعت کرینگے قیامت کے دن تین انبیاء
علماء شہداء۔

میری شفاعت بڑے گنہگاران اُمت کیلئے۔

وقال الامام الاعظم شفاعة الانبياء حق و
شفاعة نبينا عليه الصلوٰة والسلام للمؤمنين
المذنبين ولأهل الكبائر منهم المستوجبين للعقاب
حق ثابت شرح عقائد ص ۸۷ و فقه اکبر ص ۳
وانکار شفاعت بدعت و ضلالت است چنانکه خوارج وبعض
معتزلہ براں رفتند۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد الرابع ص ۴۰۸
و شفاعت الاولیاء ایضا ثابت باحادیث کثیرۃ
فمن الاول عن ابن عباس قال النبی علیہ الصلوٰۃ و
السلام سیکون فی امتی رجل یقال لہ اویس بن عبداللہ
القرنی وان شفاعتہ فی امتی مثل ربیعۃ و مضر جامع الصغیر ص ۳۰ ج ۲
فان قلت الولی لیس بشافع یوم القیمۃ
قلنا
الولی تابع للنبی فکیف شفاعۃ الاولیاء لا ینتفع للمذنبین
بما ذکرنا۔ والولی کان عالما۔ ان کان الولی لیس بعالم
فہو لیس بولی۔
ونعتقد ان شفاعۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وجمیع الانبیاء
والصالحین حق ولکن بعد اذن اللہ للشافع۔
قواعد الادلۃ ص ۱۴ مطبوعہ بیروت

پس ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیاء شافع ہونگے مومنین کیلئے قیامت کے دن۔ اور جسنے انکار کیا شفاعت سے جیسے وہابیہ کے پس نبی علیہ السلام اُس کیلئے شفاعت نہیں کریں گے۔ اور وہابیہ پر شفاعت حرام ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے جس نے شفاعت کو جھٹلایا اُس کیلئے اُس میں کوئی حصہ نہیں۔

اور کہا امام اعظمؒ نے شفاعت انبیا کی حق ہے اور شفاعت نبی علیہ السلام کی مومن گنہگاروں کیلئے اور بڑوں کیلئے جو مستوجب ہیں عذاب کے حق ہے ثابت ہے۔
اور انکار شفاعت بدعت و گمراہی ہے جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا عقیدہ ہے۔

اور شفاعت اولیاء اللہ کی بھی احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ روایت ہے ابن عباس سے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے عنقریب میری اُمت میں ایک اویس بن عبد اللہ قرنی نامی شخص ہوگا۔

اور اُسکی شفاعت میری اُمت میں مثل ربیعہ و مضر کی ہوتی۔
اگر تعجب ہے کہ ولی دن قیامت کے شفیع نہیں ہو سکتا

قلنا

ولی تابع ہوتا ہے نبی کے پس کیونکر اولیاء کی شفاعت گنہگار مومنین کو نہ ہوگی جیسے ہم نے ذکر کیا ہے اور ولی ہوتا ہے عالم۔ اگر وہ عالم نہ ہو تو وہ ولی ہی نہیں۔

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ شفاعت نبی علیہ السلام کی اور تمام انبیاء کی حق ہے۔ ولیکن اللہ کے اذن کے بعد۔

## ایصال الثواب للاموات

هی ثابت بدلیل قطعی وقد تواترت بہ الاخبار ان کان بالدعاء او المال ۔

"قولہ تعالیٰ وصل علیہم ان صلوٰتک سکن لهم" التوبۃ پ ۱۱ ۔

واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات سورہ محمد پ ۲۶

والملئکۃ یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض شوریٰ پ ۲۵

واما السنۃ فما روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جابر قال شهدت مع رسول اللہ الاضحیٰ فی المصلیٰ فلما قضی خطبتہ نزل من منبرہ واتی بکبش فذبحہ رسول اللہ بیدیہ وقال بسم اللہ اللہ اکبر هذا عنی وعمن لم یضح من امتی رواہ ابوداؤد باب العیدین عن ابی هریرۃ اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ جامع الصغیر ص ۲۹ ج ۱

وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتهم عنهم نفع لهم خلافاً للمعتزلۃ شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲ الطحاوی ص ۲۲۱ شرح القاری للفقہ اکبر ص ۱۹۵ وفتح القدیر المجلد الاول ص ۴۰۴ ۔

## مُردوں کیلئے ایصال ثواب

یہ ثابت ہے دلیل قطعی سے اور اس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اگرچہ ہو
ساتھ مال کے اور دُعا کے۔

یہ قول رب تعالیٰ کا او دعا بھیجو ان پر تحقیق آپؐ کی دُعا اُن کیلئے تسکین ہے۔
اور بخشش مانگیں آپ گنہگار مومنوں اور مومنات کیلئے
اور ملائکہ تسبیح کرتے ہیں ساتھ حمد اپنی رب کے اور زمین والوں کیلئے بخشش مانگتے ہیں۔
اور حدیث جو ہے نبی علیہ السلام کی روایت ہے جابر سے کہا کہ حاضر تھے ہم ساتھ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عید الضحٰے میں عیدگاہ میں جب آپؐ خطبہ پڑھ کر فارغ ہوئے
پھر اُترے منبر سے لایا گیا ایک گوسفند پس ذبح کیا اُسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر۔ یہ میری قربانی اور جو میری اُمت سے نہیں کرسکتا اُس کیطرف
سے ہے۔

روایت ہے ابو ھریرہؓ سے جب وقت فوت ہو انسان منقطع ہوتے ہیں عمل اُسکے سوائے تین کے
صدقہ جاریہ۔ اور علم کہ نفع حاصل کرے اُس سے یا بچہ صالح کہ دُعا کرے اس کیلئے۔
اور دُعا کرنا زندوں کا اور صدقہ دینا مردوں کیلئے نفع ہے اُن کے لئے خلاف ثابت
ہے معتزلہ کیلئے۔

اور شرح بخاری میں ہے کہ صدقہ نافلہ مٹانے والا ہے بہت گناہوں کو جو داخل کرتے ہیں
دوزخ میں۔
آزاد کیا اگر غلام تو ثواب میت کو ہوگا اور اسی طرح صدقات اور دعوات مال

وفی شرح البخاری القسطلانی۔ الصدقۃ النافلۃ ماحیۃ لکثیر
من الذنوب المدخلۃ النار کتاب العلم ص ۱۹۰ فتح القدیر ص ۲۰۲
اعتق عبدہ عن ابیہ فالاجر للمیت ان شاء اللہ تعالیٰ و
کذا الصدقات والدعوات لا بویہ وکل مومن یکون
الاجر لھم من غیر ان ینقص من اجرالا بن شئ علی الصحیح
من مذھب جمھور العلماء۔ درمختار۔ شامی ص ۷۹
ویستحب ان یتصدق علی المیت بعد الدفن الیٰ سبعۃ ایام
کل یوم بشئ مما تیسر طحطاوی کتاب الجنائز ص ۳۷۳ اشعۃ اللمعات ص ۴۳۳
ص ۳۶۳ شامی جنائز ص ۶۳۰ فتح القدیر ص ۳۶۵ کبیری ص ۶۵۸ بر ہنہ ۱۲

## الضیافۃ ممنوع عند اھل المیت

وقال بعض الجھال من الوھابیۃ ان الطعام مکروہ عند اھل المیت
الیٰ ثلثۃ ایام؟ قلنا
صرح الفقھاء ان الطعام مکروہ عند اھل المیت ھو الضیافۃ کما
فی خلاصۃ الفتاوی۔ لا یباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثۃ ایام
خلاصۃ الفتاوی جلد ثانی ص ۵۳۶ تتارخانیہ والھندیہ جلد اول ص ۲۲۵

ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت۔ فتح القدیر جلد اول صـــ۳۰۲ و
کبیری الجنائز صـــ۵۷۵ و شامی صـــ۶۰۳ جنائز
ولبعض الجہال من الوہابیۃ والنجدیۃ ان اتخاذ الطعام فی
اہل المیت منع مطلقا بدلیلہم وہو الحدیث روی عن جریر
بن عبد اللہ قال کنا نعد وفی روایۃ نری الاجتماع الی اہل المیت
وصنعہم الطعام من النیاحۃ رواہ احمد وکبیری صـــ۵۷۵

## قلنا

ان الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ صرح ان ہذ الحدیث فی حق الضیافۃ
فقط۔ ویکرہ اتخاذ الضیافۃ من اہل المیت لانہ شرع فی السرور
لا فی الحزن وقالوا ہی بدعۃ مستقبحۃ لما روی امام احمد عن
جریر بن عبد اللہ الحدیث۔ کبیری صـــ۵۷۵ وشامی جلد اول صـــ۶۰۳
فثبت جواز ایصال الثواب فیایہا الوہابیۃ کلوا باسم اللہ لان
ایصال الثواب سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عامر القادری غلام از غلامان مصطفیٰ و عبد المصطفیٰ ۱۰ / ۱۹۷۶ء
دار العلوم قادریہ سبحانیہ ڈرگ کالونی ع ۵ کراچی ع ۲۵ پاکستان

# فہرس العقائد الصحیحة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوٰۃ والسلام علی نبیّه ورسوله المصطفٰی وعلی اٰله واصحٰبه البررۃ التقی

امّا بعد فیقول العبد الضعیف محمد حسن الفاروقی الحنفی انّی رأیت فی ھذا الزمان اختلافًا کثیرًا بین الحنفیة والوھابیة فی العقائد حتی فی الالٰھیات و الرسالة ومسائل الشریعة المتعلقة بالعقائد وانجر اختلافھم الی تکفیر البعض بعضًا وافترقت الامۃ افتراقًا فاحشًا فاردت اظھار عقائد اھل السنة والجماعة فی جزء مرعیًا للاختصار مجتنبًا عن ذکر اقاویلھم الّا بقدر الضرورۃ راجیًا حفظ عقائد المسلمین من الزیغ والزلل لعل اللہ ینفع به عبادہ فانه علٰی مایشاء قدیر وبالاجابة جدیر۔ ولیعلم انّی ما استدل فی ھذہ الرسالة بالاحادیث الشریفة و

الحمد للہ وکفٰی۔ والسلام علی نبیه ورسوله المصطفٰی وعلی اٰله واصحابه البررۃ اھل التقٰی۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد عبد ضعیف محمد حسن فاروقی حنفی گذارش کرتا ہے کہ عہد حاضر میں وہابیہ اور حنفیہ کے درمیان کمال اختلاف پڑا ہوا ہے عام عقائد میں حتٰی کہ الٰہیات میں و نبوت و رسالت میں اور ان مسائل شرعیہ میں بھی اختلاف ہے جو عقائد سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ اختلاف اب ایک دوسرے کی تکفیر تک پہنچ چکا ہے جس کی وجہ سے امت محمدیہ میں ناگفتہ بہ تشتت وافتراق پڑ گیا ہے اس لئے میں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس مختصر سی کتاب میں اہل السنّت والجماعۃ کے عقائد مختصر طور پر بیان کروں۔ اور حتی الوسع مخالفین کے اقوال نقل کرنے سے کنارہ کش رہوں مگر بقدر ضرورت نقل بھی کروں گا اور خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو کجروی اور اغلاط سے محفوظ رکھ کر اس کتاب کی طفیل سے ان کو فائدہ پہنچائے آئندہ خدا مالک ہے جو چاہے کرے انہی کی بارگاہ عالی میں میری درخواست منظور ہو سکتی ہے۔ واضح ہے کہ میں اس رسالہ میں عموماً نہ احادیث شریف سے دلیل پیش کروں گا نہ

اقوال الائمة والعلماء الاخلاء
توقياً لساحتهم السنية عن
شر السنتهم الشنيعة فانهم
ان لم يوافق حديث بمعتقداتهم
قالوا هذا ضعيف او موضوع
وان استدل بذلك الحديث
اكابر الائمة كالغزالي والسيوطي
وامام الحرمين والشيخ
عبد الحق الدهلوي
والشيخ علي القاري وامثالهم
في كتبهم وان لم يوافق رأيهم
قول الائمة واكابر الدين تعرضوا
لقدحهم وسبهم فالى الله المشتكى
فاستملت غالباً في ترديد
اباطيلهم بالآيات القرآنية
التي لا يأتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه تنزيل من
حكيم حميد ومع ذلك الاعي
الانصاف في محل الاختلاف وما
اصر على باطل وسميت الرسالة
(بالعقائد الصحيحة) واقدم ما ذكره
الامام حجة الاسلام محمد الغزالي
رحمه ربه في باب التوحيد
والالهيات والرسالة

اقوال ائمہ سے اور نہ اقوال علمائے اسلام سے
مگر بقدر ضرورت پیش کرتا جاؤں گا۔ تاکہ ان کی
قابل قدر تحقیقات شرعیہ مخالفین کی بدزبانی
سے محفوظ رہیں کیونکہ ان کی عادت
ہے کہ کوئی حدیث جب ان کے خیال کے
مطابق نہ ہو تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ وہ ضعیف
ہے یا موضوع ہے اگرچہ اکابر اسلام
نے اس حدیث کو استدلال کے موقعہ پر
پیش کیا ہو چنانچہ جناب امام غزالی امام سیوطی شیخ
عبد الحق محدث دہلوی اور محدث ملا علی قاری
وغیرہم ایسے استدلال پیش کر چکے ہیں
اور مخالفین حسب عادت المتدین اور اکابر
اسلام کے ایسے استدلالات جب دیکھتے ہیں تو
ان کے حق میں گستاخی کرنا شروع کر دیتے ہیں
خدا ہی ان کو سنبھالے۔ اس لئے میں عموماً اس
موقعہ پر قرآنی آیات ہی پیش کروں گا جس کی
مخالفت ادھر ادھر سے نہیں ہو سکتی کیونکہ
وہ خدائے حکیم وحمید کا کلام ہے۔ علاوہ ازیں
موضع اختلاف میں انصاف سے فیصلہ کروں گا
اور قول باطل پر قدم نہ جماؤں گا۔ اس کے بعد
اس رسالہ کا نام میں نے العقائد الصحیحۃ
رکھا ہے۔ اب سب سے پہلے میں وہ مضمون
لفظ بلفظ پیش کرتا ہوں۔ جو حضرت امام حجۃ الاسلام
محمد الغزالی رحمہ اللہ نے توحید الہیات اور منصب

بلفظه من کتابه قواعد العقائد
فانه فی غایة الجودة فقال رحمة
الله علیه الحمد لله
المبدیء المعید الفعال لما
یرید ذی العرش المجید
والبطش الشدید الهادی صفوة
العبید الی المنهج الرشید و
المسلک السدید المنعم علیهم
بعد شهادة التوحید بحراسة
عقائدهم من ظلمات التشکیک
والتردید۔ السالک بهم الی
اتباع رسوله المصطفی صلی الله
علیه وسلم واقتفاء آثار
الصحابة الاکرمین المکرمین
بالتائید والتسدید المتجلی
لهم فی ذاته وافعاله
بمحاسن اوصافه التی
لا یدرکها الا من القی السمع
وهو شهید المعرف
ایاهم انه فی ذاته واحدٌ
قدیمٌ لا اول له ازلیٌّ
لا بدایة له مستمر الوجود
لا آخر له ابدیٌّ لا نهایة
له قیوم لا انقطاع له

رسالت کے متعلق اپنی کتاب قواعد العقائد
میں بیان کیا ہے کیوں کہ وہ مضمون اس مقام
کے لئے بہت ہی موزوں ہے۔ آپ لکھتے
ہیں کہ الحمد للہ المبدئ المعید
الفعال لما یرید ذی العرش المجید
والبطش الشدید الهادی صفوة
العبید الی المنهج الرشید۔ و
المسلک السدید۔ المنعم علیهم
بعد شهادة التوحید بحراسة
عقائدهم من ظلمات التشکیک
والتردید۔ خدا تعالے نے اپنے برگزیدہ
بندوں کو جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے لئے
انتخاب کر لیا ہوا ہے اور آپ کے صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم کے نقش قدم پر چلنے
کے لئے چن لیا ہے اپنی تائید اور توفیق سے
خدائے تعالے اپنی ذات اور اپنے افعال میں
اپنے اوصاف حسنہ کے ذریعے سے جلوہ گر ہے
مگر ان صفات کو وہی دریافت کر سکتا ہے جو
غور سے سنے اور خدا کو حاضر و ناظر سمجھے۔ اس
نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہ اپنی ذات میں یگانہ ہے
ایسا قدیم ہے جس کی ابتدا نہیں۔ ہمیشہ موجود ہے
جس کی آخری حد نہیں۔ ازل و ابد میں موجود ہے
جس کی انتہا نہیں مستقل بالذات ہے کسی قسم

دائم لا انصرام له لم یزل
ولا یزال موصوفا بنعوت
الجلال لا یقضی علیه بالانقضا
والانفصال بتقدم الاباد
وانقراض الاجال بل هو
الاول والآخر والظاهر
والباطن وهو بکل
شیء علیم۔

(التنزیه) وانه لیس بجسم
مصور ولا جوهر محدود
ومقدر وانه لا یماثل
الاجسام فی التقدیر ولا فی قبول
الانقسام وانه لیس بجوهر
ولا تحله الجواهر ولا بعرض
ولا تحله الاعراض بل لا
یماثل موجودا ولا یماثله
موجود لیس کمثله شیء ولا
هو مثل شیء وانه لا یحده
المقدار ولا تحویه الاقطار
ولا یحیط به الجهات ولا تکتنفه
الارضون ولا السموات وانه
مستو علی العرش
علی الوجه
الذی قاله

کی کسر اس کی ذات میں باقی نہیں، دائم
وقائم ہے جس کا خاتمہ نہیں، صفات جلالیہ
کے ساتھ ازلی و ابدی موجود ہے۔ اس کے
متعلق یہ کبھی فیصلہ نہیں دیا جاسکتا کہ
اس کی دائمی زندگی کے اوقات ختم ہو چکے
ہیں یا اس کی مدت حیات گذر چکی ہے
وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے
وہی باطن ہے اور وہی ہر چیز کو ہمیشہ سے
جانتا بھی ہے (تقدیس الہی یوں ہے کہ)
خدا کسی جسم اور صورت میں نہیں نہ محدود
چیز ہے جس کا تخمینہ لگایا جائے۔ کسی جسم کی
مثل بھی نہیں کہ اس میں قیاس لگایا جائے
یا اس کی تقسیم ہو سکے۔ نہ وہ ٹھوس مخلوق ہے
نہ غیر مستقل چیز ہے جو دوسرے کے آسرے
سے پائی جائے۔ نہ وہ صفاتی چیز ہے نہ صفتی
ناپائدار چیزوں کا مرکز ہے۔ وہ کسی ہستی کی
مثل نہیں، نہ کوئی ہستی اس کی مثل ہے
بلکہ اس کی مثال کی بھی مثال نہیں اور نہ ہی
اس کی مثال کسی چیز کی مثل ہے۔ کوئی مقدار
اس کو محدود نہیں کرتی۔ نہ اطراف اس کو
اپنے اندر سمیٹ سکتے ہیں۔ کوئی جہت اسے
اپنے احاطہ میں نہیں لا سکتی۔ زمین و آسمان
بھی اسے نہیں سنبھال سکتے۔ وہ اپنے عرش
پر قائم ہے مگر اسی طرح جو اس نے خود کہا ہے

وبالمعنى الذي أراده
استواءً منزّهاً عن المماسة
والاستقرار والتمكن والحلول
والانتقال لا يحمله العرش
بل العرش وحملته محمولون
بلطف قدرته ومقهورون
في قبضته وهو فوق العرش
والسماء وفوق كل شيء إلى
تخوم الثرى فوقية لا
تزيده قربا الى العرش
والسماء كما لا تزيده
بعدا عن الارض والثرى
بل هو رفيع الدرجات
عن العرش والسماء كما
أنه رفيع الدرجات عن
الارض والثرى وهو مع ذلك
قريب من كل موجود
وهو اقرب الى العبد من
حبل الوريد وهو على
كل شيء شهيد ولا يماثل
قربه قرب الاجسام كما لا
يماثل ذاته ذات الاجسام
وانه لا يحل في شيء ولا
يحل فيه شيء تعالى عن ان

اور اسی کیفیت سے جو اس کے اپنے ارادہ
میں ہے اس کا وہ قیام اتصال اور چھونے
سے بالاتر ہے۔ اور اندراج اور جذب سے
الگ ہے۔ اس میں انتقال بھی نہیں۔
عرش اسے اٹھائے ہوئے بھی نہیں بلکہ
وہ خود اپنے عرش کو اور اس کے اٹھانے
والے فرشتوں کو اپنے دستِ قدرت
سے اٹھائے ہوئے ہے اور اس کے
قبضہ میں مغلوب ہیں۔ وہ عرش پر ہے
اور آسمان پر بھی بلکہ تحت الثریٰ تک
ہر چیز پر فائق ہے۔ یہ فوقیت نہ اسے
آسمان اور عرش کے قریب کرتی ہے
اور نہ زمین اور تحت الثریٰ سے دور لے
جاتی ہے۔ وہ عرش و آسمان سے بالاتر
مرتبہ رکھتا ہے جس طرح کہ زمین اور تحت
الثریٰ سے بالاتر ہے، تاہم وہ ہر چیز کے
قریب ہے اور شہ رگ سے زیادہ اپنے
بندہ کے قریب ہے اور ہر چیز کا نگران حال
بھی ہے کیونکہ وہ اس طرح قریب نہیں
جس طرح کہ جسم قریب ہوتے ہیں اور اسی
طرح اس کی حقیقت کسی جسمانی حقیقت
سے نہیں ملتی۔ نہ وہ کسی میں حل اور
تبدیل ہوتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں
حل اور تبدیل ہو سکتی ہے۔ وہ اس

يحويه مكان كما تقدس
عن ان يحدّه زمان بل كان
قبل ان خلق الزمان والمكان
وهو الآن على ما عليه
كان وانّه بائن من خلقه
بصفاته ليس في ذاته
سواه ولا في سواه ذاته
وانّه مقدس عن التغيير
والانتقال لا تحله الحوادث
ولا تعتريه العوارض بل
لا يزال في نعوت جلاله
منزها عن الزوال وفي
صفات كماله مستغنيا
عن زيادة الاستكمال و
انّه في ذاته معلوم الوجود
بالعقول مرئي الذات
بالابصار نعمة منه ولطفا
بالابرار في دار القرار واتماما
للنعيم بالنظر الى وجهه الكريم
الحيوة والقدرة وانه تعالى
حيٌّ قادرٌ جبارٌ قاهرٌ لا
يعتريه قصور ولا
عجز ولا تاخذه
سنة ولا نوم

سے بھی بالاتر ہے کہ کوئی مکان اسے اپنے
اندر سمیٹ لے جس طرح کہ اس امر سے بھی
بالاتر ہے کہ کوئی زمانہ اسے محدود کرے
بلکہ وہ خود زمانہ اور مکان پیدا کرنے سے
پہلے موجود تھا۔ اور اب بھی اسی طرح موجود
ہے، جیسا کہ پہلے تھا۔ وہ اپنے صفات
میں اپنی مخلوق سے نرالا ہے۔ اس کی ذات
میں اس کا غیر موجود نہیں نہ غیر میں وہ موجود
ہے۔ وہ تغیر و تبدل سے پاک ہے نہ حوادث
اس میں جاگزیں ہیں اور نہ صفاتی ناپائدار
حالات اس میں موجود ہیں بلکہ وہ اپنے
جلال میں موجود ہے اور زوال سے پاک
ہے۔ وہ اپنے صفات کاملہ میں موجود ہے
کسی اور تکمیل کی اسے ضرورت نہیں صرف
عقل سے اس کا وجود معلوم ہو سکتا ہے
اس کی ذات بھی آنکھ سے دیکھی جا سکتی
ہے، جب کہ دوسری دنیا میں اپنے نیک
بندوں پر فضل و کرم کی نگاہ کرے گا اور
اپنے مبارک چہرہ کے دیدار سے ان کی
تکمیل نعمت کرے گا۔ (خدا کی زندگی اور طاقت
کا بیان یہ ہے کہ) وہ زندہ، طاقتور، صاحب
قدرت، ہر چیز پر غالب، ہر شکستہ دل کا
سہارا ہے۔ اس میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں
اور نہ عاجزی، نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔

ولا يعارض عنده فناءٌ ولاموتٌ
وانّه ذوالملك والملكوت
والعزّة والجبروت له
السلطان والقهر والخلق
والامر والسموات مطويات
بيمينه والخلائق مقهورون
في قبضته وانّه المنفرد
بالخلق والاختراع
المتوحّد بالايجاد و
الابداع خلق الخلق
واعمالهم وقدّر ارزاقهم
وآجالهم لايشذّ عن
قدرته مقدورٌ ولا
يعزب عن قدرته
تصاريف الامور لا
تحصى مقدوراته ولا
تتناهى معلوماته العلم
وانّه عالم بجميع
المعلومات محيط
علمه بما يجري
في تخوم الارضين
الى اعلى السموات
وانّه عالم لايعزب
عن علمه مثقال

اندا سے فنا اور موت سے پالا پڑا ہے۔
وہ حکومت اور بندوبست کا مالک ہے
عزت اور غلبہ کا بھی مالک ہے۔ مخلوق
پر تسلط اور غلبہ اُسی کا ہے۔ وہی نسل
سے پیدا کرتا ہے اور وہی کُن کہنے سے
پیدا کرتا ہے۔ تمام آسمان اس کے
دستِ قدرت کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے
ہوئے ہیں۔ تمام مخلوقات اس کے قبضہ
میں مغلوب ہے۔ صرف وہی مادہ اور مادہ
کے بغیر پیدا کرسکتا ہے۔ اپنی ایجاد و
اختراع میں یکتا ہے۔ اس نے ہی اپنی
مخلوقات کو اور اس کے اعمال کو پیدا
کیا ہے۔ اسی نے اس کی روزی اور
موت کا صحیح اندازہ لگایا ہے۔ کوئی مخلوق
اس کی قدرت سے خارج نہیں ساری
کائنات کے تصرفات بھی اس کی
قدرت سے باہر نہیں۔ اسکی قدرتوں
کا اندازہ نہیں لگایا جاتا۔ اور نہ ہی اس
کے معلومات کی کوئی انتہا ہے (خدا
کے علم کا بیان یوں ہے کہ) وہ تمام
اشیاء کا عالم ہے۔ اس کا علم تمام ان
چیزوں پر حاوی ہے، جو زمین کے
کناروں سے لے کر اوپر کے آسمانوں
تک جاری ہیں۔ ایسا عالم ہے کہ اسکے

ذرة في الارض ولا في
السماء بل يعلم دبيب النملة
السوداء على الصخرة الصماء
في الليلة الظلماء ويدرك
حركة الذر في جو الهواء
ويعلم السر واخفى ويطلع
على هواجس الضمائر و
حركات الخواطر وخفيات
السرائر بعلم قديم
ازلي لم يزل موصوفا في
ازل الآزال لا بعلم متجدد
حاصل في ذاته بالحلول
والانتقال۔ الارادة والله
تعالى مريد للكائنات
مدبر للحادثات فلا يجري
في الملكوت قليل او
كثير صغير او كبير
خير او شر نفع او ضر
ايمان او كفر عرفان او
نكر فوز او خسران
زيادة او نقصان طاعة
او عصيان الا بقضائه و
قدره وحكمته ومشيئته
فما شاء كان وما لم يشاء

علم سے ذرہ بھر بھی زمین و آسمان کی کوئی
چیز باہر نہیں، بلکہ ٹھوس پتھر پر جب
چیونٹی سخت اندھیری رات میں دبے پاؤں
چلتی ہے، تو اس کی رفتار سے بھی آگاہ ہے
اور جو ذرات ہوا میں اڑتے ہیں، اُن کی
حرکت کو بھی جانتا ہے۔ وہ راز اور راز سے
پوشیدہ تر بات کو بھی جانتا ہے، دل کے
خیالات اور خیالات کی حرکات بھی جانتا
ہے۔ اور پوشیدہ سے پوشیدہ بھید
کو بھی جانتا ہے۔ مگر اس کا یہ علم ازلی
ہے، جو ہمیشہ سے ہمیشہ میں اس کی
صفت ہے۔ وہ کسی نو پیدا علم سے نہیں
جانتا جو کبھی اس کی ذات میں آئے اور کبھی
نکل جائے۔ (اللہ تعالے کے ارادہ کا بیان
یوں ہے کہ) وہ مخلوقات میں اپنا ارادہ برتتا
ہے تمام نو پیدا مخلوق میں انتظام کرتا ہے
جو بھی اس کی بادشاہت میں کم و بیش، خورد
وکلاں، دکھ سکھ، نفع و ضرر، ایمان و کفر، خدا
شناسی یا انکار، کامیابی یا ناکامی، زیادتی یا
نقصان، فرمانبرداری یا بیفرمانی ہوتی ہے
اسی کی قضا و قدر اور حکمت و مشیت
سے ہوتی ہے۔ جسے چاہے،
وہ موجود ہوجاتا ہے اور جسے نہ
چاہے وہ موجود نہیں ہوتا

لم يكن لا يخرج عن مشيته
لفتة ناظر او فلتة خاطر بل
هو المبدئ المعيد الفعال
لما يريد لا راد لحكمه ولا معقب
لقضائه ولا مهرب لعبد من
معصيته الا بتوفيقه و رحمته
ولا قوة على طاعته الا بمشيته
وارادته فلو اجتمع الانس والجن
والملئكة والشياطين على ان
يحركوا في العالم ذرة او يسكنوها
دون ارادته ومشيته لعجزوا
عن ذلك وتلك ارادته
قائمة بذاته في جملة صفاته
لم يزل كذلك موصوفا بها
مريدا في ازله لوجود الاشياء
في اوقاتها التي قدرها
فوجدت في اوقاتها كما
اراده في ازله من غير تقدم
ولا تاخر بل وقعت على
وفق علمه وارادته من غير
تبديل ولا تغيير دبر الامور
لا بترتيب افكار ولا تربص
زمان فلذلك لم يشغله شان
عن شان . السمع . والبصر . والله

اسکی مرضی سے آنکھ کی ایک نگاہ بھی باہر نہیں
اور دل کا کوئی خیال بھی باہر نہیں، بلکہ وہی
تو پیدا کرنے والا اور دوبارہ پیدا کرنے والا ہے
جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہی کرتا ہے. کوئی
اس کے حکم کو روکنے والا نہیں. نہ ہی اسکے
فیصلہ پر کوئی نکتہ چین ہے. انسان گناہ کسی
سے بچ سکتے ہیں اسکی توفیق اور رحمت کے بغیر چارہ نہیں
اور فرمانبرداری میں اسکے ارادہ اور مشیت کے سوا
مجال نہیں. اگر تمام انسان جن، فرشتے اور شیطان
بھی جمع ہو کر سلسلہ کائنات میں ایک ذرہ کو بھی
حرکت دیں یا اسکے ارادہ کے بغیر اسے ساکن کرنا
چاہیں تو اس سے عاجز ہو جائینگے. خدا کا ارادہ
اسکی اپنی ذات میں باقی صفات کیطرح قائم ہے.
وہ بدستور اس سے موصوف رہا ہے. زمانہ ازلی
میں اس نے ارادہ کیا کہ سلسلہ مخلوقات ٹھیک وقت
پر پیدا ہو جو اس نے تجویز کیا تھا چنانچہ جسطرح
اس نے زمانہ ازل میں کسی تقدم و تاخر کے بغیر چاہا تھا
اسی طرح کائنات معرض ظہور میں آ گئی بلکہ اسکے علم
کے اور اس کے ارادہ کے مطابق بغیر کسی تغیر و
تبدل کے موجود ہو گئی. نہ اسے کسی تجویز کے سوچنے کی
ضرورت پڑی. نہ اسے کسی وصیت کا انتظار تھا.
یہی وجہ ہے کہ اسے ایک مصروفیت دوسری
مصروفیتوں سے غافل نہیں کرتی. (خدا
کی قوت شنوائی اور بینائی کی حقیقت یہ ہے کہ

تعالیٰ سمیع بصیر یسمع ویری
لا یعزب عن سمعہ مسموع وان
خفی ولا یغیب عن رؤیتہ
مرئی وان دق ولا یحجب سمعہ
بُعدٌ ولا یدفع رؤیتہ ظلامٌ
یری من غیر حدقۃ واجفان
ویسمع من غیر اصمخۃ وآذان
کما یعلم بغیر قلب ویبطش
بغیر جارحۃ ویخلق بغیر آلۃ
اذ لا تشبہ صفاتہ صفات الخلق
کما لا تشبہ ذاتہ ذوات الخلق۔
الکلام۔ واللہ تعالیٰ متکلم آمرٌ ناہٍ
واعد متوعدٌ بکلام ازلی قدیم
قائم بذاتہ لا یشبہہ کلام الخلق
فلیس بصوت یحدث من
انسلال الھواء او اصطکاک
اجرام ولا بحرف ینقطع باطباق
شفۃ او تحریک لسان وان القرآن
والتوراۃ والانجیل والزبور کتبہ
المنزلۃ علی رسلہ علیہم السلام
وان القرآن مقروٌ بالالسنۃ
مکتوب فی المصاحف محفوظ
فی القلوب وانہ مع ذلک قدیم
قائم بذات اللہ تعالیٰ لا یقبل

وہ خدا سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ اسکی شنوائی
سے کوئی بات باہر نہیں۔ اگرچہ وہ کتنی ہی
مخفی ہو اور اسکی بینائی سے کوئی چیز خارج نہیں
اگرچہ کتنی ہی باریک ہو اس کی قوت سماعت
کو کوئی دوری مانع نہیں اور اس کی قوت بینائی
کو کوئی تاریکی نہیں روکتی۔ وہ بغیر آنکھ اور
پلک کے دیکھتا ہے اور سوراخ گوش
اور کان کے بغیر سنتا ہے۔ اسی طرح دل کے
بغیر جانتا ہے اور ہاتھ کے بغیر حملہ کرتا ہے
اور اوزار کے بغیر پیدا کر لیتا ہے۔ کیونکہ
اس کے صفات مخلوق کی صفات جیسے
نہیں اور نہ ہی اس کی ذات مخلوق کی
ذات کی مثل ہے۔ خدا کا کلام یوں ہے کہ
وہ کلام کرتا ہے، حکم کرتا ہے، روکتا ہے،
خوشخبری دیتا ہے، عذاب کی خبر دیتا ہے مگر انکا
کلام ازلی ابدی قدیم ہے، جو اس کی ذات میں قائم
ہے اور مخلوق کے کلام کی طرح نہیں کہ ہوا کی مداخلت
اور حرکت سے پیدا ہو یا دو چیزوں کے ٹکرانے سے
پیدا ہو جو حرف سے مرکب نہیں کہ ہونٹ کی بندش
سے ختم ہو جائے اور زبان کے چلنے سے جاری ہو۔
قرآن، توراۃ، انجیل اور زبور اسی کی کتابیں ہیں جو
انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں چنانچہ قرآن اگرچہ
زبان سے پڑھا جاتا ہے یا اوراق میں لکھا جاتا ہے اور دل
میں محفوظ ہے تاہم وہ قدیم ہے خدا کی ذات میں قائم ہے

الانفصال ولا الافتراق بالانتقال
الی القلوب ولا الاوراق وان موسیٰ
علیہ السلام سمع کلام اللہ تعالیٰ
بغیر صوت ولا حرف کما یریٰ الابرار
ذات اللہ تعالیٰ فی الاٰخرۃ من غیر
جوھر ولا عرض واذ کان لہ ھذہ
الصفات کان حیاً عالماً قادراً
مریداً سمیعاً بصیراً متکلماً بالحیٰوۃ
والعلم والقدرۃ والارادۃ و
السمع والبصر والکلام لا بمجرد
الذات - انتھیٰ کلام الغزالی
رحمہ اللہ تعالیٰ قال المؤلف عفی
اللہ عنہ الصفات السبعۃ التی
ذکرھا الغزالیؒ مبنیٌ علی مسلک
الاشعریۃ من المتکلمین وزاد الما
تریدیۃ صفۃ ثامنۃ تسمّٰی بالتکوین
قالوا لا تکفی فی وجود الخلق الارادۃ
ولا بد فی وجود الخلق من التکوین
مستدلین بقولہ تعالیٰ انما امرہ
اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن
فیکون فالارادۃ امر والتکوین
المشار الیہ بلفظۃ کن امر اٰخر
والمرید للامر لا یسمّٰی فاعلاً لہ
الا اذا اخرجہ من العدم الی الوجود

اوراق میں یا دلوں میں منتقل ہونے کے باوجود
بھی وہ خدا کی ذات سے الگ اور منتقل نہیں۔
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کلام الٰہی سنا
تھا، اس میں آواز نہ تھی اور نہ حروف تھے۔ یہی
طرح نیک انسان عالم آخرت میں خدا کا دیدار کرینگے
مگر وہ نہ جوہر ہوگا نہ عارضی چیز۔ جب خدا ایسا ہے تو
ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ان صفات میں حی۔ عالم
قادر۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر اور متکلم ہے اور اس میں یہ
سات صفات موجود ہیں۔ حیوۃ، علم، قدرۃ، ارادہ
سمع، بصر اور کلام۔ اور اسکی ذات اپنی صفات سے
خالی نہیں (امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام یہاں پر ختم
ہو چکا ہے) اب مؤلف کہتا ہے (خدا اس کے گناہ
معاف کرے) کہ امام صاحب نے جو خدا کے سات
اوصاف بیان کئے ہیں وہ مذہب اشعری کے
مطابق ہیں۔ ورنہ مذہب ماتریدیہ میں ایک آٹھواں
اور بھی خدا کا وصف ہے جسے تکوین کہتے ہیں کیونکہ
مخلوقات کے پیدا کرنے میں صرف ارادہ ہی کافی
نہیں کچھ تکوین کی بھی ضرورت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ
نے خود فرمایا ہے کہ جب میں کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہوں تو اسے کن کہتا ہوں تو پھر وہ موجود ہو جاتی
ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ارادہ اور چیز ہے اور
تکوین جو لفظ کن سے اشارۃ سمجھی جاتی ہے اور
چیز ہے۔ اسکے علاوہ صرف ارادہ کرنے والا فاعل
نہیں کہلاتا سوائے اسکے کہ اسکو ہست نیست کرے

فلفظة كن منه سبحانه وتعالى
امر باخراج ما اراده من القوة
الى الفعل ومحل بسط هذا
المبحث كتب علم الكلام كشرح
العقائد وشرح المواقف رجعنا
الى كلام حجة الاسلام فقال رحمه الله تعالى
وانه سبحانه وتعالى لا موجود سواه
الا وهو حادث بفعله وفائض
من عدله على احسن الوجوه واكملها
واتمها واعدلها وانه حكيم في
افعاله عادل في اقضيته ولا يقاس
عدله بعدل العباد اذ العبد يتصور
منه الظلم بتصرفه في ملك غيره
ولا يتصور الظلم من الله تعالى
فانه لا يصادف لغيره ملكا حتى يكون
تصرفه فيه ظلما فكل ما سواه من
انس وجن وشيطان وملك وسماء
وارض وحيوان ونبات وجوهر
وعرض ومدرك ومحسوس حادث
اخترعه بقدرته بعد العدم
اختراعا وانشاءه بعد ان لم يكن
شيئا اذ كان في الازل موجودا
وحده ولم يكن معه غيره فاحدث
الخلق بعد اظهار القدرته

پس لفظ کُن خدائے تعالیٰ کا امر ہے اسکو جس کا
وہ ارادہ کرتا ہے کہ نیست سے ہست کر دے۔ اس
مسئلہ کی تفصیل کا مقام علم کلام کی کتابیں ہیں مثلاً
شرح عقائد، شرح مواقف وغیرہ۔ اب ہم دوبارہ
امام غزالی رحمہ اللہ کا کلام درج کرتے ہیں۔ آپ
فرماتے ہیں کہ افعال خداوندی کی حقیقت یوں
ہے کہ جو بھی اللہ کے بغیر ہے وہ اُسی کے فعل سے
پیدا ہوا ہے اور بہترین عدل کے طریق پر اور اکمل
و اکمل طرز پر صورت نما ہوا ہے۔ خدا اپنے افعال
میں حکمت استعمال کرتا ہے۔ اپنے فیصلہ میں عدل کرتا
ہے۔ مگر اسکا عدل انسانی عدل کے مشابہ نہیں۔
کیونکہ انسان سے تو ظلم کا بھی امکان ہے جبکہ وہ
غیر کے ملکیت پر تصرف ہو اور خدا سے ظلم کا امکان بھی
نہیں کیونکہ جبکہ بیجا غیر کی ملکیت ہی نہیں تو یہ کیسے کہا
جائے گا کہ وہ غیر کی ملکیت پر تصرف کرتا ہے تاکہ اسکا
عمل ظلم قرار پائے کیوں کہ اس نے یہ تمام چیزیں خود
پیدا کی ہیں۔ انسان، جن، شیطان، فرشتے، آسمان،
زمین، حیوان، نباتات، جوہر، عرض، مدرک بالحس
اور مدرک بالعقل وغیرہ چنانچہ اس نے اپنی قدرت
کاملہ سے ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو وجود عطا کیا
ہے بعد اس کے کہ وہ نیست تھیں اور وہ خدا خود
زمانہ ازل میں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی
غیر موجود نہ تھا۔ پھر اس نے اپنی اظہار
قدرت کے لئے کائنات کو پیدا کیا

وتحقيقا لما سبق من ارادته وحق
في الازل من كلمته لا لافتقاره اليه
وحاجته وانه تعالى متفضل بالخلق
والاختراع والتكليف لا عن وجوب
ومتطول بالانعام والاصلاح لا
عن لزوم له الفضل والاحسان
والنعمة والامتنان اذ كان قادرا
على ان يصب على عباده انواع
العذاب ويبتليهم بضروب
الآلام والاوصاب ولو فعل
ذلك لكان منه عدلا ولم يكن قبيحا
ولا ظلما وانه يثيب عباده على
الطاعات بحكم الكرم والوعد
لا بحكم الاستحقاق واللزوم
اذ لا يجب عليه فعل ولا يتصور
منه ظلم ولا يجب لاحد عليه
حق وان حقه في الطاعات وجب
على الخلق بايجابه على لسان انبيائه
لا بمجرد العقل ولكنه بعث الرسل
واظهر صدقهم بالمعجزات الظاهرة
فبلغوا امره ونهيه ووعده
ووعيده فوجب على الخلق
تصديقهم فيما جاؤا به معنى
الكلمة الثانية وهي رسالة الرسول

اور اس سے اپنے ارادہ کا ثبوت دیا جو اس
نے پہلے کیا ہوا تھا اور اس قول کو پیدا کرنے
کے لئے جو ازل میں کہہ چکا تھا ورنہ اسکو کائنات
کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ تھی۔ یہ اس کی
مہربانی ہے کہ اسے پیدا کیا۔ نیست سے ہست
کیا اور صاحب اختیار بنایا ورنہ یہ سب کچھ اسپر
واجب نہ تھا اور وہ ہمپر فضل کرنیوالا ہے کہ اس نے
ہمپر احسان کیا اور ہماری اصلاح کی حالانکہ یہ بھی
اس کا فرض نہ تھا پس یہ سب کچھ اسکا فضل ہے احسان
اور نعمت وانعام ہے کیونکہ وہ ہر وقت قادر ہے
کہ اپنے بندوں پر ہر قسم کے عذاب لائے اور رنگا رنگ
مصائب میں گرفتار کرے اگر ایسا کرے تو یہ بھی اسکا عدل
ہی ہوگا اور اس کیلئے کوئی عیب یا ظلم نہ تھا اور نہ ہوگا
خدا اپنے حسب وعدہ اور فضل وکرم سے بندوں کی اپنی اطاعت
قبول کرنے پر ثواب دیتا ہے نہ کہ بندوں کا کوئی اس پر حق
نہیں اور نہ ہی انکا کوئی فرض اسپر عائد ہوتا ہے کیونکہ
اسپر کوئی فعل بھی واجب نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے
ظلم متصور ہو سکتا ہے اور کسی کا حق اسکے ذمہ واجب ہے
مگر مخلوق پر اسکا حق اطاعت واجب ہے جو اس نے اپنے انبیاء کے
ذریعہ بیان کیا ہے۔ اور وہ حق انکا صرف عقل کے ذریعہ ثابت
نہیں ہوتا تھا اسلئے اس نے اپنے رسول بھیجے اور انھیں کھلے
معجزات سے انکی صداقت کا اظہار فرمایا تو پھر انہوں نے خدا کا امر
نہی وعدہ اور وعید کی خبر دی۔ اس لئے مخلوق پر واجب
ہو گیا کہ جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں اسکی تصدیق کریں و اتباع

صلی اللہ علیہ وسلم۔ واَنّہ تعالیٰ
بعث النبیّ الاُمّیّ القرشیّ محمدًا
صلی اللہ علیہ وسلم برسالتہ
الی کافۃ العرب والعجم والجنّ
والانس فنسخ بشرعہ الشرائع
الّا ما قرّرہ وفضّلہ علی سائر
الانبیاء وجعلہ سیّد البشر و
منع کمال الایمان بشہادۃ
التوحید وھو قولہ لا الٰہ الّا اللہ
ما لم تقترن بہ شہادۃ الرسول
وھو محمدٌ رسول اللہ فالزم الخلق
تصدیقہ فی جمیع ما اخبر بہ
من الدنیا والاٰخرۃ واَنّہ لا یقبل
ایمان عبدٍ حتّی یوقن بما اخبر عنہ
بعد الموت واوّلہ سوال منکرٍ ونکیر
وھما شخصان مہیبان ھائلان
یقعدان العبد فی قبرہ سویًّا ذا
روحٍ وجسدٍ فیسئلانہ عن التوحید
والرسالۃ ویقولان لہ من ربّک و
ما دینک ومن نبیّک وھما فتّانا
القبر وسوالھما اوّل فتنۃ القبر
بعد الموت واَن یؤمن بعذاب
القبر وانّہ حقٌّ وحکمۃٌ وعدلٌ علی
الجسم والروح علی ما یشاء ویؤمن

رسالت کا بیان یوں ہے کہ خدا ہی نے اپنا
نبی اُمّی قرشی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و
سلم تمام کائنات کی طرف رسول بناکر مبعوث
کیا ہے خواہ عرب ہوں یا عجم یا جن ہوں یا انسان
سوائے چند اصولی احکام کے تمام شرائع سابقہ
کے احکام کو منسوخ کردیا اور تمام انبیاء
علیہم السلام پر آپ کو فضیلت بخشی۔ آپ کو
سید البشر بنایا، اور جبتک محمد رسول اللہ کا اقرار نہ
ہو، اقرار توحید یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے ذکر کیا
اور مخلوق پر آپ کی تصدیق فرض کردی۔ ان احکام
کے متعلق جو آپ نے دنیا و آخرت کی بابت بیان
کئے ہیں، اور یہ بھی فرض کیا کہ کسی کا ایمان معتبر
نہیں جبتک وہ باتیں نہ مانے۔ جن کی خبر آپ نے
انسان کی موت کے بعد دی ہیں جن میں سے اوّل
منکر نکیر کا سوال ہے۔ یہ دو فرشتے با ہیبت خوفناک
ہیں، جو مُردہ کو قبر میں سیدھا بٹھا دیتے ہیں جب
میں روح اور جسم دونوں ہوتے ہیں۔ پھر توحید
اور رسالت نبوی کا سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب
کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون
ہے؟ اور یہ دو فرشتے قبر کا امتحان ہیں کیونکہ
موت کے بعد قبر میں پہلا امتحان ان کے سوالات
ہیں اور یہ بھی ضروری ہے کہ مومن عذاب قبر کو تسلیم
کرے کہ وہ حق ہے اور حکمت اور عدل ہے جسم اور
روح پر جس طرح کہ خدا چاہے۔ یہ بھی مانے کہ

بالمیزان ذی الکفتین واللسان
وصفتہ فی العظمۃ انہ مثل طباق
السموات والارضین توزن فیہ
الاعمال بقدرۃ اللہ تعالی والصنج
یومئذ مثاقیل الذر والخردل
تحقیقا لتمام العدل وتطرح صحائف
الحسنات فی صورۃ حسنۃ فی کفۃ
النور فیثقل بہا المیزان علی قدر
درجاتہا عند اللہ بفضل اللہ
تعالی وتطرح صحائف السیئات
فی کفۃ الظلمۃ فیخف بہا المیزان
بعدل اللہ تعالی ونؤمن بان
الصراط حق وھو جسر ممدود علی
متن جہنم احد من السیف وارق
من الشعر تزل علیہ اقدام الکفار
بحکم اللہ تعالی فیہوی بہم الی النار
وتثبت علیہ اقدام المؤمنین فیساقون
الی دار القرار ونؤمن بالحوض
المورود وحوض محمد صلی اللہ علیہ
وسلم یشرب منہ المؤمنون قبل
دخول الجنۃ وبعد جواز الصراط من
شرب منہ شربۃ لا یظما بعدہا
ابدا عرضہ السماء فیہ میزابان
یصبان من الکوثر ونؤمن بیوم الحساب

میزان عمل کے دو پلڑے ہیں اور ایک تجنکی کی
اس کی بڑائی کا بیان یوں ہے کہ وہ زمین آسمان
کی وسعت کے برابر بڑی ہے۔ اس میں قدرت الٰہی
سے اعمال تولے جائیں گے اور اس کے باٹ چیونٹی
اور رائی کے دانے کے برابر بھی ہونگے تاکہ پورا پورا
انصاف ہو۔ پھر اس کے نورانی پلڑے میں نیک اعمال
کے صحیفے ڈالے جائیں گے جن سے وہ ترازو بوجھل
معلوم ہوگا۔ انکے نیک اعمال کے درجے کے مطابق
خدا کے فضل و کرم سے۔ پھر دوسرے تاریکی کے
میں بداعمالیوں کے صحیفے ڈالے جائیں گے تو وہ خدا
کے عدل و انصاف سے ہلکا ہو جائے گا۔ مومن یہ بھی
مانے کہ پل صراط حق ہے اور جہنم کی پشت پر ایک
ایسا پل بچھایا جائے گا جو تلوار سے تیز ہوگا اور بال سے باریک
اس سے کفار کے قدم پھسل جائیں گے اور خدا
کے حکم سے جہنم رسید ہوں گے۔ مومنین کے
قدم اس پر ٹک جائیں گے تو جنت کو بھجائے
جائیں گے۔ یہ بھی مانے کہ حوض کوثر حق ہے
جس پر لوگ آئیں گے اور حضور علیہ السلام
کے حوض محمدی سے دخول جنت سے پہلے
مومنین پانی پئیں گے اور پل صراط سے گزر کر
بھی اس کا پانی پئیں گے۔ اور جو شخص اس کا
ایک گھونٹ بھی پی لیگا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس
کی وسعت آسمان کے برابر ہے اس میں دو نالیاں حوض کوثر
سے نکل کر گرتی ہیں۔ مومن یہ بھی مانے کہ حساب کا دن حق

[illegible]

وتفاوت الخلق فيه الى مناقش
في الحساب والى مسامح فيه والى
من يدخل الجنة بغير حساب
وهم المقربون فيسئل الله من
شاء من الانبياء عن تبليغ الرسالة
ومن شاء من الكفار عن تكذيب
المرسلين ويسأل المبتدعين
عن السنة ويسأل المسلمين
عن الاعمال ويؤمن باخراج الموحدين
من النار بعد الانتقام حتى لا يبقى
في جهنم موحد بفضل الله تعالى
ويؤمن بشفاعة الانبياء ثم العلماء
ثم الشهداء ثم سائر المؤمنين
كل على حسب جاهه ومنزلته و
من بقي من المؤمنين ولم يكن له شفيع
اخرج بفضل الله تعالى ولا يخلد
في النار مؤمن بل يخرج منها من
كان في قلبه مثقال ذرة من
الايمان وان يعتقد فضل الصحابة
وترتيبهم وان افضل الناس
بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي
رضي الله عنهم وان يحسن الظن
بجميع الصحابة وان يثني عليهم

ہے جس میں مخلوقات مختلف طریق پر مبتلا ہوگی۔
کسی سے خوب باز پرس ہوگی اور کسی سے چشم پوشی
کی جائے گی، اور کئی ایک بغیر حساب کے بھی داخل
جنت ہوں گے اور یہ لوگ خدا کے مقرب ہوں گے
خدا کا منشاء ہوگا تو انبیاء علیہم السلام سے بھی
سوال ہوں گے کہ تبلیغ کیسے کی؟ جی چاہیگا تو کفار
اور مکذبین سے بھی سوال ہوں گے کہ تم نے رسول
کی تکذیب کیوں کی؟ بدعتی اور مخالف سنت سے سوال
ہوگا کہ تم نے سنت طریق کیوں چھوڑا اور اہل اسلام
سے اعمال کے متعلق سوال ہوگا اور مومن یہ بھی مانے کہ
اہل توحید جہنم سے بدلہ پاکر آخر نجات پائیں گے یہاں تک
کہ خدا کے فضل و کرم سے وہاں کوئی اہل توحید نہ رہیگا
یہ بھی مانے کہ انبیاء علیہم السلام شفاعت کریں گے۔ ان کے
بعد اہل علم پھر شہادت یافتہ اور سب اخیر باقی اہل اسلام
اپنی اپنی قدر و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے
اور جو مومن جہنم میں بغیر شفاعت کے پڑا رہیگا اور اسکا
کوئی شفیع نہ ہوگا تو خدا کے اپنے فضل سے جہنم سے نکالا
جائیگا اور دوزخ میں کوئی اہل ایمان باقی نہ رہیگا بلکہ
جسکے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہوگا وہ بھی جہنم سے
نکال دیا جائے گا۔ یہ بھی مانے کہ صحابہ کی فضیلت برحق
ہے اور ان میں ترتیب فضیلت یوں ہے کہ حضور علیہ السلام
کے بعد افضل الناس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں
پھر حضرت فاروق پھر حضرت عثمان غنی پھر حضرت علی رضی
اللہ عنہم یہ بھی ضروری ہے کہ مومن صحابہ کے متعلق حسن ظن رکھے

كما اثنى الله تعالى ورسول
صلى الله عليه وسلم عليهم اجمعين
فكل ذلك مما وردت به السنة
وشهدت به الآثار فمن اعتقد
جميع ذلك موقنا به كان من
اهل الحق وعصابة السنة و
فارق رهط الضلال والبدعة
فنسأل الله تعالى كمال اليقين
والثبات فى الدين لنا ولكافة
المسلمين انه ارحم الراحمين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله
وصحبه اجمعين. انتهى ما اردنا
نقله من كتاب (قواعد العقائد)
للامام حجة الاسلام رحمة الله عليه
قال المؤلف عفى الله عنه بسم الله
الرحمن الرحيم وبه نستعين
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا
اتباعه وارنا الباطل باطلا و
ارزقنا اجتنابه اما بعد
فقد اختلفت الامة فى العقائد
اختلافا كثيرا وتفرقت آراؤهم
ووقع بينهم التنافر والتباغض
وادعت كل طائفة انها على
الحق وما سواها على الباطل كيف

اور جس طرح اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام نے
ان کی تعریف و توصیف کی ہے یہ بھی ان کی
تعریف کرے۔ ان تمام عقائد کے متعلق شاہد احادیث
نبوی وارد ہیں اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم شاہد ہیں
جو شخص ان تمام عقائد کو تسلیم کرے وہ اہل حق
اور اہل سنت ہوگا۔ اور اہل بدعت اور گمراہ
فرقوں سے الگ سمجھا جائے گا۔ ہم سب کا فرض
ہے کہ خدا تعالیٰ سے کمال یقین اور دین اسلامی پر استقلال
کی درخواست کریں اپنے اور تمام مسلمانوں کے
لئے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے وصلی اللہ
علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین
یہاں تک جو ہمیں امام صاحب کی کتاب قواعد
العقائد سے نقل کرنا تھا نقل کر دیا ہے۔ اب
مؤلف رسالہ ہذا (عفی عنہ) اپنا مضمون شروع
کرتا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین
یا اللہ ہمیں جو حق بات ہے وہ سچ سچ دکھا
دے اور باطل کو واقعی طور پر باطل دکھا
اور ہمیں اس سے کنارہ کشی نصیب کر۔
اس کے بعد واضح ہو کہ اس امت محمدیہ میں
عقائد کا اختلاف بہت ہے اور ان کی رائیں
مختلف ہیں اور ان میں باہمی نفرت پیدا ہو چکی
ہے اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ ہر ایک فرقہ کا
یہی دعویٰ ہے کہ وہی حق پر ہوں اور دوسرے
باطل پر ہیں۔ کیوں ایسا نہ ہو جب کہ حضور

الا وقد اخبرنا بهذه الحالة
سيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم حيث قال ستفترق
امتي على ثلاث وسبعين
فرقة الحديث وقد ذكرت
هذا الحديث بجماله وما عليه
في آخر كتابي المسمى (الاصول
الاربعة في ترديد الوهابية)
بالفارسية وها انا اذكره
ههنا تماما للفائدة. عن
عبد الله بن عمرو قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم ليأتين على امتي ما
اتى على بني اسرائيل حذو
النعل بالنعل حتى ان كان
منهم من اتى امه علانية لكان
في امتي من يصنع ذلك و
ان بني اسرائيل تفرقت
على ثنتين وسبعين ملة
وتفرق امتي على ثلاث و
سبعين ملة كلهم في النار
الا امة واحدة قالوا من
هي يا رسول الله قال ما
انا عليه واصحابي رواه الترمذي

علیہ السلام نے ہمیں پہلے ہی خبر دی ہوئی
ہے اور فرمایا ہے کہ میری امت ۷۳ فرقوں
پر تقسیم ہو جائے گی ...... اور یہ حدیث
پورے سوال وجواب کے ساتھ میں نے اپنی
کتاب فارسی الاصول الاربعۃ فی
تردید الوھابیۃ کے اخیر نقل
کردی ہوئی ہے۔ مگر تاہم تکمیل فائدہ
کے لئے اسے یہاں بھی نقل کرتا ہوں
کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
پر وہ انقلاب آئے گا۔ جو بنی اسرائیل
پر آیا تھا ہو بہو۔ یہاں تک کہ اگر ان
میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدفعلی
کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ
ہوں گے، جو ایسا کر گذریں گے امت
بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں پر منقسم ہو گئی
تھی، اور میری امت ۷۳ ملت پر تقسیم
ہوگی اور وہ سارے کے سارے جہنم
میں جائیں گے مگر ایک فرقہ بچ رہے گا۔
حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول صلعم وہ
کونسا فرقہ ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ ہے
جو ان اصولوں پر قائم ہوگا کہ جن پر میں
اور میرے صحابہ رض قائم ہیں۔ (رواہ الترمذی

وفی روایة احمد وابی داؤد عن
معاویة ثنتان وسبعون فی
النار وواحدة فی الجنة وهی
الجماعة وانه سیخرج فی امتی
اقوام تتجاری بهم تلك الاهواء
كما تتجاری الكلب بصاحبه لا
یبقی منه عرق ولا مفصل الا
دخله فان قیل هل الفرق
التی مذكور فی الحدیث من اهل
الدعوة او من اهل الاجابة
نقول بل هم من اهل الاجابة
لانهم ذكروا بلفظ امتی مكررا
واما اهل الدعوة الذین ما
آمنوا بالله ورسوله فلا
یدخلون فی امته صلی الله
علیه وسلم وههنا سوال آخر
اصعب من الاول وتقریره ان
كل طائفة من الطوائف الثلاث
والسبعین تدعی وتزعم انها
هی الطائفة الناجیة وانها هی
مصداق ما انا علیه واصحابی
نحن فالذی حل هذه العقدة
بالامانة فاضطربت أهل
السنة والجماعة عند التباعات

امام احمد و ابو داؤد حضرت معاویہؓ سے روایت
کرتے ہیں کہ ۷۲ فرقے دوزخ میں جائیں گے اور
ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا اور اس فرقہ کا نام
جماعت ہے۔ میری امت میں ایسی قومیں بھی
پیدا ہونگی کہ جن کو یہ نو پیدا خیالات اسطرح آ لینگے
گے جس طرح کہ دیوانے کتے کی زہر دیوانگی سے باؤلے
کتے کے کاٹے ہوئے کا کوئی رگ و ریشہ نہیں بچتا
کہ جس میں اسکی زہر کا دخل نہ ہو۔ اب اگر سوال کیا
جائے کہ جو دوزخی ۷۲ فرقے حدیث میں مذکور ہیں
وہ کوئی نیا اسلام پیش کرینگے یا اسی اسلام کے
دعویدار ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ سب
اسلام کے دعویدار ہونگے کیونکہ حضور علیہ السلام نے
ان کو امت کے لفظ سے بار بار ذکر کیا ہے مگر جو
لوگ نیا مذہب پیش کرینگے یہ وہ ہونگے جو خدا اور رسول
کو نہیں مانینگے۔ اسلئے وہ امت محمدیہ میں داخل نہیں
(پہلی قسم کا نام اہل اجابت ہے اور دوسری کا نام
اہل دعوت) اس مقام پر ایک اور مشکل سوال پیدا
ہوتا ہے کہ ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ کا یہی
دعویٰ ہے کہ ہم نجات پانے والے (فرقہ ناجیہ) ہیں
ہیں اور ہم ہی ما انا علیہ و اصحابی
کی صحیح مثال ہیں۔ کیا کوئی یہ عقدہ
ایمان داری سے حل کر سکتا ہے؟ اس شخص
اس کے جواب میں اہل السنت والجماعت
بے چین ہوئے اور بارگاہ الہی میں

الی حضرة الله تعالیٰ فوجدوا
قوله تعالیٰ فلا وربك لا یؤمنون
حتی یحکموك فیما شجر بینهم محمدا
صلی الله علیه وسلم فی هذا
الفیصلة المعضلة فوجدنا حجة
تعالیٰ فی ذلك الحدیث قوله صلی
الله علیه وسلم وهی الجماعة ومعلوم
ان لفظ الجماعة جزء من اسم
اهل السنة والجماعة فی روایة ابی
داؤد واحمد والمراد من الجماعة کثرة
الافراد وکثرة افراد اهل السنة
والجماعة المقلدین لمذاهب الاربعة
شرقا وغربا من الفرق الضالة
بدیهی لا یحتاج الی دلیل سوال
اخر قال بعض اهل الضلال المراد
من الجماعة فی الحدیث من کان علی
الحق وان قلت افراده قلنا لیس
الامر کما زعموا لان النبی صلی الله
علیه وسلم قال فی حدیث اخر
عن ابن عمر رضی الله عنهما قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان الله لا یجمع امتی او قال امة
محمد علی ضلالة وید الله علی الجماعة
ومن شذ شذ فی النار رواه الترمذی

گڑگڑائے تو ان کو قرآن مجید کی یہ آیت نظر آئی
کہ بخدا وہ لوگ مومن شمار نہ ہونگے یہاں تک کہ
وہ اپنے باہمی تنازعات میں آپکو حکم نہ مانیں گے
اس لئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس
لاینحل سوال میں پنچ مان لیا اور فیصلہ ہوگیا
کیونکہ حدیث مذکور میں حضور علیہ السلام کا یہ لفظ ہمارے
موجود ہے کہ وہ فرقہ ناجیہ جماعت ہے اور یہ سب کو
معلوم ہے کہ جماعت کا لفظ فرقہ اہل سنت وجماعت
کے نام کا اصلی جزو ہے جیسا کہ امام احمد و ابو داؤد
کی روایت میں ہے اور جماعت سے مراد ہمیشہ
کثرت افراد ہوا کرتے ہیں اور کثرت افراد اہل سنت
والجماعۃ ہی ہیں جو مذاہب اربعہ کے مشرق و مغرب
میں مقلد ہیں اور یہ کثرت گمراہ فرقوں کے مقابلہ
پر ایسی روشن ہے جس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں
سوال دیگر، ایک گمراہ فرقہ کا قول ہے کہ حدیث
میں جماعت کا لفظ آیا ہے اور اس سے مراد اہل
حق ہیں اگرچہ ان کے افراد کی قلت ہو ہم جواب دیتے
ہیں کہ یہ مطلب صحیح نہیں کیونکہ وہ خود نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں جسے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے فرمایا ہے
کہ خدا تعالیٰ میری امت کو یا امت محمدیہ
کو گمراہی پر متفق نہیں کرے گا اور جماعت پر خدا کا
ہاتھ ہوتا ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ
ہوگا۔ وہ دوزخ میں پھینکا جائیگا رواہ الترمذی

وعن ابی بصرة قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم سألت ربی ان
لا تجتمع امتی علی ضلالة فاعطانیها
رواه الطبرانی وعن ابن عباس
رضی الله عنهما قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة
فمات مات میتة جاهلیة رواه
البخاری۔ فان قیل وان ذکر فی
هذه الاحادیث لفظ الاجتماع
ولفظة الجماعة لکنه لم یصرح بان
المراد من الجماعة کثرة الافراد نقول
عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اتبعوا
السواد الاعظم فانه من شذ
شذ فی النار رواه ابن ماجه وعن
معاذ بن جبل قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم ان الشیطان
ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ
الشاة القاصیة والناحیة وایاکم
والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة
رواه احمد وعن ابی هریرة رضی الله
عنه قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم من فارق الجماعة شبرا
فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه

ابو بصرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
ہے کہ میں نے خدا سے یہ درخواست کی تھی کہ میری
امت گمراہی پر متفق نہ ہو تو خدا نے مجھے یہ عطیہ بخش
دیا (رواہ طبرانی) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ جو شخص جماعت سے الگ ہو کر مر جائے
تو بے دینی کی موت مریگا۔ (رواہ البخاری) اگر
یہ سوال کیا جائے کہ اگرچہ حدیث میں لفظ جماعت
یا لفظ اجتماع مذکور ہے۔ لیکن احادیث میں
تصریح موجود نہیں کہ اس سے مراد کثرت افراد ہے
تو ہم اس کے جواب میں یوں کہیں گے کہ حضرت ابن
عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم کثیر التعداد
جماعت کی تابعداری کرو، ورنہ جو الگ ہوا وہ الگ ہو کر داخل
جہنم ہوگا (رواہ ابن ماجہ) اور حضرت معاذ بن جبل
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کے لئے
بھیڑیا ہے جس طرح کہ بھیڑ بکری کے لئے بھیڑیا ہوتا
ہے اور وہ اس بھیڑ بکری کو پکڑ لیتا ہے جو ریوڑ
سے الگ چرتی ہے یا کنارہ کرتی ہے تم بھی کنارہ
کشیوں سے پرہیز کرو اور عام اہل اسلام اور جماعت کا ساتھ لازم
رکھو (رواہ احمد) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی
کریم نے فرمایا ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت بھر بھی الگ
ہو گا یوں سمجھو کہ اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے اتار دیا

رواه احمد وابو داود مشكوة شريف
فخير السواد الاعظم ولفظة العامة
تصريح بكثرة الافراد وكثرة افراد
أهل السنة والجماعة بالنسبة الى
جميع طوائف الضلال امر بديهي
معلوم بالضرورة فثبت ان الفرقة
الناجية هي أهل السنة والجماعة
المقلدين للمذاهب الاربعة المشهورة
والحمد لله على ذلك اذا علمت هذا
فاعلم ان المجاز والحقيقة مستعملات
في جميع لغات العرب والعجم
شقيها وسعيدها حتى في كلام
الله تعالى الملك العلام ولنقتصر
في هذا المقام بذكر بعض آيات
القرآن الحكيم قال الله تعالى الله
يتوفى الانفس حين موتها وقال
تعالى قل يتوفاكم ملك الموت
الذي وكل بكم فالاول حقيقة
والثاني مجاز قال الله تعالى يهب
لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء
الذكور وقال تعالى حكاية عن
جبرئيل عليه السلام لاهب لك
غلاما زكيا فالاول حقيقة و
الثاني مجاز قال الله تعالى قل

(رواہ احمد وابو داود) یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی
ہے۔ بہرحال السواد الاعظم یا العامۃ لفظ کثرت
افراد کی تصریح کرتا ہے۔ اور اہل سنت و جماعت
کے افراد کی کثرت تمام گمراہ فرقوں کے مقابلہ پر بالکل
واضح اور صاف ہے۔ اور ہر ایک کو معلوم ہے۔ اس
لئے ثابت ہوا کہ اس مقام پر فرقہ ناجیہ سے مراد اہل سنت
والجماعۃ ہی ہے جو مشہور مذاہب اربعہ کے مقلد ہیں
(والحمد للہ علی ذالک) ان معلومات کے بعد واضح رہے
کہ عرب و عجم کی تمام زبانوں میں حقیقت و مجاز کا استعمال
موجود ہے خواہ وہ اچھی ہوں یا بری یہاں تک کہ خود
کلام الٰہی میں بھی یہ دونوں موجود ہیں چنانچہ ہم چند
آیات بطور نمونہ پیش کرتے ہیں (اوّل) یہ کہ خدا
موت کے وقت روح کو اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے
پھر فرمایا کہ ملک الموت تمہیں وفات دیتا
ہے جو تم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ پس توفی کا
تعلق خدا سے حقیقی ہے اور فرشتے سے
مجازی۔ (دوم) خدا جسے چاہتا ہے
لڑکیاں بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے
لڑکے بخشتا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل
علیہ السلام کا قول یوں منقول ہے کہ آپ
نے حضرت مریم علیہا السلام کو یوں کہا
تھا۔ کہ میں اس لئے تیرے پاس آیا
ہوں کہ تمہیں مقدس لڑکا دوں۔ خدا کا ہبہ حقیقی ہے
اور جبرئیل کا مجازی۔ (سوم) اے میرے بندو!

يا عبادى الذين اسرفوا وان عبادى
ليس لك عليهم سلطان وقال تعالى
من عبادكم وامائكم فالاول حقيقة
والثالث مجاز قال الله تعالى هو
يحيى ويميت وقال تعالى حكاية عن
سيدنا عيسى عليه السلام واحى الموتى
باذن الله فالاول حقيقة والثانى مجاز
قال الله تعالى والله يهدى من يشاء
الى صراط مستقيم وقال تعالى وانك
لتهدى الى صراط مستقيم فالاول
حقيقة والثانى مجاز قال الله تعالى
يدبر الامر وقال تعالى فالمدبرات امرا
فالاول حقيقة والثانى مجاز قال الله
تعالى قل لا يعلم من فى السموات والارض
الغيب الا الله وقال تعالى حكاية عن سيدنا
عيسى عليه السلام وانبئكم بما تاكلون
وما تدخرون فى بيوتكم وقال الله
تعالى حكاية عن سيدنا يوسف عليه السلام
لا ياتيكما طعام ترزقانه الا نبأتكما
بتاويله قبل ان ياتيكما فالاول حقيقة
والثانى مجاز قال الله تعالى عن سيدنا
ابراهيم واذا مرضت فهو يشفين و
قال تعالى حكاية عن
سيدنا عيسى عليه السلام

جنہوں نے بے اعتدالی کی ہے رحمتِ الٰہی سے ناامید
نہ ہو جاؤ اور شیطان سے یوں کہا کہ میرے بندوں پر
تیرا تسلط نہ ہوگا پھر فرمایا کہ تم اپنے بندوں اور
کنیزوں کے نکاح کردیا کرو پس پہلی دو آیتوں میں
عبد کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور تیسری آیت میں
لوگوں سے تعلق مجازی ہے دوم خدا ہی موت و حیات
دیتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول یوں نقل
کیا ہے کہ میں بحکمِ خدا مردے زندہ کرتا ہوں۔ تو
زندگی دینے کا تعلق خدا سے حقیقی ہے اور حضرت عیسیٰ سے
مجازی سوم خدا جسے چاہے راہِ راست دکھاتا ہے اور
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ راہِ راست دکھاتے
ہیں مگر الٰہی ہدایت حقیقی ہے اور ہدایت نبوی مجازی ہے
چہارم خدا کائنات کی تدبیر کرتا ہے پھر فرمایا کہ
قسم ہے انکی جو تدبیر کرنے والے ہیں پہلی آیت میں حقیقت ہے
دوسری میں مجاز پنجم کہو جو لوگ یا فرشتے آسمان و
زمین میں ہیں انمیں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ
غیب جانتا ہے اور حضرت عیسیٰ کا حال یوں بتایا کہ آپ
کہتے تھے کہ میں تمکو سب کچھ بتادوں گا جو تم کھاتے ہو یا
جمع رکھتے ہو اپنے گھروں میں پھر حضرت یوسف کے متعلق فرمایا کہ
وہ قیدیوں سے یوں کہتے تھے کہ نہیں آئیگی تمہارے پاس خوراک جو تمہیں
دیجاتی ہے مگر میں اسکے آنے سے پہلے ہی تمہیں اسکی
تعبیر کردونگا پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری دو آیتوں میں مجاز
ہے ششم حضرت ابراہیم کا قول یوں نقل کیا ہے کہ آپ کہتے تھے کہ جب
بیمار ہوتا ہوں تو خدا ہی مجھے شفا دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے حکم

والاكمه والابرص واحي الموتى باذن الله فالاوّل حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى وهو الخلّاق العليم وقال تعالى حكاية عن سيدنا عيسى عليه السلام انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فيكون طيرا باذن الله فالاول حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين وقال تعالى واذا حضر القسمة اولوا القربى واليتمى والمساكين فارزقوهم منه الاوّل حقيقة والثاني مجاز قال الله تعالى ان الله هو السميع البصير وقال تعالى انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا فالاول حقيقة والثاني مجاز الى غير ذلك من الأيت القرآنية والاحاديث النبوية فاذا كان المجاز مستعملا فى كلام الله تعالى على العموم فان استعمله عباده فى بعض محاوراتهم فاى قباحة فيه ويبنى على هذا الاصل مسائل كثيرة التى هى معركة الآراء بين المقلدين

کریں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دیتا ہوں اور خدا کے فضل سے مردے بھی زندہ کر دیتا ہوں پس پہلی آیت میں حقیقت ہے دوسری میں مجاز (دہم) فرمایا کہ خدا ہی پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کیا کہ میں مٹی سے پرندوں کی وضع و شکل بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے فضل سے پرندے بن جاتے ہیں۔ یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے (دہم) فرمایا کہ وہی خدا سب کا رازق ہے اور زبردست طاقت کا مالک ہے پھر فرمایا کہ جب میراث تقسیم کرنے کے وقت رشتہ دار، یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو اس میں سے ان کو رزق دو۔ یہاں بھی پہلے حقیقت ہے پھر مجاز ہے دیا زدہم فرمایا کہ خدا ہی سمیع و بصیر ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔ تاکہ اس کو دنیا کے ابتلاء میں ڈالیں اس لئے اسے سمیع و بصیر بنا دیا پہلا سمیع و بصیر حقیقت ہے دوسرا مجاز۔ الغرض اس قسم کی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ بہت ہیں پس جب حقیقت و مجاز کا استعمال قرآن مجید میں موجود ہے تو اگر اسے خدا کے بندے استعمال کریں اپنے محاورات میں تو کون سی قباحت ہو گی بہرحال اس اصول پر کئی ایک مسائل کی بنیاد قائم ہے۔ جو مذاہب اربعہ کے مقلدین اور

للمذاهب الاربعة وبين غير
المقلدين للمذاهب ومن
في نحوهم فمن تلك المسائل
مسئلة علم الغيب للنبي صلى
الله عليه وسلم او لبعض خواص
امته فاذا جاز ان يخبر سيدنا
عيسى عليه السلام بما يأكلون
وما يدخرون امته في بيوتهم
فلم لا يجوز ان يخبر سيدنا
رسول الله صلى الله عليه وسلم
او بعض خواص امته ببعض المغيبات
والامور الآتية في الدنيا و
البرزخ فان قيل ان ذلك كان
معجزة لسيدنا عيسى عليه السلام؟
قلنا لم لا يجوز ان تكون هذه
الامور معجزة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم وكرامة لخواص
امته. فان قيل كان ذلك باعلام الله
تعالى اياه قلنا كذلك كان هذا
باعلام الله تعالى اياه وليعلم ان
مسئلة علم الغيب من اكبر المسائل
المتنازعة بين علماء الوقت ووقع
الطرفان في الافراط والتفريط و
تشاجروا بينهم اشد المشاجرات و

وہابیوں کے درمیان زیر بحث اور استدلالی جنگ
کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کے درمیان
جو ان کے طریق پر چلتے ہیں چنانچہ ان میں بھی ایک
علم غیب کا مسئلہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور خاصان امت محمدیہ کو حاصل تھا یا نہیں؟ پس
جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کھانے اور گھروں کے ذخیرہ
کی خبر غیب دیتے ہیں تو یہ امر کیوں جائز نہ ہوگا کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدیہ کے خاص
خاص مقرب بندے بھی غیب کی چند خبریں دیں
یا دنیا کے مستقبل کے حالات اور برزخ کے حالات
بتائیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ وہ تو حضرت عیسٰی
علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ ہمارے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی
کیوں معجزہ نہیں ہو سکتی اور خواص امت کے
لئے کرامت کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ سوال ہو
کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو تو خود خدا بتا دیتا
تھا، تو ہم کہیں گے کہ ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو بھی تو خدا بتا دیتا تھا۔ اب واضح
رہے کہ مسئلہ علم غیب ایک عظیم الشان
زیر بحث مسئلہ ہے، جس پر علمائے وقت
جھگڑتے رہتے ہیں۔ اور فریقین افراط
تفریط میں پڑ گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے
ان کے درمیان سخت اختلاف رونما
ہو چکا ہے۔ یہاں تک وہ ایک دوسرے

كفر بعضهم بعضاً فقوم اثبتوا
علم الغيب الكلي والجزئي وما كان
وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم
باعلام الله تعالى اياه وقوم نفوا
العلم الكلي راساً عنه صلى الله
عليه وسلم وقالوا ان علم الغيب الكلي
لا يكون الا لله تعالى واما الجزئي
فكما يكون للرسول كذلك يكون
للمجانين والبهائم عياذاً بالله تعالى
عن هذه العقيدة المفضية عن
توهين الرسول صلى الله عليه و
سلم المفضية الى سوء الخاتمة وقوم
اثبتوا للنبي صلى الله عليه وسلم
جميع علوم الغيب التي تتعلق بالنبوة
من احوال الامم السالفة واحوال البرزخ
واحوال القيامة ونعم الجنة و
عذاب النار وبعض علوم العالم
العلوي والسفلي باعلام الله
تعالى اياه وهذه العقيدة
هي المتوسطة بين الافراط
والتفريط واقرب للتقوى
وليت شعري اي جواب للمثبتين
جميع علوم الغيب الكلي والجزئي وما كان
وما يكون للنبي صلى الله عليه وسلم في العلوم

کو کافر بھی کہہ چکے ہیں۔ کیوں کہ ایک فرقہ
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم
غیب کلی اور غیب جزئی اور غیب ماضی
ومستقبل ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے
آپ کو ان سب چیزوں کا علم دیا تھا۔ ایک
فرقہ نے سرے سے علم کلی ہی کی نفی کردی ہے کہ
حضور علیہ السلام کو حاصل نہ تھا کیونکہ علم غیب کلی اللہ تعالیٰ
کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا اور غیب جزئی کوئی خاص
بات نہیں کیونکہ وہ جس طرح رسول کو حاصل ہے اسی طرح
دیوانوں اور چارپایوں کو بھی حاصل ہے اللہ ایسے عقیدہ سے
بچائے، یہ ایسا عقیدہ ہے کہ جس میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا اظہار ہوتا ہے اور
کشاں کشاں برے خاتمہ تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک
فرقہ نے وہ تمام علوم غیبیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
لئے ثابت کئے ہیں جو رسالت اور نبوت سے تعلق
رکھتے ہیں یا گذشتہ قوموں اور احوال برزخ یا قیامت
کے خوفناک حالات سے تعلق رکھتے ہیں یا جنت کی نعمتوں
اور دوزخ کے عذاب کے متعلق ہیں اس کے علاوہ علم
غیب بھی جو عالم بالا اور دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جو
خدا تعالیٰ نے آپکو بتا دیئے ہیں اور یہ عقیدہ افراط
و تفریط کے درمیان ہے اور تقویٰ کے قریب ہے، کاش
ہمیں معلوم ہو جاتا کہ جو لوگ تمام قسم کے علوم غیبیہ کلی
جزئی ماضی، حال، اور مستقبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے لئے ثابت کرتے ہیں وہ ان علوم کے متعلق کیا جواب

۱ من احوال الامم

المنهية في الشرع كالنجوم والجفر
والنيرنجات والكهانة والموسيقى
والسحر والرمل والحكمة اليونانية
في الالهيات وما جابهم بقول
الله تعالى وما علمناه الشعر وما
ينبغي له وقوله تعالى وما هو
بساحر وما هو بقول كاهن.
فان قيل هذه العلوم ليست من
الغيب بل من الشهادة نقول اما
كانت هذه العلوم داخلة فيما
كان وما يكون فان قيل نعم
قلنا رفع الله تعالى ساحة الرسالة
عن الاتهام بهذه العلوم فانه
هو الرسول النبي الامي والكفار
كانوا يتهمونه بالسحر قال الله
تعالى وما هو بساحر ويتهمونه
بالكهانة قال الله تعالى ولا
بقول كاهن وكانوا يقولون
انما يعلمه بشر قال الله تعالى
لسان الذي يلحدون اليه اعجمي
وهذا لسان عربي مبين وان
قيل لا يعني ليست هذه العلوم
داخلة فيما كان وما يكون
نقول فهو اي شيء تدخل هذه؟

دیں گے جو شرع میں ممنوعا قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً نجوم
جفر، شعبدہ بازی، کہانت، موسیقی، سحر، رمل، یونانی
فلسفہ جو الہیات کے متعلق ہے۔ (کیا یہ بھی آپ کو
حاصل تھے؟) اور وہ اس کا بھی کیا جواب دیں گے
کہ خود خدائے تعالےٰ نے تصریح کے ساتھ فرمایا ہے
کہ ہم نے اپنے رسولؐ کو شعر کا علم نہیں سکھلایا اور
نہ ہی یہ علم آپ کے شان کے شایاں ہے۔ اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ جادوگر نہ تھے اور یہ قرآن کسی کاہن کا
قول نہیں۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ علوم از قسم غیب
نہیں بلکہ از قسم ظاہر ہیں تو ہم جواب میں پوچھیں گے
کہ اگر وہ غیب میں داخل نہیں تو کیا وہ ماکان وما یکون میں
بھی داخل ہیں یا نہیں؟ تو اگر جواب دیا جائے کہ ہاں
وہ ان میں داخل ہیں تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ وہ داخل ہیں
مگر خدا تعالےٰ نے ذات رسالتؐ کو ان علوم کی آلائش سے
صاف کردیا ہوا ہے کیونکہ آپ رسول اُمّی تھے۔ کفار جادو
کا الزام دیتے تھے مگر خدا نے کہا وہ جادوگر نہیں۔
پھر وہ کہانت کا الزام دیتے تھے کہ جن بھوت کے ذریعہ
سے آپ خبریں دیتے ہیں لیکن خدا نے کہا کہ یہ قرآن کسی
کاہن کا قول بھی نہیں۔ پھر وہ کہتے تھے کہ کوئی اور آدمی
آپکو یہ قرآن سکھاتا ہے تو خدا نے جواب میں کہا کہ جس آدمی
کی طرف تعلیم قرآن کو منسوب کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے۔
عربی زبان جانتا ہی نہیں اور یہ قرآن فصیح عربی میں ہے
اگر یوں کہا جائے کہ نہیں یعنی ماکان اور ما یکون میں یہ
علوم ممنوعہ داخل نہیں تو ہم پوچھیں گے کہ پھر یہ علوم

العلوم ـ وأي جواب للناهين عن اخباره صلى الله عليه وسلم بعذاب القبر وسوال الملكين وضغطة القبر واخباره عليه الصلوة والسلام بالفتوحات الاسلامية قبل وقوعها واخباره باحوال اخر الزمان فوقع جميع ما اخبر به صلى الله عليه وسلم كما اخبر به واي جواب لهم من تعيين مواضع قتل الكفار في البدر فقتلوا في تلك المواضع وهل البهائم والمجانين يخبرون بمثل هذا وسمعت من اعمى الله قلبه ان النبي صلى الله عليه وسلم لوكان يعلم فتح المسلمين وقتل الكفار ببدر لما التجاء الى الله في سجوده بفتح المؤمنين وقتل الكفار ولم يعلم المحروم ان دعائه عليه الصلوة والسلام للمسلمين كان تعبدا وتواضعا لله تعالى اما كان عليه الصلوة والسلام يعلم بانه على الصراط المستقيم لقوله تعالى انك على صراط مستقيم ومع ذلك يقرأ في صلوته اهدنا الصراط المستقيم قال الله تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول وقال الله تعالى

مندوہ کس قسم میں داخل ہوں گے، اور منکرین علم غیب ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر، سوال ملائکہ، قبر کی تنگی کی خبر دی ہے یا جن میں آپ نے قبل از وقوع فتوحات اسلامیہ کی خبر دی ہے، یا آخر زمانہ کی خبریں دی ہیں، حالانکہ سب کچھ اسی طرح پیش آیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ اور اس کا کیا جواب ہوگا جو آپ نے قتل کفار کے مقامات قتل جنگ بدر میں بتائے تھے، چنانچہ وہ ہیں وہ قتل ہوئے جہاں آپ نے کہا تھا۔ کیا چار پائے اور دیوانے بھی ایسی خبریں دے سکتے ہیں؟ میں نے خود اس آدمی سے سنا ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کر دیا تھا، کہتا تھا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی فتح جانتے ہوتے اور بدر میں قتل کفار کی خاص خاص جگہیں جانتے ہوتے تو مسلمانوں کی فتح کے لئے اور قتل کفار کے واسطے سجدہ میں پڑ کر دعا نہ کرتے۔ میں کہتا ہوں کہ اس محروم العقل کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کی دعا کرنا مسلمانوں کے حق میں خدا کے سامنے تواضع اور اظہار خاکساری تھی۔ کیا آپکو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم ہیں۔ حالانکہ خدا نے بتا دیا ہوا تھا کہ آپ صراط مستقیم پر ہیں تاہم آپ نماز میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمہارا خدا عالم الغیب ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اس رسول کو جسے وہ پسند کرے۔ پھر یہ بھی فرمایا

وما كان الله ليطلعكم على الغيب
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
وما كان النبي صلى الله عليه وسلم
هو الرسول المرتضى والرسول المجتبى
وان قيل نعم دخل النبي صلى الله عليه
وسلم في الاستثناء في الآية الاولى
لانه هو الرسول المرتضى وفي مضمون
ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء
لانه هو الرسول المجتبى وان قيل لا
فنقول فمن الرسول المرتضى والمجتبى
الذي ذكره الله تعالى في الآيتين
المذكورتين والتحقيق في هذا المقام
ان جملة عالم الغيب تصح اطلاقها على
النبي صلى الله عليه وسلم باعتبار البعض
ولا تصح باعتبار البعض الآخر فان علم
بعض المغيبات كاخباره صلى الله عليه
وسلم باحوال عالم البرزخ من ضغطة
القبر وسوال الملكين وفسحة القبر
سبعين ذراعا على المطيع وضيقه
على العاصي واخباره باحوال القيمة
من الوقوف والميزان والصراط والحوض
والشفاعة والجنة ونعيمها والنار وجحيمها
واخباره ببعض المغيبات الدنيوية كمصارع
قتلى المشركين ببدر وبرقعة حاطب بن

کہ خدا تو تم کو علم غیب پر مطلع کرنے کے قریب بھی نہیں
ہے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس رسول کو چاہے انتخاب
کرلیتا ہے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برگزیدہ اور
منتخب شدہ رسول نہ تھے؟ اگر یوں کہا جائے کہ ہاں
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی آیت کے استثناء میں داخل
ہیں۔ کیونکہ آپ برگزیدہ اور پسندیدہ رسول ہیں جس کا
ثبوت اس آیت میں ہے کہ لیکن اپنے رسولوں میں سے
اللہ تعالی جسے چاہتا ہے انتخاب کرلیتا ہے کیونکہ
آپ ہی رسول مجتبے ہیں۔ اگر اس کا انکار کیا جائے تو
پھر ہم پوچھیں گے کہ پھر حضور علیہ السلام کے سوا ان
دونوں آیات میں کس رسول مجتبے و مرتضے کا ذکر ہے؟
اس مقام پر تحقیق یہ ہے کہ عالم الغیب کے فقرہ کا
استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صحیح ہے باعتبار بعض
علم غیب کے اور بعض علم غیب کے اعتبار سے صحیح نہیں
کیونکہ بعض مغیبات کا خبر دینا آپ سے بالکل صحیح
اور روشن ہے مثلاً آپ کا عالم برزخ کے متعلق قبر کی
تنگی اور منکر نکیر کے سوالوں کی خبر دینا اور نیک بندے
کی قبر کا ۷۰ گز تک وسیع ہونے اور بدکار پر تنگ ہونے
کی خبر دینا یا احوال قیامت میں خدا کے سامنے پیش ہونے
وزن اعمال، پل صراط، حوض کوثر، شفاعت، جنت اور
اس کی نعمتیں اور دوزخ اور اس کی آگ کا خبر دینا یا
چند معاملات دنیاویہ سے خبر دینا۔ مثلاً بدر میں مشرکین
کی قتل گاہیں بتانا یا حاطب بن بلتعہ کی چٹھی واپس
لینا جو اس نے پوشیدہ طور پر مشرکین کو لکھی تھی۔

بلتعة المكتوب الى قريش واخباره ابا جهل
بما اخفاه في يده من الحصاة واخباره
بقتل ملك الفرس بجهة ليلة قتله و
اخباره بموت النجاشي وصلوة الجنازة
عليه في المدينة واخباره باكل الارضة
صحيفة المعاهدة لقريش المعلقة في
جوف الكعبة واخباره بموت جعفر الطيار
ورفيقيه في غزوة المؤتة واخباره
بالفتح على يد خالد بن الوليد سيف الله
واخباره بفتح باب قلعة خيبر على يد
علي المرتضى واخباره بسم الشاة المشوية
التي اهدتها اليه اليهود واخباره
بقتل علي المرتضى ذا الثدية من الخارجين
واخباره بفتن اخر الزمان الى غير ذلك
من الاخبارات المغيبة كما لا يخفى على
من له ادنى مهارة في العلوم الاسلامية
فان قيل اخباراته بالمغيبات المذكورة
كان باعلام الله تعالى اياه قلنا
حصل المقصود وهو حق قلنا ان اخباره
بالمغيبات كانت من عند نفسه بغير
اعلام الله تعالى فاطلاق جملة عالم
الغيب عليه صلى الله عليه وسلم صحيح بعد
الاعتبار فمن قال من المقلدين انه
عالم بجميع الغيوب او قال عالم

یا ابو جہل کو بتانا کہ اس کی مٹھی میں کنکریاں ہیں۔ یا شاہ
فارس کے قتل کی خبر دینا خاص اسی صبح کو جبکہ مارا گیا
تھا۔ یا موت نجاشی شاہ حبشہ کی خبر دینا۔ پھر مدینہ طیبہ
میں اس پر غائبانہ جنازہ پڑھنا۔ یا یہ خبر دینا کہ دیمک نے
کاغذ معاہدہ کو کھا لیا ہے جو قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
بیت اللہ شریف میں آویزاں کیا تھا۔ یا حضرت جعفر طیار
رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دینا اور اس کے دو
رفیقوں کی خبر دینا جنگ تبوک میں۔ یا حضرت خالد سیف اللہ
کے ہاتھ پر فتوحات کا حاصل ہونا۔ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کے ہاتھ پر قلعہ خیبر کا فتح ہونا یا بکری کے گوشت میں زہر
ملانے کی خبر دینا جو یہودیوں نے آپ کی خدمت میں بطور
تحفہ بھیجا تھا۔ یا آپ کا خبر دینا کہ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ ذوالثدیین خارجی کو قتل کریں گے۔ یا اخیر زمانہ
میں فتنوں کا پیدا ہونا۔ غرضیکہ اسی قسم کی غیبی خبریں
کئی ایک اور بھی آپ نے دی ہیں جو اس شخص پر
مخفی نہیں جو علوم اسلامیہ میں مہارت اور واقفیت
رکھتا ہے۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ تو خدا کے بتانے
سے آپ نے بتائی ہیں اس لئے یہ خبریں غیب نہیں
بلکہ از قسم وحی ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ
ثابت ہوا کہ آپ عالم الغیب تھے اور جب یوں کہا جائے
کہ خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر کشف کے طور پر آپ نے
یہ خبریں دی تھیں تو اس صورت میں بھی نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا صحیح ہوگا۔ جو مقلد یوں کہتے
ہیں کہ حضور علیہ السلام تمام قسم کے غیب کو جانتے تھے

ما كان وما يكون فرادة من العلوم العلوم التي تتعلق بالرسالة و التبليغ و افحام المنكرين واحوال الانبياء المتقدمين ونجاة اممهم المطيعين وهلاك المنكرين واحوال امته عليه الصلوة والسلام في آخر الزمان وما يأتي عليهم من الفتن و ما يجري عليهم من المحن حتى يدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار نعم العلوم التي لا يليق به من الشعر والجفر والرمل والسيمياء والكيمياء و غير ذلك والعلوم التي لا تعلق لها بالرسالة والنبوة والتبليغ كعلم مثاقيل الجبال ومكاييل البحار و قطرات الامطار واوراق الاشجار الى غير ذلك من العلوم التي لا نعلم اسمها ولا رسمها فذلك كله مختصة بخالقها ومنشئها ومغنيها فان قيل اذا ثبت انه صلى الله عليه وسلم عالم ببعض العلوم فما معنى اطلاق كلمة عالم الغيب عليه قلنا ثبوت الصفة للشخص لا يقتضي العلوم لتلك الصفة

یا یوں کہتے ہیں کہ آپ کو تمام ما کان و ما یکون کا علم غیب تھا تو ان کی مراد بھی وہی علوم غیبیہ ہیں۔ جو تبلیغ رسالت اور منکرین کو لا جواب کرنے یا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے حالات معلوم کرنے کے متعلق ہیں یا ان کی مطیع امت کی نجات اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق ہیں۔ یا جو امت محمدیہ کے احوال سے تعلق رکھتے ہیں جو قیامت تک پیش آئیں گے یا ان فتنوں کی ابتداء ہیں جو امت محمدیہ پر آنے والے ہیں یا ان تکالیف کے متعلق ہیں جو ان پر آئیں گی۔ یہاں تک کہ اہل جنت جنت میں چلے جائیں گے اور اہل نار دوزخ میں پہنچیں گے۔ مگر ہاں وہ علوم جو آپ کی شان کے شایاں نہیں مثلاً علم شعر، جفر، رمل، سیمیا، کیمیا وغیرہ اور وہ علوم کہ جن کا تعلق تبلیغ رسالت سے قطعاً نہیں۔ مثلاً پہاڑوں کے وزن معلوم کرنا، سمندروں کے ماپنے کا علم یا بارش کے قطرات کی گنتی یا درختوں کے پتوں کی گنتی اور اسی قسم کے اور علوم کہ جن کے نام بھی ہم نہیں جانتے اور نہ ہی ہمیں ان کی تشریح معلوم ہے۔ تو یہ سب قسم کے علوم خاص خدائے خالق ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان کو پیدا اور فنا کرنے والا ہے کسی انسان کا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض غیبوں کے عالم ہیں تو پھر عالم الغیب کے فقرہ کا آپ پر استعمال کرنے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ کسی شخص کو کسی صفت سے موصوف کرنے کا

بل يكفي في ذٰلك حصول بعض
افراد الصفة لذات الشخص
فانك اذا قلت زيد عالم
فليس المراد ان زيداً عالم
بجميع علوم العالم حلالها و
حرامها بل المتبادر من هذا القول
ان زيداً عالم بعلوم المروجة
المتداولة قال الله تعالىٰ ان
الانسان ليطغىٰ ان راٰه استغنىٰ
اي بعض الانسان فان كثيراً
من الاغنياء كانوا عباد الله
الصالحين بل الانبياء والمرسلين
صلوات الله عليهم اجمعين ومن
تلك المسائل مسئلة ايصال
ثواب الاعمال لارواح الاموات
قالوا حرام او ممنوع او لغو عبث
لا يضر ولا ينفع على اختلاف
آرائهم مستدلين بقوله تعالىٰ
وان ليس للانسان الا ما سعىٰ.
وفي هذه المسئلة اختلاف كثير بين
علماء الطرفين وذكر حججهم بطول
والعبد الضعيف مؤلف الرسالة
لما رأى بيان الشيخ ابن القيم الجوزية
الحنبلي في هذه المسئلة مشحوناً

معنی نہیں ہوتا کہ اس صفت کے تمام اقسام بھی
اس میں موجود ہوں۔ بلکہ اتنا فرد ہی ہوتا ہے کہ
اس کے بعض حصے اس میں پائے جائیں کیونکہ جب
یوں کہتے ہو کہ زید عالم ہے تو اس سے یہ مراد نہیں
ہوتی کہ زید تمام قسم کے علوم دنیاوی حلال حرام
وغیرہ سب جانتا ہے۔ بلکہ بلا تکلف یہی ذہن میں
آتا ہے کہ زید علوم مروجہ کا عالم ہے۔ جو روزمرہ
استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا قول ہے کہ انسان
بیشک حد سے بڑھ جاتا ہے جبکہ وہ اپنے آپکو مستغنی
دیکھتا ہے۔ اس سے مراد بھی بعض انسان ہیں ورنہ
کئی ایک مالدار اللہ کے بندے ہو گذرے ہیں بلکہ
مالدار انبیاء و مرسلین علیہم صلوٰۃ والسلام بھی
تھے۔ اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ایصال ثواب
کا بھی ہے۔ کہ مردوں کی روحوں کو اپنے اعمال کا
ثواب پہنچانا جائز ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں
کہ حرام ہے یا ممنوع ہے یا بیفائدہ ہے۔ جس میں
نہ نفع ہے نہ نقصان۔ اس کے متعلق ان کے
خیالات مختلف ہیں بہرحال مانعین کی دلیل یہ ہے
کہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے اپنی ہی کمائی
کام آئے گی۔ اس مسئلہ میں فریقین کے علماء کے
درمیان بڑا اختلاف ہے جن کے دلائل کا ذکر
کرنا طوالت ہوگا۔ مگر اس رسالہ کے مصنف عبد
ضعیف نے جب شیخ ابن قیم جوزی حنبلی کا اس مسئلہ
میں ایک مضمون دیکھا جس میں انصاف بھرا ہوا

بالانصاف اخذ برد استحسن
المقابلة معهم باعتقاد الشيخ
فيها لانه من اكابر مشايخهم في المذهب
لعلهم يرجعون الى الحق وها انا
اذكر ما قال الشيخ رحمه الله تعالى
فی کتاب الروح فقال واما المسئلة
السادسة عشرة وهي هل تنتفع ارواح
الموتى بشيء من سعي الاحياء ام لا
فالجواب انها تنتفع من سعي الاحياء
بامرين مجمع عليهما بين اهل السنة
من الفقهاء واهل الحديث والتفسير
احدهما ما تسبب اليه الميت في
حياته والثاني دعاء المسلمين
له واستغفارهم له والصدقة
والحج على نزاع ما الذي يصل
من ثوابه هل هو ثواب الانفاق
او ثواب العمل فعند الجمهور يصل
ثواب العمل نفسه وعند بعض
الحنفية انما يصل ثواب الانفاق
واختلفوا في العبادة البدنية
كالصوم والصلوة وقراءة القرآن
والذكر فمذهب الامام احمد
وجمهور السلف وصولها
وهو قول بعض اصحاب

تھا. تو میں نے وہی اختیار کر لیا اور یہی پسند
کیا کہ شیخ موصوف کے عقیدہ کے ساتھ ان کا
مقابلہ کر دوں. کیونکہ مسائل میں شیخ موصوف حنفیوں
کا ایک مسلم بزرگ ہے.. امید ہے کہ وہ بھی
حق کی طرف رجوع کر لیں گے. چنانچہ میں شیخ
صاحب موصوف رحمہ اللہ کا وہ اقتباس پیش
کرتا ہوں جو آپ نے اپنی کتاب کتاب الروح
میں درج کیا ہے. لکھتے ہیں کہ سولھواں مسئلہ یہ
ہے کہ آیا مردہ کی روح زندہ کے اعمال سے فائدہ
اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یوں ہے کہ فائدہ
اٹھا سکتی ہے دو طریق سے جن پر اہل سنت
کے فقہاء، اہلحدیث اور مفسرین کا اتفاق ہے
پہلا طریق یہ ہے کہ مردہ اپنی زندگی میں اس عمل کا
باعث بنا ہو. دوسرا طریق یہ ہے کہ زندہ مسلمان
اس کے حق میں دعاء اور استغفار کریں یا صدقہ
خیرات کریں یا حج کریں. گو اس میں یہ اختلاف
ہے کہ مردہ کو ثواب مال خرچ کرنے کا ملے گا یا
اصل عمل کا ثواب ہوگا. جمہور اہل علم کے نزدیک
خود نیک عمل کا ثواب ملتا ہے اور بعض حنفیہ کے
نزدیک نیک عمل پر مال خرچ کرنے کا ثواب ملتا
ہے. پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ بدنی عبادات
مثلاً نماز روزہ، تلاوت قرآن اور ذکر الہی کا
ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ تو امام احمد بن حنبل اور
جمہور سلف کا یہ مذہب ہے کہ یہ بھی پہنچتا ہے

ابی حنیفة نص علی هذا الامام
احمد فی روایة محمد بن یحیی الکحال
قال قیل لابی عبد الله الرجل
یعمل الشیئ من الخیر من صلوٰة
او صدقة او غیره ذلک فیجعل
نصفه لابیه او لامه قال ارجو
وقال المیت یصل الیه کل شیئ
من صدقة او غیرها وقال
ایضًا اقرأ اٰیة الکرسی ثلاث
مرات وقل هو الله احد وقل
اللهم ان فضله لاهل المقابر۔
فالدلیل علی انتفاعه بما تسبب
الیه فی حیاته مارواه مسلم فی
صحیحه من حدیث ابی هریرة
رضی الله عنه ان رسول الله
صلی الله علیه وسلم قال اذا مات
الانسان انقطع عنه عمله الا من
ثلاث الا من صدقة جاریة
او علم ینتفع به او ولد صالح
یدعو له فاستثناء هذه الثلث
من عمله یدل علی انها منه فانه
هو الذی تسبب الیها وفی سنن
ابن ماجه من حدیث ابی
هریرة رضی الله عنه قال

اور یہی قول حضرت امام اعظمؒ کے بعض شاگردوں
کا بھی ہے۔ اور اس فتوے پر محمد بن یحییٰ کحال
کی روایت میں یوں تصریح موجود ہے کہ امام احمدؒ
سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کوئی نیک عمل
کرتا ہے مثلاً نماز۔ صدقہ۔ خیرات یا کوئی اور
نیک عمل اور اس کا نصف حصہ اپنے باپ یا
اپنی والدہ کے لئے مقرر کرتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے کہا
کہ مجھے اُمید ہے کہ وہ صحیح ہے پھر فرمایا کہ
میّت کو ہر چیز (از قسم صدقہ وغیرہ) پہنچتی ہے
یہ بھی کہا کہ آیۃ الکرسی تین دفعہ اور قل ہو اللہ
احد ایک دفعہ پڑھ۔ اور یوں دعا میں کہو کہ یا اللہ
اس کا ثواب اہل مقابر کو پہنچے۔ اس امر کا ثبوت
کہ جس نیک کام کا مُردہ خود باعث اپنی زندگی میں
بن چکا ہے اُس سے اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ
ہے کہ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے ایک روایت لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ انسان جب مرتا ہے
تو اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین قسم
کے عمل جاری رہتے ہیں۔ اوّل صدقہ جاریہ
دوم مفید علم سوم نیک اولاد جو اُس کے حق
میں دعا گو رہے۔ ان تین اعمال کا استثناء کرنا
اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ عمل بھی اسی میّت کے
ہیں کیونکہ وہی ان کا باعث بنا ہے اور ابن
ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم انما یلحق المومن من عملہ
وحسناتہ بعد موتہ علماً علمہ ونشرہ
او ولداً صالحاً ترکہ او مصحفاً
ورثہ او مسجداً بناہ او بیتاً
لابن السبیل بناہ او نھراً اکراہ
او صدقۃ اخرجھا من مالہ فی
صحتہ وحیاتہ تلحقہ بعد موتہ۔
انتھی مختصراً والذی یدل علی
انتفاعہ بغیر ما تسبب فیہ
القرآن والسنۃ والاجماع و
قواعد الشرع اما القرآن
فقولہ تعالیٰ والذین جاؤا
من بعدھم یقولون اغفرلنا
ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
فاثنی اللہ سبحانہ علیھم
باستغفارھم للمؤمنین
قبلھم وقد دل علی انتفاع المیت
بالدعاء اجماع الامۃ علی
الدعاء لہ فی صلوۃ الجنازۃ
وفی السنن من حدیث ابی
ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ مومن کے نیک اعمال میں سے
موت کے بعد اس کو یہ عمل پہنچتے ہیں۔ اول
جو اس نے پڑھایا اور پھیلایا۔ دوم نیک اولاد
جسے اپنا جانشین بنا گیا۔ سوم قرآن مجید جو ورثہ
میں چھوڑ گیا۔ چہارم مسجد جو اس نے بنائی۔ پنجم
سرائے جو مسافروں کے لئے تیار کی۔ ششم نہر
جو اس نے کھدوائی۔ ہفتم صدقہ جو اپنی زندگی میں
بحالت صحت الگ کر چکا ہے۔ یہ موت کے بعد
اُسے پہنچے گا (مختصر طور پر یہ مضمون ختم ہوا) اور
یہ امر کہ جس چیز کا باعث وہ مردہ نہیں بنا۔ اس کا
ثواب یا نفع بھی اسے پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت
قرآن، حدیث، اجماع اور اصول شرع سے ملتا
ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ جو مسلمان پہلے
مسلمانوں کے بعد دنیا میں آئے ہیں وہ کہتے ہیں
کہ یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو
بھی بخش، جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں دیکھو
خدا تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف کی ہے۔ جو
اپنے پہلوں کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، اور اجماع
اُمتِ محمدیہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ میں میت کے
لئے دعا کرنے سے اسے فائدہ پہنچتا ہے۔ اور کتب
حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو خلوص دل

الدعاء، وفی صحیح مسلم من حدیث
عوف بن مالک قال صلی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم علی جنازۃ فحفظت من
دعائہ وھو یقول اللھم اغفرہ
وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم
نزلہ ووسع مدخلہ الی آخر الحدیث
انتھی مختصرا **فصل** واما وصول
ثواب الصدقۃ ففی الصحیحین
عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان
رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فقال یا رسول اللہ ان امی
افتلتت نفسہا ولم توص واظنہا
لو تکلمت تصدقت افلہا اجر
ان تصدقت عنہا قال نعم
وفی صحیح البخاری عن
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
ان سعد بن عبادۃ توفیت امہ
وھو غائب عنہا فاتی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان امی
توفیت وانا غائب عنہا فہل ینفعہا
ان تصدقت عنہا قال نعم قال
فانی اشہدک ان حائطی المخراف
صدقۃ عنہا وفی السنن و

سے اس کیلئے دعا کرو۔ اور صحیح مسلم میں عوف بن
مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم
نے ایک جنازہ پڑھا۔ اس میں آپ نے میت کے لئے
جو دعا فرمائی تھی میں نے یاد کر لی چنانچہ آپ فرماتے
تھے کہ یا اللہ اسے بخشدے اور اس پر رحم کر اور
اسے سلامتی دے۔ اس کے قصور معاف کر اپنے
پاس عزت و آبرو کے ساتھ اسے خوش کر اور اپنی
بارگاہ میں اس کا داخلہ وسیع کر (انتہی) **(فصل)**
صدقہ کا ثواب پہنچنا اس حدیث سے ثابت ہے
جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیحین میں مروی
ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی حاضر
ہوا اور کہا کہ میری ماں مر گئی ہے اور وصیت نہیں
کر سکی۔ مجھے خیال ہے کہ اگر بول سکتی تو ضرور صدقہ
کرتی۔ تو کیا میں اگر صدقہ کروں تو اس کو ثواب پہنچیگا
تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ضرور ملیگا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے کہ سعد بن عبادہ کی ماں مر گئی اور
وہ غیر حاضر تھا۔ پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس
آیا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ میری ماں میری
غیر حاضری میں مر گئی ہے تو اگر میں اس کی
طرف سے وکیل بنکر صدقہ کروں تو کیا اسے
کچھ فائدہ ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا ہاں فائدہ
ہوگا۔ پھر سعد نے کہا کہ آپ گواہ رہیں کہ میرا
باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے اور بھی حدیث

وفی مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ابی مات
وترک مالا ولم یوص فہل یکفر عنہ ان اتصدق عنہ قال نعم

نے صلی رسول اللہ

مسند احمد عن سعد بن عبادة
انه قال یا رسول الله ان ام سعد
ماتت فای الصدقة افضل
قال الماء فحفر بیرا وقال هذه
لام سعد۔ انتہیٰ **فصل** واما
وصول ثواب الصوم
ففی الصحیحین عن عائشة
ان رسول الله صلی الله علیه
وسلم قال من مات وعلیه
صیام صام عنه ولیه وفی
الصحیحین ایضا عن ابن عباس
رضی الله عنهما قال جاء رجل
الی النبی صلی الله علیه وسلم
فقال یا رسول الله ان امی ماتت
وعلیها صوم شهر افاقضیه
عنها قال نعم وفی روایة
جاءت امراة الی رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقالت
یا رسول الله ان امی ماتت
وعلیها صوم نذر افاصوم
عنها قال افرایت لو کان
علی امك دین فقضیته اکان
یؤدی ذلك عنها قالت نعم
قال فصومی عن امك وهذا

ہے اور مسند احمد میں بھی سعد بن عبادہ سے
روایت ہے کہ اس نے کہا کہ میری ماں ام سعد مرگئی
ہے تو آپ فرمایئے کہ کس قسم کی خیرات اس کی طرف
سے افضل ہوگی تو آپ نے فرمایا کہ پانی کی خیرات
افضل ہے۔ پھر اس نے ایک کنواں کھدوایا اور
کہا کہ یہ کنواں میری ماں ام سعد کا ہے۔ انتہیٰ
**(فصل)** روزہ کا ثواب پہنچانا تو اس کے
متعلق بھی صحیحین میں روایت ہے حضرت عائشہ
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
مرجائے اور اس کے ذمہ پر روزے باقی ہوں
تو اس کا وارث اس کی طرف سے روزے رکھے
اور یہ بھی صحیحین میں ہی روایت ہے کہ ایک آدمی
حضور علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری
ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے
باقی ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے قضا کروں
تو آپ نے فرمایا ہاں قضا کرو۔ ایک روایت میں ہے
کہ ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی
اور کہنے لگی کہ میری ماں مرگئی ہے اور اس کے ذمہ
پر نذر کے روزے باقی ہیں تو کیا اس کی طرف سے
میں روزے رکھوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم یہ خیال
کرو کہ اگر اس کے ذمہ پر قرضہ ہوتا تو تو اُسے ضرور ادا
کرتی۔ تو کیا وہ اس کی طرف سے ادا ہوجاتا یا
نہ ہوتا۔ کہنے لگی ہاں وہ تو ادا ہوجاتا۔ تو پھر
آپ نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے بھی

اللفظ للبخاري وحده تعليقا
انتهى مختصرا. فصل واما
وصول ثواب الحج ففي صحيح
البخاري عن ابن عباس
رضي الله عنهما ان امراة من
جهينة جاءت الى النبي صلى الله
عليه وسلم فقالت ان امي نذرت
ان تحج فلم تحج حتى ماتت
افاحج عنها قال حجي عنها ارايت
لو كان على امك دين اكنت
قاضية اقضوا الله فالله
احق بالقضاء وروى ايضا
عن ابن عباس رضي الله عنهما
ان امراة سالت النبي صلى الله
عليه وسلم عن ابنها مات ولم
يحج قال حجي عن ابنك انتهى مختصرا
ثم قال الشيخ واجمع المسلمون
على ان قضاء الدين يسقطه
من ذمته ولو كان من اجنبي
او من غير تركته وقد دل عليه
حديث قتادة حيث ضمن
الدينارين عن الميت فلما قضاهما
قال له النبي صلى الله عليه
وسلم الآن بردت عليه جلده

(اور یہ لفظ بطور تعلیق کے صرف بخاری میں ہیں) (انتہی)
فصل: اور ثواب حج کا پہنچنا۔ تو اس کے متعلق
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت صحیحین
میں موجود ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی
کہ میری ماں نے نذر مانی تھی کہ حج کرے گی مگر وہ حج
نہیں کر سکی اور مر گئی تو کیا میں اس کی طرف سے حج
کروں؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی طرف سے حج کرو پھر
فرمایا کہ تم خود سمجھو کہ اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تو
اس کی طرف سے ضرور ادا کرتی۔ اس لئے خدا کا قرضہ
بھی ادا کرو۔ کیونکہ اس کا قرضہ ادا کرنا تو سب سے زیادہ
ضروری ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی روایت
ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کیا تھا اپنے بیٹے کے متعلق کہ وہ مر گیا ہے
اور حج نہیں کر سکا۔ تو آپ نے فرمایا تو پھر تم اس
کی طرف سے حج کرو (انتہی مختصراً) اس کے بعد شیخ
موصوف فرماتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس امر پر
اجماع اور اتفاق ہے کہ میت کا قرضہ بعد میں ادا
کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے اگرچہ ادا کرنے والا
کوئی بیگانہ ہو یا اس کے مال متروکہ سے بھی ادا نہ
کیا جائے۔ اور حدیث قتادہؓ کی اس کا ثبوت دیتی
ہے کہ اس نے ایک میت کی طرف سے دو دینار کی
ضمانت دی تھی اور جب ادا کر دیئے تو حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ اب تو نے اس کے جسم کو ٹھنڈا کیا ہے اب

وأما قراءة القرآن فقال الشيخ
في أول كتاب الروح في المسألة
الأولى وقد ذكر عن جماعة من السلف
أنهم أوصوا أن يقرأ عند قبورهم
وقت الدفن قال عبد الحق يروى
أن عبد الله بن عمر أمر أن يقرأ
عند قبره سورة البقرة وممن
رأى ذلك المعلى بن عبد الرحمن
وكان الإمام أحمد ينكر ذلك
أولا حيث لم يبلغه فيه أثر
ثم رجع عن ذلك وقال
الخلال في الجامع كتاب القراءة
عند القبور أخبرنا العباس
بن محمد الدوري ثنا يحيى
بن معين ثنا مبشر الحلبي
حدثني عبد الرحمن بن
العلاء بن اللجلاج عن أبيه
قال قال أبي إذا أنا مت
فضعني في اللحد وقل بسم الله
وعلى سنة رسول الله وسن
علي التراب سنا واقرأ عند رأسي
بفاتحة البقرة وخاتمتها فإني سمعت
عبد الله بن عمر يقول ذلك انتهى
مختصرا ثم قال الشيخ بعد إيراد

رہی تلاوت قرآن، تو اس کے متعلق بھی شیخ موصوف
نے اپنی تصنیف کتاب الروح کے آغاز میں مسئلہ
اول کہہ کر بیان کیا ہے کہ سلف صالحین کی
ایک جماعت سے روایت ہے کہ انہوں نے
مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ دفن کے وقت
ان کے پاس قرآن شریف پڑھا جائے۔ شیخ
عبدالحق کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے
روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ میری قبر کے
پاس سورۂ بقرہ پڑھی جائے اور مجوزین میں سے
ایک حضرت علی بن عبدالرحمٰن بھی ہیں اور حضرت احمد
بن حنبلؒ جب تک کہ آپکو کسی صحابی کا عمل معلوم
نہ تھا۔ اس کے منکر تھے۔ پھر آپ نے رجوع کر لیا
اور جناب خلال اپنی جامع میں بعنوان دیگر
کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے لکھتے ہیں
کہ عباس بن محمد دوری نے ہمیں بتایا تھا کہ یحییٰ بن
معین نے ہمیں بتایا تھا کہ مبشر حلبی نے کہا ہے
کہ عبدالرحمٰن بن علاء بن حلاج اپنے باپ سے
روایت کرتا ہے کہ میرے باپ نے کہا تھا کہ جب
میں مر جاؤں تو مجھے لحد میں رکھتے ہوئے یوں کہو
بسم اللہ علی سنت رسول اللہ پھر مجھ پر مٹی ڈال
جانا اور میرے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدا کی اور
آخری آیات پڑھنا کیونکہ میں نے حضرت عبداللہ
بن عمر سے سنا ہوا ہے کہ آپ یوں کہا کرتے تھے
(انتہی مختصرا) اس کے بعد شیخ موصوف نقل

الادلة العقلية والنقلية و
هذه النصوص متظاهرة على
وصول ثواب الاعمال الى المیت
اذا فعله الحی عنه وهذا
محض القیاس فان الثواب
حق العامل فاذا وهبه لاخیه
المسلم لم یمنع من ذلك
کما لم یمنع من هبة ماله
فی حیاته وابرائه له منه بعد موته
وقد نبه النبی صلی الله علیه
وسلم بوصول ثواب الصوم
الذی هو مجرد ترك ونیة
تقوم بالقلب لا یطلع علیه
الا الله ولیس بعمل الجوارح
وعلی وصول ثواب القراءة
التی هی عمل باللسان تسمعه
الاذن وتراه العین بطریق
الاولی- ویوضحه ان الصوم نیة
محضة وکف النفس عن المفطرات
وقد اوصل الله ثوابه الی المیت
فکیف بالقراءة التی هی عمل و
نیة بل لا تفتقر الی النیة فوصول
ثواب الصوم الی المیت فیه تنبیه
علی وصول سائر الاعمال

اور نقلی دلائل دے چکے ہیں. فرماتے ہیں کہ یہ تصریحات
اس امر پر متفق ہیں کہ جب زندہ میت کی طرف سے
کوئی عمل کرتا ہے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے
اور محض قیاس کا مقتضیٰ بھی یہی ہے کہ گو ثواب عمل کرنے
والے کا حق ہے مگر جب وہ اپنے مسلم بھائی کو
بخش دیتا ہے تو کوئی ممانعت نہیں ہوتی جس طرح
کہ اس امر کی ممانعت نہیں کہ اسکی زندگی میں
اپنا کچھ مال بخش دے یا اسکی موت کے بعد اسکو مال کی
ادائیگی سے بری الذمہ کر دے. خود رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبردار کر دیا ہے کہ روزہ
کا ثواب میت کو پہنچتا ہے حالانکہ وہ روزہ صرف
ترک اکل وشرب اور نیت کا نام ہے اور نیت کا تعلق
صرف دل سے ہے جسپر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی
مطلع نہیں ہوتا اور یہ روزہ کوئی محسوس قسم کا عمل
نہیں اور آنحضرت علیہ السلام نے یہ بھی بتا دیا ہے
کہ قراۃ قرآن کا ثواب بھی بطریق اولےٰ پہنچتا ہے
جو زبان کا عمل ہے اور اسے کان سنتے ہیں اور آنکھ
دیکھتی ہے. اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ صرف نیت
ہے اور روزہ مشکل امور سے اپنے نفس کو روکنے کا نام
ہے. اللہ تعالیٰ اسکا ثواب میت کو پہنچا دیتا ہے تو
بھلا قراۃ قرآن کا ثواب کیوں نہ پہنچے گا جو عمل اور
نیت سے مرکب ہے بلکہ اس میں نیت کی بھی ضرورت
نہیں ہوتی پس میت کو روزہ کے ثواب کے پہنچنے
میں اس امر کا اشارہ ہے کہ باقی اعمال کا ثواب بھی

والعبادات قسمان مالية و بدنية وقد نبّه الشارع بوصول ثواب الصدقة على وصول ثواب سائر العبادات المالية و نبّه بوصول ثواب الصوم على وصول ثواب سائر العبادات البدنية و اخبر بوصول ثواب الحج المركب من المالية و البدنية فالانواع الثلثة ثابتة بالنص والاعتبار وبالله التوفيق۔

ثم قال الشيخ قال المانعون قال الله تعالیٰ وان ليس للانسان الا ما سعى وقال لا تجزون الا ما كنتم تعملون وقال لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت وقد ثبت عن النبي صلے الله عليه وسلم انه قال اذا مات العبد انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جارية عليه او ولد صالح يدعو له او علم ينتفع به من بعده فاخبر انه انما ينتفع بما كان تسبب اليه في الحيوة وما لم يكن قد تسبب فهو منقطع عنه

میت کو پہنچتا ہے۔ اب عبادات دو قسم میں مالی اور بدنی اور تیسری ان کے مرکب کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام نے ثواب صدقہ کے پہنچنے میں باقی عبادات مالیہ کے پہنچنے پر اشارہ کر دیا ہے اور روزہ کے ثواب پہنچنے میں آپ نے اشارہ کیا ہے کہ تمام عبادات بدنیہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور آپ نے حج کے ثواب پہنچنے کی بھی خبر دی ہے جو عبادت مالی اور بدنی سے مرکب ہے پس تینوں قسم کا ایصال ثواب نص اور قیاس شرعی سے ثابت ہو گیا وباللہ التوفیق۔

پھر شیخ موصوف لکھتے ہیں کہ مخالفین کی دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو اسی کا بدلہ ملیگا جو تم دنیا میں کرتے تھے پھر فرمایا کہ انسانی نفس کے لئے وہ نیک عمل کام آئیگا جو اس نے کمایا ہوگا۔ اور اس پر اس بدعملی کا بوجھ پڑیگا جو نفس پر وہی کے لئے اس نے کمائی ہوگی اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان مرتا ہے تو اس کے عمل بند ہو جاتے ہیں۔ سوائے تین صورت کے کہ صدقہ جاریہ ہو جا کے نام پر چلتا رہے یا اولاد نیک ہو جو اسے یاد کرتا رہے یا مفید تعلیم ہو جس سے اس کے بعد لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے وہ اعمال بتائے ہیں کہ جن میں بحالت حیات خود انسان کی اپنی کوشش کا کچھ دخل ہو اور جنہیں اس کا کچھ دخل نہیں۔ وہ عمل

ثم ذکر الشیخ دلائل عقیدتهم واعتراضاتهم علی مجوزین وقال اصحاب الوصول لیس فی شیئ مما ذکرتم مایعارض ادلة الکتاب والسنة واتفاق سلف الامة ومقتضی قواعد الشرع اما قوله تعالی وان لیس للانسان الا ماسعی فقد اختلفت طرق الناس فی المراد بالایة فقالت طائفة المراد بالانسان ههنا الکافر واما المؤمن فله ماسعی وماسعی له وقالت طائفة الایة اخبار شرع من قبلنا وقد دل شرعنا علی ان له ماسعی وماسعی له وقالت طائفة اللام بمعنی علی ای ولیس علی الانسان الا ماسعی وقالت طائفة فی الکلام حذف تقدیره وان لیس للانسان الا ماسعی او سعی له وقالت طائفة اخری الایة منسوخة بقوله تعالی والذین امنوا واتبعتهم ذریتهم بالایمان الحقنا بهم ذریتهم

فرو رہنمے کئے جائینگے۔ اس کے بعد شیخ موصوف نے انکے عقائد کے دلائل بیان کیے ہیں اور مجوزین ایصال ثواب پر انکے اعتراضات لکھے ہیں پھر جو ایصال ثواب کے قائل ہیں انہوں نے مخالفین کو یوں خطاب کیا ہے کہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو ہماری تحقیق کے مخالف ہو جو ہم نے کتاب وسنت اور اجماع سلف صالحین اور قواعد قیاس شرعیہ سے پیش کی ہے کیونکہ یہ آیت کہ لیس للانسان الا ماسعی مفسرین کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ اس انسان سے کیا مراد ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد کافر انسان ہے اور مومن انسان کیلئے اس کی اپنی کمائی بھی مفید ہے اور وہ کمائی بھی مفید ہے جو غیر کی طرف سے اس کیلئے کی جائے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ یہ آیت پہلی شریعتوں کی خبر دیتی ہے۔ ورنہ ہماری شریعت میں تو اپنی اور غیر کی کمائی دونوں ثابت ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ لام بمعنی علی ہے اور اس کا یہ معنی ہے کہ انسان کا نقصان اسی کی کمائی سے ہوگا غیر کی بدعملی سے اسے نقصان نہیں پہنچیگا۔ ایک فریق کا خیال ہے کہ اس مقام پر (او سُعِیَ لَہٗ) مقدر ہے تو اصل آیت یوں ہوگی کہ لیس للانسان الا ماسعی او سُعِیَ لَہٗ۔ ایک فریق کہتا ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے اس آیت سے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انکی اولاد ایمان لانے میں انکی تابع ہے تو ہم انکی اولاد کو انہیں کی

وهذا منقول عن ابن عباس
رضي الله عنهما وقالت طائفة
أخرى المراد بالإنسان الحي دون
الميت. قال الشيخ رحمه الله تعالى
وهذه التاويلات كلها من
سوء التصرف في اللفظ العام.
ولم يرض بها الشيخ ثم قال و
قالت طائفة أخرى وهو جواب
أبي الوفاء بن عقيل قال الجواب
الجيد عندي أن يقال الإنسان
بسعيه وحسن عشرته اكتسب الأ
صدقاء وأولد الأولاد ونكح
الأزواج وأسدى الخير وتودد
إلى الناس فترحموا عليه وأهدوا
له العبادات وكان ذلك أثر سعيه
كما قال صلى الله عليه وسلم إن أطيب
ما أكل من كسبه وان ولده من كسبه
وهذا جواب متوسط يحتاج إلى تمام
فإن العبد بإيمانه وطاعته لله ورسوله
قد سعى في اكتساب كل إخوانه المؤمنين
مع عمله كما ينتفع بعملهم في الحيوة
مع عمله فإن المؤمنين ينتفع بعضهم
بعمل بعض في الأعمال التي يشتركون فيها
كالصلاة في جماعة فدخول المسلم مع

شامل کر دیں گے۔ اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے منقول ہے۔ ایک جماعت کی رائے ہے کہ اس سے مراد
زندہ انسان ہے، مردہ انسان مراد نہیں۔ شیخ موصوف
فرماتے ہیں کہ یہ تمام تاویلیں آیت کے عام لفظ کو بُری طرح
بگاڑتی ہیں اسی لئے ہم ان کو پسند نہیں کرتے۔ پھر ایک اور
جماعت کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ جواب ابوالوفا
بن عقیل کی طرف سے دیا گیا ہے چنانچہ اس نے کہا ہے کہ
بہتر جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش سے
اور اپنی قوم سے نیک سلوک سے دوست پیدا کر لیتا
ہے پیدا کرتا ہے۔ بیوی سے نکاح کرتا ہے۔ غیر سے بھلائی
کرتا ہے۔ اور لوگوں سے دوستانہ تعلق رکھتا ہے تو لوگ
اس پر رحم کرتے ہیں اور عبادات کا تحفہ دیتے ہیں تو یہ
سب اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا ہے کہ انسان کی بہتر خوراک وہ ہے جو اپنی کمائی
سے کھائے۔ اس کی اولاد بھی اسی کی کمائی ہے مگر یہ
جواب نامکمل ہے اس لئے تکمیل کی ضرورت ابھی
باقی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ایمان سے اور خدا و رسول
کی اطاعت سے اپنے عمل کے علاوہ اپنے مسلم بھائیوں
کے عمل سے بھی فائدہ اٹھانے میں کوشش کرتا ہے جیسا کہ
زندگی میں اپنے عمل کے ہوتے ہوئے انکے عمل سے فائدہ
اٹھاتا ہے کیونکہ مسلمان ایک دوسرے کے نیک عمل
سے فائدہ اٹھایا کرتے ہیں جن میں وہ شریک کار ہوں جیسے
نماز باجماعت وغیرہ۔ پھر شیخ موصوف فرماتے ہیں کہ ہر ایک
مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہونا اور ان [illegible]

جملة المسلمين في عقد الاسلام من اعظم
الاسباب في وصول نفع كل من المسلمين
الى صاحبه في الحيوته وبعد
مماته ثم قال فالعبد بايمانه
قد تسبب الى وصول هذا الدعاء
اليه فكانه من سعيه يوضحه
ان الله سبحانه جعل الاعادة
سببا لانتفاع صاحبه بدعاء
اخوانه من المومنين وسعيهم
فاذا اتى به فقد سعى في السبب
الذي يوصل اليه ذلك وقد
دل على ذلك قول النبي
صلى الله عليه وسلم لعمرو
بن العاص ان اباك لو اقر
بالتوحيد لنفعه ذلك
يعني العتق الذي فعل عنه
بعد موته فلو اتى بالتسبب
لكان قد سعى في عمل يوصل
اليه ثواب العتق وهذه
طريقة لطيفة حسنة جدا
انتهى ماذكره الشيخ ابن القيم
الجوزية رح في كتاب الروح
في المسئلة السادسة عشر
بالاختصار قال العبد الضعيف

کا معاہدہ قائم کرنا ہی ایک بڑا سبب ہے اس امر کا
کہ ہر ایک مسلم کو اپنے بھائی کی طرف سے فائدہ پہنچے
زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی۔ پھر شیخ فرماتے
ہیں کہ انسان اپنے ایمان کی وجہ سے اپنے حق میں
دعائے خیر لینے کا باعث ہوتا ہے تو گویا یہ دعا بھی
اسی کی کوشش ہے۔ اس کی وضاحت اس سے
ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالے نے عبادت کو اس
امر کا سبب بنایا ہے کہ وہ عابد اپنے مسلم بھائیوں
کی دعا وغیرہ سے فائدہ اٹھائے تو انسان جب
عبادت کرتا ہے تو وہ گویا اس سبب کے پیدا کرنے میں
کوشش کرتا ہے جس کے طفیل سے وہ فائدہ اس تک
پہنچایا جاتا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
فرمان بھی دلالت کرتا ہے جو آپ نے عمرو بن عاص
کو فرمایا تھا جبکہ اسکا باپ بحالت کفر مر گیا اور
اس نے اسکی طرف سے ایک غلام آزاد کیا کہ اگر وہ
توحید کا قائل ہو جاتا تو یہ غلام آزاد کیا اسے مفید
پڑتا جو اس کی موت کے بعد اسکی طرف سے آزاد کیا
گیا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ اگر وہ سبب پیدا کرتا تو گویا
یوں سمجھا جاتا کہ وہ ایسا کام کرتا تھا جو اسکو غلام
آزاد کرنے کا ثواب پہنچا دیتا۔ یہ طریق جواب بہت
لطیف اور خوب ہے۔ اب وہ تمام مضمون مختصر طور
پر یہاں ختم ہو گیا ہے جو شیخ ابن قیم جوزی نے
اپنی تصنیف کتاب الروح کے سولھویں مسئلہ میں
درج کیا ہے۔ اب عبد ضعیف (مولف رسالہ ہٰذا)

ان قلت لاحد ليس لك من
الدنيا الا ما تملكه وجاء احدٌ
واعطاه مالا كثيرا فلا يعارض
ما حصل له قولك ليس لك
من الدنيا الا ما تملكه انتهى . و
من تلك المسائل مسئلة البشرية
لسيدنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقال قوم من اطلق
البشرية على النبي صلى الله عليه
وسلم فقد كفر لان في هذا
الاطلاق توهين للرسول اذ الكفار
كانوا يقولون انما انت بشر وقال
قوم هو بشر مثلنا لان الله تعالى
امره بقوله قل انما انا بشر مثلكم
ومنزلته عندنا بمنزلة الاخ
الاكبر وليت شعري باى وجه تفوه
الاخ الاكبر ان كان مرادهم بالاكبرية
المتقدم في الزمان فقط فابو لهب احق
باخوتهم لاتفاقهم معه في تحقير النبي
صلى الله عليه وسلم وان كانت الاكبرية
بالرتبة والتقرب الى الله تعالى فاى
مناسبة لهم به صلى الله عليه وسلم وان
كان مرادهم اخوة الاسلام فامعنى الاكبر
فانما المؤمنون اخوة ووقع الطائفتان

کہتا ہے کہ اگر تم کسی سے یوں کہدو کہ تیرے پاس
تو صرف دنیاوی مال وہی ہے جس کے تم ابھی مالک
ہو مگر کسی نے اگر اسکے بعد اسے بہت مال دیدیا
تو اس واقعہ سے تمہارا وہ پہلا کہنا غلط نہ ہوگا
کہ تم صرف اتنے مال کے ہی مالک ہو جو اب تمہارے
پاس ہے (انتہی) متنازع فیہ مسائل میں سے ایک
مسئلہ بشریت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے
ایک جماعت کا قول ہے کہ جو شخص آپ پر بشر کا لفظ
استعمال کرتا ہے وہ کافر ہوجاتا ہے کیونکہ اس میں حضور
علیہ السلام کی توہین ہوتی ہے کیونکہ کفار تحقیر کرتے ہوئے
یہ لفظ کہا کرتے تھے کہ تم آخر بشر ہی ہو۔ ایک فریق کا قول
ہے کہ آپ ہمارے جیسے ہی بشر تھے کیونکہ انکو خدا نے حکم
دیا ہے کہ آپ کہدیں کہ میں تو تمہارے جیسا ہی انسان ہوں
اور ہمارے نزدیک آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے
مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ کس وجہ سے ان لوگوں نے حضور
کو بڑا بھائی بنا رکھا ہے کیونکہ اگر اس بڑائی سے مراد پہلے زمانہ
میں ہونا مراد ہے تو ابو لہب کو زیادہ مستحق ہے کہ انکا بھائی
بن جائے کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کی توہین پہلے زمانہ میں
ان سے متفق ہوگئے ہیں ہے - و اگر بڑائی سے مراد مرتبہ کی بڑائی
ہے یا قرب الہی کی بڑائی مراد ہے تو ان کو حضور علیہ السلام
کوئی بھی تناسب حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی مراد اسلامی
برادری ہے تو پھر بڑا بھائی کہنے سے کچھ فائدہ نہیں کیونکہ
تمام مؤمنین چھوٹے بڑے یکساں بھائی ہیں۔ بہرحال دونو
فریق افراط و تفریط میں پڑے ہوئے ہیں حق بات یہ ہے کہ

في الافراط والتفريط والحق الحق في المسئلة
تفصيل فالبشر اسم لاولاد آدم عليه السلام
بمعنى الانسان وسماه الله تعالى بشرا فقال
تعالى اني خالق بشرا من طين والنبي صلى الله
عليه وسلم سيد ولد آدم فاذا كان الاب
بشرا لابد ان يكون الولد بشرا لكن البشرية
صفات وخصوصيات ان ارتقى الى
درجات القرب كان افضل من الملائكة
وان نزل الى دركات البعد كان ارذل
من الشياطين فالانبياء عليهم الصلوة
والسلام عموما وسيدنا رسول الله صلى
الله عليه وسلم بالخصوص ارتقى بفضل الله و
رحمته الى اقصى درجات القرب والتمكين
حتى كان في مقام قاب قوسين او ادنى
لان فضل الله كان عليه عظيما ومع ذلك
القرب هو بشر انسان بقي الكلام في المثلية
الواردة في القرآن فالمثلية ثابتة لاشتراك
الناس معه في ماهية البشرية والانسانية
لا في خصوصياتها وصفاتها ويكفي في
المثلية الاشتراك في الصفة الواحدة و
لا يلزم الاشتراك في جميع الصفات فانك
اذا قلت زيد مثل الاسد فمقصودك
اشتراك الزيد مع الاسد في صفة الشجاعة
فقط لا في جميع صفات الاسد لانه سبع وحشي

اس مسئلہ کی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ بشر اولاد آدم علیہ السلام
کا نام ہے جس کے معنے انسان ہے۔ خدا نے آدم کو بھی بشر کہا
ہے چنانچہ خدا نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں مٹی سے ایک بشر
پیدا کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم علیہ السلام
کی ہی اولاد ہیں اور جب باپ بشر ہے تو بیٹا بھی ضرور بشر ہی
ہوگا مگر اس کے علاوہ بشر کے اور اوصاف اور خاصیتیں بھی
ہیں جن کی وجہ سے وہ قرب الہی تک پہنچتا ہے اگر وہ یہاں
پہنچ گیا تو فرشتوں سے بھی افضل ہوگا اور اگر بارگاہ الہی سے
دوری کے گڑھوں میں گر گیا تو شیطان سے بھی زیادہ ذلیل
ہوگا تو انبیاء علیہم السلام عموماً اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم خصوصاً خدا کے فضل و کرم سے قرب الہی کے اعلیٰ درجات
پر پہنچ چکے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ قاب قوسین او ادنیٰ
کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ خدا کا فضل آپ پر بہت تھا
باوجود اس قرب الہی کے پھر بھی آپ بشر اور انسان ہی
رہے اب یہ بحث باقی ہے کہ قرآن شریف میں جو مثلکم آیا ہے
اس سے کیا مراد ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی حقیقت
میں اشتراک کی وجہ سے آپ کو دوسروں سے مساوات حاصل
ہے مگر بشر کی خصوصیات اور اعلیٰ صفات میں ان سے الگ
ہیں اور مساوات فی البشریۃ کے لئے صرف ایک صفت کی
کافی ہے اور یہ ضروری نہیں کہ آپ باقی صفات کا ذاتی بھی
دوسروں کے مساوی ہوں یا وہ آپ کے مساوی ہوں جیسا کہ
تم یوں کہتے ہو کہ زید شیر ہے تو تمہارا مقصود صرف یہ ہوتا ہے
کہ زید شیر کے ساتھ شجاعت میں مساوی اور شریک ہے۔ باقی
صفات شیر میں شریک نہیں کیونکہ شیر وحشی جانور ہے وغیرہ

انسان ولنعم ما قیل فی المثل السائر
محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر لا کالبشر بل
ھو کالیاقوت بین الحجر وما ادری لای
سبب ینفون البشریۃ عنہ صلی اللہ علیہ
وسلم فان البشریۃ ھی سبب لتصدیق
رسالتہ ومعجزاتہ وخوارق عاداتہ فان
المعجزات وخوارق العادات تصیر سببا
لتصدیق دعوی الرسالۃ اذا صدرت
من البشر واما ان صدرت من الملائکۃ او
من الجن والشیاطین فای غرابۃ فیہ
فان خوارق العادات من الملائکۃ و
الشیاطین امر عادی بل مفھوم المعجزۃ
وخرق العادۃ یتصور بالنسبۃ الی
الانسان بان غیر الانبیاء علیہم الصلوۃ
والسلام یعجزون عن الاتیان بمثلہ فلذا
سمیت المعجزۃ خرق العادۃ ای خرق
عادۃ بنی آدم لا خرق عادۃ الملائکۃ و
الشیاطین قالوا انہ صلی اللہ علیہ وسلم نور
لان اللہ سبحانہ وتعالی قال یا ایھا الناس
قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین قلنا
آمنا وسلمنا انہ نور لکن النورانیۃ تصیر
سببا للمدح اذا صار البشر نورا بارتقائہ
من کثافۃ البشریۃ الی معارج
النور الاصلی اما غیر البشر

انسان ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل میں خوب کہا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم بشر تو ہیں مگر عام بشر کی مانند نہیں بلکہ آپ یاقوت
کی طرح ہیں کہ وہ بھی پتھر تو ہوتا ہے مگر اسے یاقوت کہتے ہیں
پتھر نہیں کہتے۔ مجھے معلوم نہیں کہ یہ لوگ حضور علیہ السلام سے
بشریت کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ بشریت ہی آپ کی رسالت
کی تصدیق اور آپ کے معجزات اور خرق عادات کی تصدیق
کا سبب ہے۔ کیونکہ انسان سے جب معجزات صادر ہوں یا
خرق عادات تو یہی تصدیق رسالت کا سبب بنا کرتے
ہیں۔ اگر یہ سب کچھ فرشتوں سے صادر ہوں یا جن اور
شیطان سے پیدا ہو تو کچھ تعجب نہ ہوگا کیونکہ خرق عادت
فرشتوں اور شیاطین سے ایک مسلم اور عادی امر ہے
بلکہ معجزہ اور خرق عادت کی حقیقت ہی انسان سے تعلق
قائم کرنے کے ساتھ پیدا ہوا کرتی ہے کہ دوسرے انسان
انبیاء علیہم السلام کے بغیر ایسا کرنے سے عاجز ہوا کرتے ہیں
اسی بنا پر معجزہ کو خرق عادت کا نام دیا گیا ہے یعنی معجزہ
بنی آدم کی روزمرہ عادت کے خلاف ہوتا ہے۔ ورنہ یہ مطلب
نہیں کہ وہ معجزہ فرشتوں یا شیاطین کی طاقت سے بھی
باہر ہوتا ہے۔ صوفی یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نور ہیں کیونکہ
خدا نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ کا نور آیا ہے
اور روشن کتاب (قرآن مجید) آیا ہے۔ اسلئے آپکو بشر کہنا
صحیح نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ہمیں بھی تسلیم ہے اور ہمارا بھی
ایمان ہے کہ آپ نور ہیں مگر نورانیت انسان اور بشر ہی کے
لئے تعریف کا سبب بنتی ہے جبکہ وہ کثافت بشری سے
نکل کر اصلی نورانیت کے بلند مراتب پر ترقی کر جائے اور جب

ان اتصف بالنور فالنورانية
فيه طبعية لا كسبية قال الله تعالى
والقمر نورا فالقمر ما ارتقى من كثافة
المادية الى النورانية بكسبه بل
خلقه الله تعالى نورا فيكون نورانيته
طبعية وليس فيه فخر ابدا ومدح محتل
به قال الله تعالى يهدى الله لنوره
من يشاء فالبشرية لما فيه عن
الكدورات النفسانية مدح واى
مدح وكمال اى كمال والعجب من القوم
كيف زعموا الكمال نقصا والمدح ذما
انتهى. ومن تلك المسائل مسئلة التعظيم
لغير الله تعالى قال قوم التعظيم لغير الله
شرك او كفر او بدعة على اختلاف آرائهم
قال المؤلف وفقه ربه لما يحب ويرضى
انى الفت كتابا قبل هذا باعوام وسميته
الاصول الاربعة فى ترديد الوهابية
وفتحت فيه بابا عنوانه الباب
الاول فى جواز التعظيم لغير الله تعالى
وشاع الكتاب بعد الطبع ووصل
الى من يدعى العلم من جماعتهم فقال
غير الله يدخل فيه الاصنام والاوثان
وتعظيم الاصنام شرك.
اقول عجبا لم انا ما قلت

انسان کے بغیر اگر کوئی (مثلاً فرشتہ) نورانیت سے
موصوف ہو جائے تو اس کی یہ تعریف شمار نہ ہوگی کیونکہ
نورانیت اس میں فطرتی ہوتی ہے۔ بعینہٖ حاصل نہیں کی
چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے چاند کو نور بنایا تو چاند نے کثیف
مادہ سے نورانیت کی طرف ترقی نہیں کی بلکہ خدا نے اسے
نور ہی پیدا کیا ہے تو اس کی نورانیت فطرتی ہوگی جس میں
نہ کوئی تعریف ہو سکتی ہے اور نہ قابل قدر مدح پیدا ہوتی ہے
خدا نے فرمایا ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت
کرتا ہے پس ایسی بشریت جو نفسانی کدورتوں سے صاف
ہو ایک بڑی تعریف اور مدح ہے اور بہت بڑا کمال ہے۔
مجھے اپنے لوگوں پر تعجب آتا ہے کہ وہ کیسے کمال کو نقص بتاتے
ہیں اور کس طرح مدح کو مذمت سمجھ رہے ہیں (انتہی) مختلف
فیہ مسائل میں سے غیر اللہ کی تعظیم بھی ہے چند لوگوں کا خیال ہے
کہ غیر اللہ کی تعظیم شرک ہے یا کفر ہے یا بدعت ہے۔ اس میں
ان کی رائیں مختلف ہیں۔ مؤلف رسالہ ہذا کہتا ہے (خدا اسے
اس امر کی توفیق دے جسے وہ پسند کرتا ہے) کہ میں اس رسالہ سے
پہلے کئی سال ایک کتاب تصنیف کر چکا ہوں جس کا نام
ہے "الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ" جس میں کئی باب ہیں
اور ایک خاص باب اس عنوان سے لکھا ہے کہ باب اول غیر اللہ
کی تعظیم میں۔ اور وہ کتاب چھپ کر شائع بھی ہو چکی ہے اور
جماعت مخالفین کے اہل علم کے پاس پہنچ بھی چکی ہے کہ
تاہم مخالف کہتا ہے کہ غیر اللہ میں بت اور مورتیاں بھی
داخل ہیں اسلئے تم انکی بھی تعظیم کیا کرو۔ حالانکہ یہ صحیح ہے کہ بتوں
کی تعظیم شرک ہے اور جواب میں میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ نہیں کہا

جمیع غیر اللہ حتی یدخل فیہ الاصنام
اما قال تعالیٰ ان الانسان لیطغیٰ
ان راٰہ استغنیٰ الا تدخل الانبیاء علیہم
السلام فی نوع الانسان وکیف یحکم
علیہم بالطغیان اما قال تعالیٰ یا
بنی اٰدم خذوا زینتکم عند کل مسجد
الا تدخل الکفار فی بنی اٰدم وکیف یکون
زینتھم عند کل مسجد وامثال ذالک
کثیر فی القراٰن کما فی قولہ تعالیٰ قتل
الانسان ما اکفرہ وغیرہ ذلک فان
دخل الاصنام فی عموم غیر اللہ یدخل
الانبیاء المعصومون فی الطغیان والکفار
فی المساجد بزعمہم فما کان جوابہم
کان جوابنا نعم بعض غیر اللہ الذی
امر اللہ بتعظیمہ یجب تعظیمہ اما
قال اللہ تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ
فانہا من تقوی القلوب والصفا و
المروۃ من شعائر اللہ قال اللہ
تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من
شعائر اللہ وھما جبلان بقرب
الحرم المکی وقال تعالیٰ والبدن
جعلناھا لکم من شعائر
اللہ والمراد لقبہ والمنح
من شعائر اللہ قال اللہ

کہ جمیع غیر اللہ قابل تعظیم ہیں نہ کہ نہیں بت بھی شامل
ہوں کیا خدا تعالیٰ نے یوں نہیں کہا کہ انسان سرکشی
کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ خود مالدار ہے تو کیا انبیا
علیہم السلام نوع انسانی میں داخل نہیں ہیں؟ اگر
ہیں تو ان پر سرکشی کا حکم کیسے صحیح ہوگا خدا نے یہ
بھی کہا ہے کہ اے بنی آدم ہر مسجد اور نماز کے وقت
اپنی زینت حاصل کرو تو کیا کفار بنی آدم میں داخل
نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو ہر ایک نماز میں انکی زینت کیسے
ہوگی غرضیکہ اس قسم کی مثالیں قرآن میں بہت ہیں
چنانچہ یہ ایک اور مثال ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ انسان
بڑا کافر ہے جس سے مراد تمام انسان نہیں۔ اس کے
سوا اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں پس اگر غیر اللہ کے عام
لفظ میں بت داخل ہیں تو انبیائے معصوم بھی طغیان
میں داخل کرنے پڑینگے اور کفار بھی انکے خیال میں داخل
صلوٰۃ ہوں گے تو جو جواب تم دوگے وہی جواب ہم دینگے
مگر ہاں بعض غیر اللہ وہ بھی ہیں جن کی تعظیم کا حکم خود خدا
نے دیا ہے اسلیئے انکی تعظیم واجب ہوگی۔ کیا خدا نے
یوں نہیں کہا کہ جو خداوندی یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو
تعظیم انکے دل کے تقویٰ کی علامت ہے۔ کوہ صفا و
کوہ مروہ بھی اللہ کی یادگار ہیں۔ چنانچہ صاف لفظوں میں
خدا نے کہا ہے کہ بیشک صفا و مروہ اللہ کے شعائر ہیں
جو کہ حرم مکہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں
یہ بھی کہا ہے کہ بڑے جانور اونٹ اور گائے خدا نے
تمہارے لیے اپنی یادگار بنائے ہیں [illegible]

تعالیٰ فاذکروا اللہ عند المشعر
الحرام واما کان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم یقبل الحجر الاسود
الیس فی الاستلام معنی التعظیم و
امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتعظیم
الوالدین قال اللہ تعالیٰ فی حقہما ولا
تقل لہما اف ولا تنہرہما وقل لہما
قولا کریما وقال ان اشکرلی و
لوالدیک الیس فی الآیتین الامر
بتعظیم الوالدین قال اللہ تعالیٰ لا
یمسہ الا المطہرون الیس فیہ تعظیم القرآن
قال اللہ تعالیٰ وللہ العزۃ ولرسولہ
وللمومنین الیس فی الآیۃ التعظیم للرسول
وللمومنین قال اللہ تعالیٰ لا ترفعوا
اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ
بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط
اعمالکم وانتم لا تشعرون الیس
فی الآیۃ التعظیم لرسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم الی
غیر ذلک من الآیات والاحادیث
فی ھذا الباب فان سلمتم
وجوب التعظیم لہؤلاء
المذکورین فما معنی قولکم
التعظیم لغیر اللہ حرام

ہیں۔ چنانچہ خدا نے کہا ہے کہ مشعر حرام (مزدلفہ وغیرہ)
میں اللہ کا ذکر کرو۔ ارے یہ تو بتاؤ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم حجر اسود کو کیا نہیں بوسہ دیا کرتے تھے؟ تو کیا
بوسہ دینے میں تعظیم نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے تو خود والدین کی تعظیم کا حکم دیا ہے اور خدا تعالیٰ
نے بھی کہا ہے کہ اے انسان تو اپنے ماں باپ کو ان
کے جواب میں یہ بھی نہ کہو کہ (اُف) میں تمہارے کہنے
سے بیزار ہوں۔ بلکہ ان پر گاو ورنہ گستاخانہ دہان سے بات
کہنی ہو تو انس نیت سے کہنا پھر کہا کہ اے انسان میرا
شکر کر اور اپنے ماں باپ کا بھی شکریہ ادا کر۔ اب بتاؤ کہ
کیا ان دو نو آیتوں میں والدین کی تعظیم کا حکم نہیں ہے؟ یہ
بھی کہا ہے کہ قرآن مجید کو پاک ہی ہاتھ لگائیں تو کیا اس
میں قرآن کی تعظیم نہیں؟ پھر کہا کہ اللہ اور رسول اور
مومنین کے لئے عزت ہے تو کیا اس آیت میں رسول اور
مومنین کی تعظیم نہیں بتائی گئی؟ پھر خدا تعالیٰ نے کہا
کہ نبی کی آواز سے اپنی آوازیں بلند نہ کرو اور کوئی بات جو
سے کہنی ہو تو گستاخی سے اونچی آواز کیساتھ مت کہو جیسا
کہ تم ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہو۔ ورنہ تمہارے نیک عمل
سب ضبط ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ لگے گا۔ تو
کیا اس آیت میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تعظیم
مذکور نہیں؟ اس قسم کی اور بھی بہت آیات ہیں اور
احادیث بھی اس مضمون کے متعلق بہت ہیں پس اگر
تم مذکورہ الصدر مخلوق کی تعظیم کا وجوب تسلیم کرتے ہو تو
تمہارے اس قول کا کوئی مطلب نہ ہوگا کہ غیر اللہ کی تعظیم

وان انكرتم فما معنى الآيات
المذكورة وما معنى قوله تعالى و
تعزروه وتوقروه وان اصررتم على
ضلالتكم فنقول كما قال الله تعالى
أرأيت من اتخذ الهه هواه و
اضله الله على علم وختم على سمعه و
قلبه وجعل على بصره غشاوة فمن
يهديه من بعد الله فاذا كانت الاماكن
والجبال والدواب واجب التعظيم
بحكم القرآن فلا شك ان اولياء
الله تعالى احياءً وامواتاً من
عباد الله المؤمنين الصالحين كلهم
واجب التعظيم وقد مر ما قال
الله تعالى ولله العزة ولرسوله
وللمؤمنين اليس الاولياء و
الصلحاء داخلين في زمرة المؤمنين
ومن الذي قال لئن رجعنا الى
المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل
اراد التحقير من عظمه الله تعالى
فرد الله عليهم بقوله ولله العزة
ولرسوله وللمؤمنين
وتحقير من عظمه الله تعالى
دين اي فريق
من المسلمين اما سمعوا

حرام ہوتی ہے۔ بالفرض اگر تم تسلیم نہیں کرتے تو آپ
ہی آیات مذکورہ بالا کا مطلب سمجھا دیں کیا ہے؟ اور
اس آیت کا مطلب بھی بتا دیں کہ کیا ہے۔ وہ آیت یہ
ہے کہ تم نبی کی عزت و توقیر کیا کرو۔ اور اگر تم اپنی
گمراہی پر ہی اڑے رہے تو ہم تمہارے متعلق یہ آیت
پڑھ دیں گے کہ کیا تم ایسے لوگ نہیں دیکھتے جو خواہش
پرستی کرتے ہیں؟ اور خدا نے دیدہ و دانستہ ان کو گمراہ کیا
ہے اور ان کے کان اور قلب پر مہر کر دی ہے اور آنکھوں پر
پردہ ڈال دیا ہے تو اب خدا کے بعد ان کو کون ہدایت
دے سکتا ہے؟ پس جب مقامات مقدسہ اور پہاڑ اور
جانور بھی قرآنی حکم سے واجب التعظیم ٹھہرے ......
تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اولیاء زندہ ہوں یا مردہ
وہ سارے خدا کے نیک با ایمان بندے ہیں اور وہ
واجب التعظیم ہیں۔ چنانچہ میں پہلے یہ آیت لکھ چکا ہوں
کہ عزت صرف خدا اور اس کے رسول کی اور رسول کے
ماننے والوں کی۔ تو کیا اولیاء اللہ اور صلحاء مومنین
کی جماعت میں داخل نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کس نے کہا
تھا کہ اگر ہم مدینہ میں واپس آ پہنچے تو صاحب عزت ذلیل
کو وہاں سے نکال دیگا؟ میں بتاؤں یہ منافقین نے
کہا تھا۔ اور وہ اس سے رسول علیہ السلام کی توہین چاہتے
تھے جس کو خدا نے واجب التعظیم قرار دیا تھا۔ سو خدا
نے ان کی تردید میں کہا کہ عزت تو اللہ اور رسول کی ہے اور
مومنین بھی ذی عزت ہیں۔ اب کہیں کون الٹا ہے؟
سچ بتاؤ جس کو خدا واجب التعظیم ٹھہرائے اس کی توہین

قوله صلى الله عليه وسلم للانصار
حين جاء سعد بن معاذ رضي
الله عنه قوموا لسيدكم فأمر
بالقيام تعظيما له فان قيل الأمر
بالقيام كان لنزوله عن الدابة
لانه كان مريضا قلنا سوق الكلام
يشهد بخلاف ذلك لانه لو كان
المراد بالامر نزوله عن الدابة
فالمناسب ان يقول قم يا فلان
وانزل سعدا او قم يا فلان ويا
فلان وانزلا سعدا لكن الامر
بلفظ الجمع ولفظ السيد في
حقه رضي الله عنه ينادي باعلى
الصوت ان المراد بأمر قوموا لسيدكم
التعظيم والتوقير اما علموا ان
الصحابة رضي الله عنهم كانوا خاشعين
في مجلسه الشريف كان على رؤسهم
الطير والله يهدي من يشاء الى صراط
مستقيم. ومن تلك المسائل مسئلة
سماع الموتى قالوا الموتى لا يسمعون
مستدلين بقوله تعالى انك
لا تسمع الموتى وقوله تعالى
وما انت بمسمع من في القبور
قلنا المراد بالموتى ومن في القبور

کس مسلمان کا کام ہے. کیا تم مخالفین نے رسول علیہ السلام
کا یہ حکم بھی نہیں سنا کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
لڑائی سے واپس آئے تھے تو آپ نے انصار سے کہا تھا کہ اپنے
سردار کا کھڑے ہو کر استقبال کرو تو یہ قیام تعظیمی تھا اگر یہ
سوال کیا جائے کہ یہ حکم اس لئے تھا کہ آپ بیمار تھے تاکہ گھوڑے
سے آپکو بآرام اتاریں. ورنہ تعظیم کے لئے یہ حکم نہ تھا. تو
ہم کہیں گے کہ اس واقعہ کے متعلق سلسلۂ کلام اس کے
خلاف ہے کیونکہ اگر گھوڑے پر سے اتارنا مراد ہوتا تو یہ
کہنا مناسب تھا کہ اے فلاں آدمی اٹھو اور ان کو
گھوڑے سے اتار دو. یا یوں حکم ہوتا کہ اے فلاں و فلاں
تم دونوں اٹھو اور سعد کو گھوڑے سے اتارو. مگر یہاں تو
جماعت کو مخاطب کیا ہے اور سعد کو سید کہا ہے اور
یہ سید کا لفظ سعد رضی اللہ عنہ کے حق میں باواز بلند پکارتا
ہے کہ آپ نے جو فرمایا تھا کہ اپنے سردار کے لئے کھڑے
ہو جاؤ. اس سے مراد حضرت سعد کی تعظیم و توقیر تھی
پھر کیا مخالفین کو یہ معلوم نہیں کہ حضور علیہ السلام کے دربار
میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے متواضع ہو کر بیٹھتے تھے کہ
گویا ان کے سر پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں. اب خدا
جسے چاہے راہ راست کی ہدایت کرے. مختلف فیہ
مسائل میں سے سماع موتی کا مسئلہ بھی ہے. مخالف کہتے
ہیں کہ مردے نہیں سنتے اور ثبوت یہ دیتے ہیں کہ خدا نے
حضور علیہ السلام سے کہا ہے کہ آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے
اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ ان مردوں کو نہیں سنا سکتے
جو قبروں میں پڑے ہیں. اور ہم جواب میں یوں کہتے ہیں

الكفار والمراد من السماع
سماع قبول والدليل على ان المراد
من السماع سماع قبول ان الكفار
ما كان في اذانهم صمم حتى لا يسمعوا
كلامه صلى الله عليه وسلم فانهم وان
كانوا يسمعون في الظاهر لكنهم كانوا
محرومين من سمع القبول ومن هذا
الباب قول المصلي سمع الله لمن حمده
فان المراد من السماع سماع قبول كما
يقال ناديت الامير بحاجتي فما سمعه
يعني ما سمع بسمع القبول فليس في
الآيتين دليل على عدم سماع الموتى
بل فيهما دليل على سماع الموتى لان
المشبه وهم الكفار يسمعون فكيف
يشتبه بمن لا يسمعون فكما ان الكفار
يسمعون في الظاهر كذلك الموتى يسمعون
في الظاهر واما سماع القبول فالكفار
محرومون عنه للانكار القلبي والموتى
محرومون عنه لعدم قدرتهم على الجواب
فكانهم ما سمعوا ومعنى الآيتين
انك لا تسمع الموتى ولا تسمع من
في القبور انك لا تسمعهم بل الله تعالى
يسمعهم على حد قوله تعالى انك لا تهدي
من احببت ولكن الله يهدي من يشاء

کہ مُردوں اور قبر والوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور
سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے اور اس امر کا ثبوت
کہ یہاں سُننے سے مراد تصدیقی سننا ہے یہ ہے کہ کفار
کے کانوں میں بہرا پن نہ تھا کہ حضور علیہ السلام کا کلام نہ سُن
سکتے بس وہ اگرچہ بظاہر سنتے تھے لیکن تصدیقی سننے
سے محروم تھے۔ اسی محاورہ کے مطابق ہے نمازی کا یوں
کہنا کہ سمع اللہ لمن حمدہ خدا اس کی بات مان لیتا ہے
جو اسکی تعریف کرتا ہے۔ یہاں بھی تصدیقی سُننا مراد ہے
اسی طرح یہ محاورہ بھی ہے کہ میں نے امیر کو اپنی حاجت
روائی کے لئے پکارا مگر اس نے ایک نہ سُنی یعنی میری
پکار کو منظور نہیں کیا۔ بس دونوں آیتوں میں مُردوں کے
نہ سننے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ ان میں سماع موتیٰ کا
ثبوت ملتا ہے۔ کیونکہ یہاں کفار کو مُردوں سے مساوی
مانا گیا ہے۔ حالانکہ یہ سنتے تھے اور وہ نہیں سنتے تھے
تو یہ مساوات کیسے ہوگی؟ تشبیہ تب ہی صحیح ہوگی
کہ دونوں بظاہر سنتے تسلیم کئے جائیں تو حقیقت یہ ہے
کہ جس طرح کفار بظاہر سنتے ہیں تو مُردے بھی بظاہر سنتے
ہیں مگر تصدیقی سننا دونوں میں نہیں کیونکہ کفار انکار
قلبی کی وجہ سے اس سے محروم ہیں اور مُردے اس
لئے محروم ہیں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے گویا
وہ بھی نہیں سنتے۔ اب دونوں آیت کا مفہوم یہی ہے
کہ آپ تو ان کو نہیں سنا سکتے۔ مگر خدا ان کو سنا دیگا
جیسا کہ ارشاد ہے کہ آپ تو سے ہدایت نہیں دے
سکتے جسے آپ پسند کریں لیکن خدا جسے چاہے ہدایت

وقد نص في القرآن ان الله يسمع من
يشاء وما انت بمسمع من في القبور
ثم رجعنا الى الكلام في اصل السماع
فنقول ان السماع والنظر والكلام
والبطش والمشي وجميع الافعال
الارادية وظيفة الروح بمعاونة
الحواس والجوارح ما دام في حالة الحيوة
وبدون معاونة الحواس والجوارح بعد
الممات ومصداق ذلك حالة النوم
فان النوم يعطل فيه الحواس الظاهرة
والباطنة والجوارح من اعمالها والروح
يرى ويسمع وينظر ويتكلم ويبطش
ويلتذ بالمستلذات ويتألم بالمؤلمات
فارواح الاحياء مع حبسها في البدن
تفعل جميع ما ذكر في النوم فارواح
الاموات المطلقات من حبس البدن
كيف لا تقدر على ما تقدر
عليه في حالة حبس البدن
ولذا قيل النوم اخ الموت ثم
ارواح الكفار المحبوسين
في الدركات هم محرومون عن
الادراكات مشغولون بنتائج
سوء اعمالهم وكذا الفساق
ان لم يرحمهم ربهم

وسمع دیتا ہے اور قرآن مجید میں اس کی تصریح بھی
موجود ہے کہ خدا جسے چاہے سنا دیتا ہے اور آپ اہل
قبور کو نہیں سنا سکتے۔ اب ہم اصل مسئلہ سماع موتی
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سننا، دیکھنا
بولنا، حملہ کرنا، چلنا اور تمام خود اختیاری افعال روح
انسانی کا فرض ہیں کہ جب تک انسان زندہ ہے
اس کی روح حواس اور بیرونی اعضاء کی امداد سے
فرائض بہم پہنچائے اور موت کے بعد اس کا فرض ہے
کہ بغیر امداد حواس اور بیرونی اعضاء کے یہ سب کام کرے
اس کی مثال نیند ہے کیونکہ نیند کی حالت میں تمام حواس
معطل ہو جاتے ہیں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی اور
بیرونی اعضاء بھی کام سے رہ جاتے ہیں مگر روح
حسب دستور چلتی ہے اور سنتی ہے۔ دیکھتی ہے، بولتی ہے
حملہ کرتی ہے۔ لذیذ چیزوں سے متلذذ ہوتی ہے اور
دردناک اشیاء سے تکلیف بھی پاتی ہے پس ثابت
ہوا کہ زندہ کی روح بحالت نوم اگرچہ جسم میں مقید
ہے سب کچھ کر لیتی ہے تو مردہ کی روح جو جسمانی قید
سے رہا ہو چکی ہے کیسے ان افعال پر قادر نہ ہوگی
جن پر کہ بقید جسمانی قادر تھی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے
کہ نیند موت کے برابر ہے اور ارواح کفار کے جو
دوزخ کے قید خانوں میں قید ہیں وہ ان امور کے ادراک
کرنے سے محروم رہتے ہیں اور اپنی بد عملی کے نتائج
میں مبتلا رہتے ہیں اسی طرح گنہگاروں کی روحیں
بھی جب تک کہ خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ اپنے عذاب

ومن ثلاث المسائل مسئلة التوسل
عند الله تعالى بارواح الصلحاء
من عباده احياءً وامواتاً وهذه
المسئلة لها فروع الفرع الاول
بان ينادى ربه ويتوسل
بروح الصالح من عباده المقرب
لبابه نحو قولنا اللهم انى اتوسل
اليك بروح سيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم او بروح الشيخ
الفلانى وهذا النوع جائز لا غبار
عليه عند كافة الامة المرحومة
الا من اعمى الله قلبه وختم على
سمعه وبصره وقد هدانا الله
تعالى الى هذا بقوله يا ايها الذين
امنوا اتقوا الله وابتغوا اليه
الوسيلة فلفظ اتقوا الله قبل
الامر بابتغاء الوسيلة تشير الى
الحث واللزوم بابتغاء الوسيلة الى
حضرة قدسه تعالى وتعليم الادب
لعباده بتقديم الوسيلة لان طلب
المسئول من اكابر الوقت
غالباً لا يكون بدون تقديم
الوسيلة من الهدية او شفاعة
مقرب عنده كذلك طلب

میں مصروف و مبتلا رہتے ہیں۔ متنازع فیہ مسائل
میں سے ایک توسل کا مسئلہ بھی ہے کہ آیا اللہ کے
نیک بندوں کی روحوں کا خواہ وہ زندہ ہوں یا
مردہ خدا کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جائے؟ اور اس
مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ انسان اپنے خدا کو پکارے
اور بارگاہِ الٰہی کے صالح بندوں میں سے کسی ایک
کو اپنا وسیلہ بنائے مثلاً یوں کہے کہ یا اللہ میں تیری
بارگاہ میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی
روح مبارک کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یا یوں کہے کہ فلاں
شیخ کی روح کا وسیلہ لاتا ہوں۔ یہ صورت بلا شبہ جائز
ہے تمام امت محمدیہ کے نزدیک۔ ہاں اسکا وہ مخالف
ہے جس کے دل کو خدا نے اندھا کیا ہوا ہے اور اس کے
کان اور آنکھ پر مہر کر دی ہے اور ہمیں خدائے تعالےٰ
نے اس آیت سے ہدایت کا راستہ بتا دیا ہے کہ اے لوگو
جو ایمان لائے ہو خدا کے عذاب سے ڈرو اور اس کی
طرف وسیلۂ نجات طلب کرو۔ اس آیت میں وسیلہ
طلب کرنے سے پہلے یہ لفظ ہے کہ اللہ کے عذاب سے
ڈرو۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ خدا کی مقدس بارگاہ
میں وسیلہ طلب کرنے پر شوق دلایا گیا ہے اور اسے
واجب قرار دیا گیا ہے۔ اور بندوں کو اللہ کے وسیلہ پیش کرنے
سے ادب کی تعلیم دی گئی ہے۔ کیونکہ دنیاوی اکابر
سے عموماً اپنی حاجت طلب کرنا یوں ہی ہوتا ہے کہ ہدیہ
یا تحفہ کو وسیلہ بنایا جائے یا کسی مقرب کی سفارش
پیش کی جائے جس کی عزت اس بزرگ کے دل میں

المسئول من الملك العلام لا يصلح
الا بتقديم الوسيلة واوثق الذرائع
واحسن الهدايا الى الغني المنعم
التوسل بارواح الصالحين
من عباده قالوا التوسل المأمور
في القرآن انما يكون بالاعمال
لا بالابدان مستدلين بحديث
الثلاثة الذين حبسوا في الغار
قلنا كما يجوز التوسل بالاعمال
كذلك يجوز بالابدان كما
توسل سيدنا الفاروق
رضي الله عنه عام قحط المطر
بسيدنا العباس رضي الله عنه
ولان التوسل بالاشخاص
حقيقة هو التوسل باعمال
ذلك الشخص لا بجسمه
الظاهر فصار التوسل
بالاشخاص توسلا بالاعمال
النوع الثاني من التوسل
بان ينادي الى روح احد
من عباد الله الصالحين بان
يقول يا سيدي رسول الله
اغثني او يا سيدي الشيخ
الفلاني امددني فيه تفصيل

علی ہذا القیاس عالم الغیب خدا بادشاہ کے دربار میں
بھی اپنی حاجت طلب کرتا ہوا ئے وسیلہ پیش کرنے کے
انتہائی پختہ ذریعہ تلاش کرنے کے بغیر صحیح نہ ہوگا۔ اور
اس غنی لا پرواہ خدا کے دربار میں بہترین تحفہ یہی ہے
کہ ارواح عباد اللہ صالحین کو وسیلہ بنایا جائے مگر
مخالف کہتے ہیں کہ جس وسیلہ پیش کرنے کا حکم قرآن
مجید میں ہے اس سے مراد صرف اعمال صالحہ ہی ہیں
کسی کی شخصیت وسیلہ نہیں ہو سکتی اور ثبوت میں وہ
حدیث پیش کرتے ہیں کہ تین آدمی غار میں پھنس گئے تھے
حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے
اعمال حسنہ کو پیش کرکے دعا مانگی تھی اور وہ دعا منظور
بھی ہو گئی تھی اور ہم جواباً کہتے ہیں کہ توسل جس طرح اعمال
سے جائز ہے۔ اسی طرح خدا کے نیک بندوں سے بھی
صحیح ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں
قحط پڑ گیا تھا تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ
سے توسل کیا تھا۔ درحقیقت کسی نیک بندے کا توسل
پیش کرنا اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے نیک
عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہری جسم پیش نہیں
کیا جاتا تو اس طرح ذات شخصی توسل بھی توسل بالاعمال
بن جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ انسان خدا کے
نیک بندوں میں سے کسی ایک کی روح کو پکارے اور
یوں کہے کہ اے میرے مالک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
میری فریادرسی فرمائیے یا یوں کہے کہ اے پیر آقا
فلاں شیخ میری مدد کیجئے۔ تو اس کی تشریح یوں ہے

وان كان مراد القائل التجوز اعني نداءه
للعبد الصالح بطريق المجاز ويعلم
ان المعطي والمانع هو الله تعالى و
والعبد الصالح وسيلة الى حضرة قدسه
ويعد نفسه احقر من ان يناجي
ربه فذلك جائز لان الاعمال بالنيات
ولكل امرئ ما نوى فالله تعالى هو
المعطي والنبي صلى الله عليه وسلم
هو القاسم وقد جرت العادة للفقراء
والمحتاجين باظهار فقرهم للقاسم
لا المعطي ويتفرع على هذا البحث
مسئلة جواز نداء الغائب وعدم جوازه
قالوا لا يجوز النداء للغائب ومن
اعتقده فقد اشرك بالله تعالى قلنا
ما مرادهم بالغائب الغائب عن النظر
ام الغائب عن القلب فان كان مرادهم
الغائب عن النظر فالله تعالى
غائب عن النظر قال الله تعالى
لا تدركه الابصار وهو
يدرك الابصار فلا يجوز لاحد
ان يقول يا الله وان كان مرادهم
الغائب عن القلب فالله تعالى حاضر
في قلب كل مؤمن بدو ليس بغائب و
رسول الله صلى الله عليه وسلم ايضا حاضر في قلب

کہ اگر اس کی مراد مجاز ہے یعنی جب وہ نیک بندے کو
پکارتا ہے تو مجازی طریق پر پکارتا ہے۔ ورنہ وہ بھی جانتا
ہے کہ خدا ہی دیتا ہے یا روکتا ہے مگر عبد صالح درمیان
میں وسیلہ ہے کیونکہ وہ خدا کی بارگاہ میں مقرب ہے اور
میں اس امر کے لائق نہیں کہ خدا سے کوئی بات کہوں
تو یہ صورت جائز ہوگی کیونکہ اعمال کی بنیاد نیت پر ہوتی
ہے اور انسان کو نیت کا پھل ملتا ہے خدا دینے والا ہے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا عطیہ تقسیم کرنے والے
ہیں اور یہ دستور چلا آیا ہے کہ فقیر اور محتاج تقسیم کرنے والے
کے پاس اپنی ضرورت پیش کیا کرتے ہیں اور اصل معطی کے روبرو
میں پیش نہیں کرتے۔ اسی بحث سے ایک اور مسئلہ بھی حل
ہو جاتا ہے کہ غائب کو پکارنا صحیح ہے یا ناجائز؟ مخالف
کہتے ہیں کہ ناجائز ہے کہ غائب کو پکارا جائے اور جو شخص
ایسا عقیدہ رکھتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے
ہیں کہ غائب کے لفظ سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ آیا وہ
آدمی جو نظر سے غائب ہو یا دل سے غائب ہو؟
اگر تم نظر سے غائب مراد لیتے ہو تو خدا بھی نظر سے
غائب ہے کیونکہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ خدا کو نظر
دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بندوں کی نظر کو دریافت
کر لیتا ہے۔ تو کسی مخالف کو بھی یہ کہنا جائز نہ ہوگا کہ
وہ کہے "اے اللہ" اگر مخالف کی مراد اس لفظ سے وہ غائب
ہے جو دل سے پوشیدہ ہو تو خدا تعالیٰ تو ہر ایک کے
قلب میں حاضر ہوتا ہے اور کبھی غائب نہیں ہوتا اور رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ایک مومن کے قلب میں

كل مؤمن به وليس بغائب فهو ينادي الى من في قلبه وحاضر القلب اعلى واحلى من حاضر النظر فما بقي للغائب محل يمنعون الندا اليه واما قولهم فالله تعالى يسمع والنبي صلى الله عليه وسلم لا يسمع ففيه بحث ليس هذا محل نشره وقد سبق في مسئلة سماع الموتى نبذ منه ولئن سلمنا ان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسمع فنقول فالله تعالى يسمع قول القائل يا رسول الله اغثني اوما سمع لا سبيل الى الثاني فاذا سمع من عبده النداء لحبيبه وصفيه واستغاثته برسوله الذي هو بالمؤمنين رؤف رحيم اليس مقتضى كرمه انجاح مطلوبه فان قلت نعم فهو المطلوب وان قلت لا فعليك بالبرهان وايضا في الحديث الذي اخرجه البخاري في صحيحه عن ابي هريرة انه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى قال من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب وما تقرب الى عبدي بشئ

حاضر ہوتے ہیں اور غائب نہیں ہوتے پس مومن کو اسی کو پکارتا ہے جو اس کے دل میں حاضر ہوتا ہے اور دل کا حاضر نظر کے حاضر سے بالاتر اور مرغوب تر ہوتا ہے تو کوئی ایسا غائب نہ رہا جس کو پکارنا وہ ناجائز سمجھیں اور مخالفین کا یہ کہنا کہ خدا تو سنتا ہے مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پکار نہیں سنتے، قابل غور ہے۔ یہ مقام اس پر بحث کرنے کا نہیں اور مسئلہ سماع موتیٰ میں اس کی کچھ تفصیل گذر بھی چکی ہے۔ اگر بالفرض تسلیم بھی کیا جاوے کہ حضور علیہ السلام کسی کی پکار نہیں سنتے تو ہم پوچھتے ہیں کہ بتا ؤ کہ یا رسول اللہ اغثنی کا فقرہ خدا سنتا ہے یا نہیں؟ یہ تو ناممکن ہے کہ خدا نہ سنے۔ تو جب وہ سنتا ہے کہ اس کا ایک بندہ اس کے حبیب اور برگزیدہ نبی علیہ السلام کو پکار رہا ہے اور اس کے اس رسول علیہ السلام سے فریاد کر رہا ہے جو مومنین پر کمال طور پر رحمدل ہے تو کیا خدا کا فضل یہ روا رکھیگا کہ اس کی مراد پوری کرے۔ پس اگر تم اسے مانتے ہو تو ہمارا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر انکار کرتے ہو تو کوئی صحیح دلیل پیش کرو۔ دیکھو ایک حدیث میں آیا ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں درج کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خدا نے کہا ہے کہ جو شخص میرے مقرب دوست سے عداوت کرے میں اُسے لڑائی کا اعلان کروں گا۔ اور میری بارگاہ میں انسان کے لئے تقرب کا وسیلہ اس سے بڑھ کر

احب الی مما افترضته علیه ولا یزال
العبد یتقرب الی بالنوافل حتی
احببته فاذا احببته کنت سمعه الذی
یسمع به وبصره الذی یبصر به الحدیث
وای اقرب الیه تعالی من حبیبه
صلی اللہ علیه وسلم ثم اذا سمع بسمعه
تعالی وبصر ببصره تعالی فکیف
لا یسمع من ینادیه من قریب او
بعید فان ذلك القرب والبعد انما
هو باعتبارنا لا باعتباره صلی اللہ
علیه وسلم وهذا مشاهد لمن اکحلت
عینا بصیرته بالنور الالهی انتهی
ومن تلك المسائل مسئلة زیارة
قبور الانبیاء والاولیاء قالوا
السفر لزیارة القبور ولو کان
قبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم
بدعة او شرك باختلاف اقوالهم
وما ادری کیف یجترؤن علی اشراك
جمیع الامة من لدن زمنه صلی
اللہ علیه وسلم الی هذا الوقت و
قد قال النبی صلی اللہ علیه وسلم
لا یجتمع امتی علی الضلالة
وید اللہ علی الجماعة ومعلوم ان
من قال لاخیه المؤمن یا کافر

نہیں کہ جو میرے فرائض ہیں ان کو وہ ادا کرے۔
اسی طرح میرا بندہ نوافل سے میرا مقرب بنتا چلا جاتا
ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں
تو پھر میں خود اس کی قوت سماعت بن جاتا ہوں تو
وہ میرے ذریعے سنتا ہے اور اس کی بصارت
بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے الخ بتاؤ خدا
کا بڑا مقرب اس کے حبیب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہے تو ثابت ہوا کہ حضور
علیہ السلام خدا کی سماعت سے سنتے ہیں اور اسی کی
بصارت سے دیکھتے ہیں تو پکارنے والا خواہ قریب ہو
یا بعید آپ اس کی پکار کیوں نہ سنیں گے؟ کیونکہ قرب
و بعد کا فرق تو ہمارے متعلق ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام
کے متعلق نہیں ہوتا۔ اس کا مشاہدہ وہ شخص کر سکتا ہے
جس کی دونوں آنکھوں میں نور الٰہی کا سرمہ لگا ہوا ہو۔
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ قبور انبیاء و اولیاء
کی زیارت کا بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ زیارت
قبور کے لئے سفر کرنا بدعت ہے۔ اگرچہ وہ قبر رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہو۔ بعض کہتے ہیں وہ شرک
ہے۔ بہر حال ان کا آپس میں بڑا اختلاف ہے مجھے معلوم
نہیں ہوتا کہ وہ کیسے تمام امت محمدیہ کو مشرک بنانے کی
جرأت کر لیتے ہیں جو عہد رسالت سے لیکر اب تک چلی
آتی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری
امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی اور اس جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے
اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص کسی مومن کو یا کافر کہتا ہے

فقد باد براحدهما فالى الله المشتكى
فقطع النظر عن الاحاديث فى باب
زيارة القبور واقوال العلماء نقول
اما قال الله تعالى ولو انهم اذ ظلموا
انفسهم جاؤك فاستغفروا الله
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله
توابا رحيما فهل قيد سبحانه تعالى
مجيئهم فى حال الحيوٰة كما اوّلتموه وهل
قيد مجيئهم من قريب او بعيد كما قررتم
بل هى عام الدلالة فى حياته و بعد مماته
من قريب او بعيد اجمع الامة قديما
وحديثا بجواز زيارة القبور و
ترغيب زيارة قبور الصلحاء فنفع
زيارة القبور نفع للميت بالدعاء له
بالمغفرة واهداء ثواب القراءة لروحه
ونفع للزائر بالتيقظ والتهيئ للموت
وشفاعة ارواح الصلحاء فى حق
زائريهم ولا عبرة بفعل بعض الجهلاء
من السجود لقبور الاولياء او
الطواف بالقبور فان كلا منهما
حرام واللازم على اهل
البصيرة ان يعلموهم
اداب الزيارة ولا يمنعوهم
من اصل الزيارة الا ترى

تو ان دونوں میں سے ایک عز و عظمت کرتا ہے والی اللہ المشتکی
اس سے قطع نظر کرکے کہ زیارت قبور کے متعلق کئی ایک
احادیث وارد ہیں اور اہل علم کے تحقیقی قول بھی موجود ہیں
ہم کہتے ہیں کہ کیا خدا نے یوں نہیں کہا کہ اے نبی جن لوگوں
نے اپنی جان پر ظلم کیا تھا اگر وہ آپکے پاس آ جاتے اور
اللہ سے معافی مانگتے اور آپ خدا کے رسول بھی ان کے لئے
مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور خدا کو مہربان اور توبہ قبول
کرنے والا پاتے ۔ اب تم بتاؤ کیا اس آیت میں خدا نے
رسول کی زندگی کی شرط لگائی ہے جیسا کہ تم اس کی
تاویل کرتے ہو۔ یا یہ شرط لگائی ہے کہ آنے والا دور ہو یا
نزدیک جیسا کہ تمہارا خیال ہے ۔ نہیں نہیں ۔ یہ آیت
عام مفہوم رکھتی ہے ۔ خواہ زندگی میں کوئی آئے یا آپکی
وفات کے بعد پھر وہ خواہ قریب ہو یا بعید قدیم اور
موجودہ امت کا اتفاق ہے کہ زیارت قبور جائز ہے اور
قبور صلحاء کی ترغیب دینا بھی جائز ہے ۔ کیونکہ زیارت
قبور میں میت کو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس
کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور قرآۃ قرآن کا ثواب
دیا جاتا ہے اس کی روح کو ۔ اور زائر کو بھی فائدہ ہوتا
ہے کہ وہ ہوشیار ہو جاتا ہے اور موت کی تیاری کرتا ہے
اور خدا کے نیک بندوں کی روحیں بارگاہ الٰہی میں اسکی
شفاعت کرتی ہیں ۔ مگر جو کچھ جاہل وہاں جا کر کرتے ہیں
مثلاً قبر کو سجدہ کرنا یا اس کا طواف کرنا ۔ تو وہ بہرحال حرام
ہوتا ہے اور اہل علم کا فرض ہے کہ ان کو آداب زیارت
کی تعلیم دیں ۔ اور اصل زیارت سے مخالفت نہ کریں کیا

ولو ان ضريرا فاقد البصر دخل مسجدا
وصلى الى غير القبلة فاللازم على
اهل البصيرة ان يعلموه ويحولوا
وجهه نحو القبلة او يمنعوه عن الصلوٰة
اصلا واما استدلالهم بحديث لا
تشد الرحال الا الى ثلاثة مساجد
فانه مخصوص بالمساجد كما ورد في
بعض روايات الحديث لفظ المسجد
بقوله عليه الصلوٰة والسلام لا
تشد الرحال الى مسجد الا الى
ثلاثة مساجد فان شد الرحال
الى التجارات والغزوات ونحوها
مامور بالشرع الشريف ولا ينكره
الا الجاحد الغبي قال الله تعالى و
اتخذوا من مقام ابراهيم مصلى و
مقام ابراهيم من اثار الصالحين
فاذا كانت الاثار مامورا بالصلوٰة
فيها فما ظنك بمراقدهم الشريفة
اذا لم تكن القبور محاذية القبلة.
ومن تلك المسائل مسئلة الشفاعة
قالوا الشفاعة غير ممكنة فانها لا تكون
الا بان يكون الشفيع وجيها عند الله
تعالى او يكون محبوبا لله تعالى وهذان
محالان في حق الله تعالى والثالث الشفاعة

تم نہیں دیکھتے کہ جب نابینا مسجد میں آکر نماز پڑھتا ہے
اور قبلہ رُخ نہیں ہوتا۔ تو دیکھنے والے کا کیا فرض ہوتا
ہے کہ اُسے بتائے اور اس کا رُخ قبلہ کی طرف کرے
یا یہ فرض ہوگا کہ وہاں اسے نماز سے روک دیں مگر
ان کی یہ دلیل کہ حدیث میں ہے کہ تین مسجدوں کے بغیر
کسی اور مقام کی طرف سواری پر سفر نہ کیا جائے تو اس
کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مساجد سے مخصوص ہے۔
جیسا کہ اس حدیث کی بعض روایات میں مسجد کا صاف
لفظ موجود ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے کہ کسی مسجد
کی طرف شد رحال یعنی سفر نہ کیا جائے سوائے تین مساجد
کے اور تجارت اور جہاد وغیرہ کی طرف سفر کرنا خود شرع
شریف میں فرمایا گیا ہے جس کا انکار ہٹ دھرم بیوقوف
کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ دیکھو خدا کا حکم ہے کہ مقام
ابراہیم علیہ السلام کو اپنی نماز کی جگہ بناؤ اور مقام ابراہیم
صالحین کے آثار میں سے ہے۔ تو جب ایسے آثار صالحین
میں نماز ادا کرنے کا حکم ہے تو ان کے مزارات سے متعلق
تمہارا ممانعت کے لئے کیا خیال ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ
ان کے مزارات شریف نمازی کے قبلہ کی طرف نہ ہوں
متنازع فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ شفاعت کا
بھی ہے۔ مخالفین کہتے ہیں کہ شفاعت ناممکن ہے
کیونکہ شفاعت اسی صورت میں ہو سکتی کہ شافع وجیہ
ہو۔ یا خدا کا محبوب ہو اور یہ دونوں امر خدا کے بارے
محال ہیں۔ تیسری صورت شفاعت بالاذن کی ہے
اور یہ گو نفی شفاعت کے برابر ہے۔ کیونکہ یہ تو

بالاذن فهی کالاشفاعة لاتکون لاهل الکبائر ولا للمصرین علی الصغائر وبعض الصغائر ان قارنها التوبة والندامة فیرحمهم ربه ولا یستطیع العفو بلا سبب فیاذن لمن یشاء بشفاعته ویغفر برحمته انتهی عقیدة ۴۳ اقول اولا لانسلم ان شفاعة الوجیه او المحبوب محال لان علی الله تعالی لاخوف له من الشفیع ولا الجاء من عدم رضاء محبوبه بل بمحض فضله وکرمه علی رسوله وخواص عباده وثانیا ثبوت وجاهة النبی صلی الله علیه وسلم فی حضرة ربه الاعلی ومحبته له قال الله تعالی فی حق سیدنا عیسی علیه السلام وجیها فی الدنیا والاخرة ومن المقربین وقال الله تعالی فی حق سیدنا موسی علیه السلام فبرءه الله مما قالوا وکان عند الله وجیها فاذا کان سیدنا عیسی علیه السلام وسیدنا موسی علیه السلام وجیهین ومن المقربین فسیدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم اولی واحق بذالک قال الله تعالی وکان فضل الله علیک عظیما وقال تعالی

کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی نہ صغیرہ گناہ پر اصرار کرنے والوں کے لئے ہوگی اور چند صغیرہ گناہ والوں پر خدا خود ہی رحم کردے گا جبکہ توبہ اور ندامت ان کے ساتھ ہوگی۔ تو خدا بھی کسی سبب کے بغیر ان کو معاف نہیں کریگا۔ بلکہ جسے چاہے معاف کردیگا اور جسے چاہے گا شفاعت کی اجازت دیگا (ان کا عقیدہ یہاں ختم ہوا) مگر فقیر پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ وجیہ اور محبوب کی شفاعت محال نہیں ہے خدا کے نزدیک بلکہ ضروری ہے نہ اس لئے کہ خدا شفیع سے ڈریگا اور نہ اس لئے کہ خدا اپنے محبوب کو ناراض کرنے سے دردمند ہوگا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب اور اپنے خاص بندوں پر خاص فضل وکرم کریگا۔ (دوم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت بارگاہ الٰہی میں از روئے قرآن ثابت ہے اور آپ کی محبوبیت بھی ثابت ہے۔ ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا و آخرت میں وجیہ ہیں اور مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے کہ جو الزام مخالفین دیتے تھے۔ اس سے خدا نے آپ کو بری کردیا اور آپ خدا کے دربار میں وجیہ تھے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وجیہ اور مقرب بارگاہ الٰہی ٹھیرے تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ کے سب سے بڑھ کر حقدار ہوں گے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ آپ پر خدا کا فضل بہت بڑا ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ

قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني
يحببكم الله فاذا كان التابع له
محبوبا عند الله تعالى افلا يكون
المتبوع محبوبا عنده تعالى وقال
صلى الله تعالى عليه وسلم وانا
حبيب الله فاذا ثبت وجاهته
عند الله تعالى ومحبته
مولاه له فاي مانع من قبول
شفاعته وقال صلى الله عليه
وسلم اعطيت الشفاعة وقال الله
تعالى عسى ان يبعثك ربك
مقاما محمودا واجمع المفسرين
بان المراد بالمقام المحمود هو الشفاعة
الكبرى رجعنا الى القسم الثالث
من الشفاعة فنقول اولا ان الاستغفار
وطلب المغفرة لاحد هو الشفاعة
وقد امر الله تعالى انبياءه
عليهم الصلوٰة والسلام
بطلب المغفرة لاممهم
قال سيدنا ابراهيم على
نبينا وعليه السلام ربنا
اغفرلي ولوالدي و
للمؤمنين يوم يقوم
الحساب وقال سيدنا

آپ فرما دیں کہ اے مومنین اگر تم خدا کے محبوب بننا
چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو تب خدا تعالیٰ
تم کو بھی اپنا محبوب بنائے گا۔ خیال کرو کہ جب
تابع محبوب الٰہی ہو تو متبوع کیوں محبوب الٰہی نہ
ہوگا۔ حالانکہ خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ میرا خطاب محبوب الٰہی ہے۔ تو جب آپ کی
وجاہت خدا کے دربار میں ثابت ہے اور خدا کی
محبت بھی ثابت ہے تو آپ کی شفاعت کے
منظور ہونے میں کیا کسر باقی ہے اور آپ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ مجھے خاص طور پر شفاعت کرنے
کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے فرمایا
ہے کہ عنقریب خدا آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا
اور تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ مقام محمود
سے مراد شفاعت کبریٰ اور عام شفاعت کا
مرتبہ ہے۔ اب رہی شفاعت کی تیسری قسم تو
اس کے متعلق ہم یوں کہتے ہیں کہ شفاعت کا
مطلب ہی یہ ہے کہ کسی کے لئے استغفار اور
طلب مغفرت کی جائے اور یہ ثابت ہے کہ خدا
تعالیٰ نے خود اپنے انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا
ہوا ہے کہ اپنی اپنی اُمت کے لئے خدا سے مغفرت
طلب کریں۔ چنانچہ حسب الحکم خداوندی حضرت
ابراہیم علیہ السلام دست بدعا ہو کر فرماتے ہیں کہ
اے ہمارے رب مجھے بخش میرے والدین کو بخش
اور مومنین کو بخش جس دن کہ حساب کا محکمہ قائم ہوگا

موسى عليه السلام انت
وليّنا فاغفر لنا وارحمنا
وانت خير الغافرين
وقال سيدنا عيسى عليه السلام
ان تعذبهم فانهم عبادك
وان تغفر لهم فانك انت
العزيز الحكيم فطلب لهم
المغفرة بالطف الالفاظ و
قد امر الله تعالى حبيبه بقوله
وصلّ عليهم ان صلوتك
سكن لهم فهذا هو
الامر والاذن بالشفاعة
وقال تعالى ولو انهم
اذ ظلموا انفسهم جاءوك
فاستغفروا الله و
استغفر لهم الرسول
لوجدوا الله توابا
رحيما . فهل
لاستغفار الرسول
معنى الا الشفاعة
وقال تعالى
واستغفر لذنبك و
للمؤمنين والمؤمنات
والله يعلم

جناب موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو ہی
ہمارا سرپرست ہے ہماری مغفرت کر اور ہم پر رحم کر
اور تو تمام مغفرت کرنے والوں سے بہتر ہے اور
حضرت عیسٰے علیہ السلام فرماتے ہیں۔ یا اللہ اگر
میری اُمت کو تو عذاب کرے تو کوئی چارہ نہیں۔
کیونکہ وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف
کردے تو یہ تیری شان کے شایان ہے کیونکہ تو
عزت وحکمت کا مالک ہے دیکھو آپ نے کن نرم
لفظوں میں مغفرت طلب کی ہے ۔ اور خدا تعالےٰ
نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
کیا ہے کہ اپنی اُمت پر نماز جنازہ اور دعائے خیر
کرو کیونکہ آپ کی دعائے خیر اُن کے لئے باعث
تسکین ہے پس یہی حکم مراد واذن بالشفاعۃ
ہے ۔ پھر ارشاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی جان
پر ظلم کیا ہے پس اگر آپ کے پاس آجاتے۔
اور خدا سے معافی مانگتے اور آپ بھی بحیثیت
رسول اللہ ہونے کے ان کے واسطے معافی مانگتے
تو وہ ضرور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ بڑا مہربان اور
توبہ قبول کرنے والا ہے پس انبیاء علیہم السلام
کے استغفار کا یہی مطلب ہے کہ وہ اپنی اُمت کے
لئے شفاعت کریں چنانچہ خدا نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو ارشاد کیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی
پردہ پوشی طلب کرو اور زن ومرد اہل ایمان
کے لئے مغفرت طلب کرو ۔ کیونکہ خدا تو تمہارے

متقلبکم ومثواکم فلیس الامر بالاستغفار
الا الاذن بالشفاعۃ بآکد الوجوہ
لان الامر اوکد من الاذن بل مدح اللہ
تعالی عوام المؤمنین بالاستغفار
للاخوان من المؤمنین بقولہ تعالی و
الذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا
اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا
بالایمان وقال تعالی ولسوف یعطیک
ربک فترضی ووعد اللہ حق لا یمکن
التخلف ولن یخلف اللہ وعدہ رسلہ
فاعتمد النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی
وعد ربہ فقال اعطیت الشفاعۃ
بلفظ الماضی ونقول لھم اما تقولون
فی صلاتکم ربنا اغفر لی ولوالدی و
للمؤمنین یوم یقوم الحساب فمن اذن
لکم فی دعاء المغفرۃ للوالدین و
للمؤمنین الیس ھذا الدعاء شفاعۃ
فان قلتم اذن لنا الشارع نقول
اذن الشارع بالشفاعۃ لکافۃ المؤمنین
ولم یاذن لحبیبہ وصفیہ صلی اللہ
علیہ وسلم ھاتوا برھانکم
ان کنتم صادقین واما
قولھم الشفاعۃ لا تکون
لاھل الکبائر ولا للمصرین

حرکات و سکنات سے خوب واقف ہے پس امر
بالاستغفار بھی اذن بالشفاعۃ ہے اور اذن بھی بڑے
زور کا ہے کیونکہ امر کرنا اذن دینے سے زیادہ زوردار ہوتا ہے
صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی دیکھو کہ خدا نے ان مسلمانوں کی تعریف
بھی کی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں
چنانچہ ارشاد ہے کہ جو اہل ایمان بعد میں آئے وہ کہتے ہیں کہ
یا اللہ ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم
پہلے ایمان لا چکے ہیں پھر ارشاد ہے کہ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
خدا آپکو اتنا دیگا کہ آپ راضی ہو جائینگے اور خدا کا وعدہ سچا ہے
اسمیں خلاف وعدہ کی گنجائش نہیں کیونکہ اس نے خود کہا ہے
کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اسی وعدہ
پر بھروسہ کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے فعل ماضی
کے لفظوں میں، کہ مجھے شفاعت کا عہدہ دیا جا چکا ہے ہم ان سے
پوچھتے ہیں کہ اے اہل ایمان کیا تم اپنی نمازمیں یہ دعا نہیں کیا
کرتے کہ یا اللہ مجھے بخش، میرے والدین کو بخش اور قیامت کے
دن مسلمانوں کو بھی بخش۔ اب بتاؤ تم کو دعائے مغفرت کیلئے
کس نے اجازت دی ہے کہ تم والدین اور مسلمانوں کیلئے دعائے
مغفرت کرتے ہو؟ یہ بھی بتاؤ کہ کیا یہی طلب مغفرت شفاعت نہیں
ہے؟ پس اگر تم یوں کہو کہ خدا نے ہمیں اجازت بخشی ہے تو ہم
پوچھیں گے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمکو تو شفاعت کی اجازت ہو تمام
اہل ایمان کے لئے طلب مغفرت کرو اور خدا نے اپنے حبیب برگزیدہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت نہ بخشی؟ اگر تمہارے پاس کچھ
صداقت ہے تو اس دعوی کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اب رہا انکا
یہ قول کہ اہل کبائر کیلئے شفاعت نہ ہوگی اور نہ ان کیلئے

على الصغائر فذلك تحكم وبهتان
على الله تعالى اما قال الله تعالى
ان الله يغفر الذنوب جميعا وان الله
لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون
ذلك لمن يشاء والشفاعة العظمى
التي تكون يوم القيمة لكافة الخلق
المشار عليها بقوله تعالى عسى ان
يبعثك ربك مقاما محمودا
مختصة بنبينا رسول الله صلى الله
عليه وسلم فقولهم لا يشفع احد
الا باذنه مستدلين بقوله تعالى
من ذا الذي يشفع عنده الا باذنه
صحيح لا شك فيه وقد اذن الله
تعالى لرسوله صلى الله عليه وسلم
بل امره بالشفاعة بقوله تعالى و
صل عليهم ان صلوتك سكن لهم
وقوله تعالى واستغفر للمؤمنين
والمؤمنات كما مر فلذا قال
عليه الصلوة والسلام اعطيت
الشفاعة وتمام الحديث اعطيت
خمسا لم يعطهن احد قبلي
نصرت بالرعب وجعلت لي الارض
مسجدا وطهورا واحلت
لي الغنائم ولم تحل

جو گناہ صغیرہ پر مداومت کرتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ یہ
قول خدا پر بہتان اور زبردستی کا حکم ہے۔ کیا خدا نے یوں
نہیں کہا کہ بیشک خدا تمام گناہ بخشدیتا ہے۔ ہاں خدا تعالیٰ
یہ گناہ نہیں بخشیگا کہ اسکا کسی کو شریک بنایا جائے اور اس
کے بغیر جسے چاہے جو گناہ بھی ہوں سب بخشدیگا اور شفاعت
کبرٰے قیامت کے دن وہی ہوگی جو تمام مخلوق کی ہوگی اسکی
کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ اے نبی خدا تعالیٰ عنقریب
آپکو مقام محمود پر پہنچا دیگا اور یہ شفاعت کبری ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی حصہ میں ہے اور آپ سے مخصوص
پس مخالفین کا یہ کلام کہ اذن الہی کے بغیر کوئی شفاعت نہیں
کریگا اور انکا اس آیت سے دلیل پکڑنا کہ کون وہ ہے کہ بلا
اجازت خداوندی اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کرے۔
یہ دونوں امر صحیح ہیں اور ان میں ذرہ بھر شک نہیں مگر یاد
رہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذن بشفاعت
ہو چکا ہوا ہے بلکہ اس سے بڑھکر امر بالشفاعت بھی نافذ ہو چکا ہے
چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ آپ ان کے لئے دعائے خیر کریں
کیونکہ آپکی دعائے خیر ان کے واسطے تسکین ہے چنانچہ پہلے
گذر چکا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ زنان و مردان اہل ایمان کے لئے
آپ دعائے مغفرت کریں۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا ہے
کہ مجھے شفاعت کبری کا عطیہ دیا جا چکا ہے اور اس حدیث
کے باقی اجزاء یہ ہیں کہ مجھے پانچ عطیے عطا ہوئے ہیں اور مجھ
سے پہلے کسی کو نہیں دیے گئے۔ اول میرے رعب سے میری
امداد کیگئی ہے۔ دوم یہ کہ تمام سطح زمین میرے لئے وضو اور
نماز کی جگہ مقرر کردی گئی ہے۔ سوم خاص مجھے غنیمت کا مال حلال

لاحد قبلی واعطیت الشفاعة
وبعثت للناس عامة متفق علیہ۔
واما قولہم لا یستطیع تعالیٰ شانہ
العفو بلا سبب فنقول اوّلاً ہذا
القول اشنع من قول النصاری
ہل یستطیع ربك ان ینزل علینا
مائدة من السماء لان النصاری
تردّدوا فی الاستطاعة فجاؤا بلفظة
ہل وہؤلاء تیقنوا فی عدم
الاستطاعة فقالوا لا یستطیع العفو
بلا سبب وثانیاً ان العباد یستطیعون
العفو بلا سبب بل بمحض الکرم واللہ
سبحانہ وتعالیٰ لا یستطیعہ ہو
تعالیٰ فعال لما یرید لا یسئل عما
یفعل فہذہ نتیجة توحیدہم وادبہم
مع ربہم بل زاغوا فازاغ اللہ
قلوبہم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد
اذ ہدیتنا. انتہی۔ ومن تلك المسائل
مسئلة اعراس المشائخ ومولد النبی صلی اللہ علیہ
وسلم فی الاوقات المعلومة قالوا حرام
بتعیین الاوقات المولید بل یشبہ
فعل الہنود فنقول ان منعوا نفس الاعراس
یعنی اطعام الطعام للمساکین وذوی
الحاجات بنیة ایصال الثواب

کردیا گیا ہے ورنہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو اسکا استعمال حاصل
نہ تھا چہارم مجھے عام شفاعت کا حق دیا گیا ہے پنجم یہ کہ میں
تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یہ حدیث
بخاری و مسلم میں ہے۔ مخالفین کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ بلا وجہ
معافی نہیں دے سکتا، بالکل غلط ہے اور ہم کہتے ہیں
کہ پہلے تو یہ قول اُن عیسائیوں کے کلام سے بھی بڑھ کر
بیہودہ ہے جنہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کہا تھا کہ کیا
تیرا رب آسمان سے ہمارے لئے کھانا اُتار سکتا ہے؟
کیونکہ عیسائیوں نے خدا کی قدرت میں شک کیا تھا، اسلئے
انہوں نے سوالیہ فقرہ پیش کیا اور ان لوگوں نے یقین
کر لیا ہے کہ خدا کو قدرت ہی نہیں کہ اپنا حق بھی بلا وجہ
معاف کردے۔ دوم یہ کہ بندہ اپنا حق بلا وجہ معاف کر سکتا
ہے بلکہ صرف کرم اور مہربانی سے معاف کر سکتا ہے اور
ان کے نزدیک خدا کو یہ طاقت نہیں۔ حالانکہ وہ جو چاہے
کرتا ہے۔ اس سے کوئی چون و چرا نہیں۔ دیکھو یہ اُن کی
توحید کا نتیجہ ہے اور اپنے رب کی تعظیم کا ثمرہ ہے۔ نہیں
نہیں، بلکہ وہ گمراہ ہو گئے۔ یا اللہ تو ہمارے دل کو
راہ راست سے نہ پھیر بعد اس کے کہ تُو نے ہمکو سیدھی
راہ دکھائی ہے۔ مختلف فیہ مسائل میں سے عرس مشائخ
اور میلاد وغیرہ کا مسئلہ بھی ہے۔ جو مقررہ اوقات میں
منائے جاتے ہیں۔ مخالفین کہتے ہیں یہ حرام ہیں بوجہ تعیین
وقت کے اور مجالس میلاد فعل ہنود سے مشابہ ہیں۔ مگر
ہم کہتے ہیں کہ اگر اصل حقیقت عرس کو ممنوع کہیں یعنی
مساکین اور حاجتمندوں کو کھانا کھلانا تاکہ ایصال ثواب

فذلك مكابرة ومخالفة للشرع
قال الله تعالى واطعموا القانع و
المعتر وقال تعالى انفقوا مما رزقناكم
من قبل ان ياتي يوم لا بيع فيه ولا
خلة ولا شفاعة وقال تعالى وما انفقتم
من نفقة او نذرتم من نذر فان الله
يعلمه وقال تعالى واقيموا الصلوة و
اتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا
وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه
عند الله هو خيرا واعظم اجرا وقال
تعالى ويطعمون الطعام على حبه مسكينا
ويتيما واسيرا وان منعوها للتعيين
الاوقات فتعيين الوقت لا يضر في
الامور المباحة الا ترى ان الشارع
عليه الصلوة والسلام امر امته بصوم
يوم عاشوراء وامر بصوم ست من شوال
وامر بالتهجد في الليل وصلوة الاشراق
والضحى في الاوقات المعينة وامر
بالعقيقة في اليوم السابع من ولادة المولود
وغيرها فعين للامور المباحة اوقات
معينة والمقصود من تعيين الايام لاجل
اجتماع الناس من النواحي بلا كلفة
لاخير وان منعوها لعدم ايصال الثواب
فذلك باطل عقلا ونقلا ويكفي في المقصود

ہو تو یہ کج بحثی ہوگی اور شرع کا خلاف ہوگا کیونکہ خدا خود
حکم دیتا ہے کہ سوالی اور غیر سوالی حاجتمندوں کو کھانا کھلاؤ
یہ بھی فرمایا کہ جو مال ہم نے تمکو دیا ہے اس سے خرچ کرو اللہ
کی راہ میں پہلے اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید فروخت
ہوگی نہ دوستانہ کام آئیگا اور نہ تمہارے کسی دوست کی سفارش
کام آئے گی۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے
ہو یا نذر دیتے ہو خدا اسے جانتا ہے۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ
نماز بلا ناغہ ادا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو
اور جو خیرات تم اپنے لئے پیشگی بھیجو گے اُسے خدا کے یہاں
بہتر پاؤ گے اور اسکا ثواب بہت پاؤ گے۔ یہ بھی فرمایا کہ مومن
کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو اگرچہ
ان کو خود اس کھانے کی خواہش ہو۔ اگر مخالفین تعیین وقت
کی وجہ سے عرس کو حرام کہتے ہیں تو غلط ہے کیونکہ تعیین
وقت امور مباح میں مُضر نہیں ہوتی۔ اے تم یہ نہیں
دیکھتے کہ حضور علیہ السلام نے یوم عاشورہ کے روزہ کا اپنی
اُمت کو حکم دیا تھا اور شوال کے چھ روزوں کا بھی حکم دیا
تھا اور رات کو نماز تہجد کا حکم دیا تھا اور صلوٰۃ اشراق کا اور
صلوٰۃ ضحیٰ کا اور ان سب کے اوقات متعین ہیں اور حکم دیا کہ پیدائش
کے بعد ساتویں روز بچہ کا عقیقہ دیا جائے وغیرہ وغیرہ ان
سب میں آپ نے وقت مقرر کر دیئے ہیں اور تعیین وقت سے
ہیں اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ بلا تکلف جمع ہو جایا کریں
اس کے سوا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اگر وہ اسلئے منع
کرتے ہیں کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا تو یہ بالکل غلط ہے
نہ اسے عقل مانتی ہے نہ کوئی نقل تسلیم کرتی ہے اور جہاں

حدیث بیلام سعد فان اهداء ثواب
العمل لغیره حیا ومیتا جائز بل مامور
بما لا تری ان الحج عن الغیر عند عدم
القدرة ورد به الشرع کما امر الشارع
علیه الصلوة والسلام المرأة السائلة
عند انصرافه من مزدلفة عام حجة الوداع
واما الموالید بهیئتها الکذائیة فانها
وان لم تکن فی زمن خیر القرون لکنه
امر مستحسن معمول کافة المسلمین شرقا
وغربا الا الفرقة المحدثة الغیر المقلدة
وما راه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن
ولیس فی قراءة الموالید الا مدح النبی
صلی الله علیه وسلم وانشاد الشعر فی مدحه
صلی الله علیه وسلم وقرائته قراءة مدحه
سنة الاصحاب بل سنة النبی صلی الله علیه
وسلم لما روی ان النبی صلی الله علیه وسلم
کان یسمع الاشعار المدحیة عن حسان
بن ثابت وکعب بن زهیر وسواد بن قارب
وغیرهم فمن یقول ان قراءة المولود
ممنوع او مذموم وفعل یشبه الهنود فهو
بنفسه مذموم ومطرود وما ادری لای
سبب یمنعون قراءة المولد ما یمنعون
الامور المستحدثة غیر المولد کبناء الرباطات و
تزیین المساجد بالنقوش وکتابة المصاحف مزخرفة

اس مقصد (ایصال ثواب) کیلئے ام سعد کے کنوئیں کی
حدیث کافی ہے کیونکہ غیر کے عمل کا ثواب پہنچانا بحالت
حیات وموت دونوں صورتوں میں جائز ہوتا ہے بلکہ
حکم ہو چکا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ قدرت نہ ہو تو غیر سے
حج کرانے میں شرعی حکم وارد ہے چنانچہ حضور علیہ السلام
حجۃ الوداع میں مقام مزدلفہ سے واپس تشریف لا رہے تھے
تو ایک عورت نے یہی سوال کیا تھا اور مجالس میلاد کی
موجودہ شکل میں خیر القرون کے وقت موجود نہ تھیں بلکہ اس
میں شک نہیں کہ فعل مستحسن ہے اور تمام اہل اسلام کا مشرق
و مغرب میں معمول ہے سوائے فرقہ نجدیہ غیر مقلدین کے
اور یہ معمول ہے کہ جس امر مباح کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ
خدا کے نزدیک بھی مستحسن قرار پاتا ہے اور مجلس میلاد میں یہی
ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ذکر کی جاتی ہے
یا آپ کی مدح میں شعر پڑھے جاتے ہیں اور مدحیہ اشعار کا
پڑھنا سنت صحابہ بلکہ سنت نبویہ ہے کیونکہ روایات
سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان
بن ثابت سے اپنے اشعار مدحیہ سنا کرتے تھے اور کعب بن
زہیر سواد بن قارب وغیرہ سے بھی آپ اپنے اشعار مدحیہ سنتے تھے
اس لئے جو شخص یہ کہتا ہے کہ ذکر میلاد اور مدحیہ اشعار کا پڑھنا
ممنوع یا برا ہے اور فعل ہنود ہے وہ شخص خود برا ہے اور
راندۂ درگاہ نبوی ہے۔ اب مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ کس سبب
سے ذکر میلاد کو منع کرتے ہیں اور مجالس میلاد کے علاوہ دیگر
نو پیدا امور کو کیوں منع نہیں کرتے مثلاً سرائے اور خانقاہ کی بنا
یا مساجد کا سجانا بیل بوٹے سے یا قرآن مجید کو سنہری حروف

بالمذهب تعليم العلوم العقلية والعلوم
العربية كالصرف والنحو والحكمة والرياضيات
ولبس ثيابهم وجبة الوقت والأكل الأطعمة
الملونة فكل ذلك مباح لا اعتراض عليه
لكن قراءة المولد الذي فيه ذكر ولادة النبي
صلى الله عليه وسلم وذكر معجزاته وخوارق
عاداته عندهم لغو حرام أو بدعة ولا يظهر
لمنعهم سبب إلا حبهم له صلى الله عليه وسلم
ومن تلك المسائل مسألة تصوره صلى
الله عليه وسلم في الصلوة قال امامهم
تصوره عليه الصلاة والسلام في الصلوة
أسوء من تصور بهائم الحطب وحموا
أخس أنواع البهائم وأنا لا أقدر ذكر
ما سموه من البهائم في مقابلة اسمه
الشريف تأدبا وهذه العقيدة من أشنع
عقائدهم أعاذنا الله تعالى منها ومع ذلك
يسمونه بفخر العالم فإذا كان هذا حال
فخر العالم فماذا يكون حال من كان دونه
في القرب من الأنبياء والصالحين وكيف
يتصورون سيدنا الخليل عليه السلام
حين يقرؤن قوله تعالى في الصلوة واتخذ
الله ابراهيم خليلا وكيف يتصورون
سيدنا موسى عليه السلام حين يقرؤن وكلم
الله موسى تكليما وكيف يتصورون سيدنا عيسى

سے کھانا یا علوم عقلیہ مروجہ کا تعلیم دینا یا عربی علوم کی تعلیم
مثلاً صرف، نحو، فلسفہ، ریاضی وغیرہ، زمانہ حال کے مروجہ
لباس کا استعمال یا مختلف قسم کے کھانے تناول کرنا جب
اصل میں یہ سب مباح ہیں وہ ان پر کوئی اعتراض نہیں کرتے
مگر ذکر میلاد جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر
ہوتا ہے یا معجزات و خرق عادات بیان ہوتے ہیں جو
آپکی ولادت کے وقت رونما ہوئے تھے تو اسے حرام یا بدعت
بتاتے ہیں۔ شاید ممانعت کی وجہ صرف یہی معلوم ہوگی کہ ہم حضور
علیہ السلام سے انتہا محبت کرتے ہیں اور یہیں خوب ان
مسائل میں سے حضور علیہ السلام کے تصور کا بھی مسئلہ ہے جو نماز
میں بلا اختیار آجاتا ہے۔ مخالفین کے امام کا قول ہے کہ نماز
میں حضور علیہ السلام کا خیال آجانا نمازی کے اپنے جانوروں کے
خیال سے بھی بدتر ہے اور اس مقام پر اس نے ایک بدترین
جانور کا ذکر کیا ہے۔ مگر میں جرأت نہیں کر سکتا کہ اس مذموم جانور
کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کے مقابلہ پر
ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کروں، اور انکا یہ عقیدہ بدترین
عقائد میں سے ہے۔ ایسے عقائد سے خدا بچائے۔ تعجب ہے کہ
پھر یہ لوگ حضور علیہ السلام کو فخر عالم بھی کہتے ہیں۔ مگر تم سوچو کہ جب
فخر عالم کا انکے نزدیک یہ حال ہے تو دوسرے انبیاء و صالحین
کا کیا حال ہوگا۔ جو آپ سے بالکل ادنیٰ ہیں کم درجہ قرب میں
وہ بتائیں کہ جب وہ نماز میں واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا
پڑھتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تصور کو کیا سمجھتے ہیں
یا جب وکلم اللہ موسیٰ تکلیما پڑھتے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام
کے تصور کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عليه السلام حين يقرؤن في الصلوة و
كان وجيها في الدنيا و الآخرة ومن
المقربين وجميع القرآن مفصح بمدحه
صلى الله عليه وسلم وقربه ومحبته قال
الله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول
ومن يطع الرسول فقد اطاع الله و
قوله تعالى قل ان كنتم تحبون الله
فاتبعوني وقال تعالى يا ايها النبي
انا ارسلناك شاهدا ومبشرا و
نذيرا و داعيا الى الله باذنه وسراجا
منيرا وقال تعالى لا تجعلوا دعاء
الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا وقال
تعالى وتعزروه وتوقروه وهذا
توقيره عليه السلام عند القوم حتى
جعلوا تصوره اسوء من تصور البهائم
ومع ذلك سموا انفسهم اهل الحديث
فانا لله وانا اليه راجعون
وكما مات ولده صلى الله
عليه وسلم قال المشركون
صار ابتر فاجاب الله سبحانه
من جنبه ان شانئك هو
الابتر وكما قال ابو لهب
للنبي صلى الله عليه وسلم
تبا لك الهذا دعوتنا

کے متعلق یہ آیت پڑھتے ہیں کہ کان وجیہا فی الدنیا و
الآخرۃ ومن المقربین تو آپکے تصور کو کس قدر قبیح
ہیں جانتے ہیں۔ اور پھر ایک عجیب یہ بھی ہے کہ سارا قرآن
حضور علیہ السلام کی تعریف سے پُر ہے اور آپکی تعریف بیان کرتا
ہے یا آپکا قرب الہی اور محبت الہی ظاہر کرتا ہے چنانچہ ارشاد
ہے کہ تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کرتا ہے
آپ کہدیں کہ اگر تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری تابعداری
کرو اور یہ بھی فرمایا کہ اے نبی ہم نے آپکو امت کا نگران حال و
مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی طرف بلانیوالا اور روشن
چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے یہ بھی فرمایا کہ تم رسول علیہ السلام کو
بلاؤ اپنے باہمی ایک دوسرے کے بلانے کی مانند نہ بلاؤ۔
یہ بھی فرمایا کہ تم رسول کی عزت و توقیر کرو۔ تو اب وہابی بیچارہ
کیا کرے اور کیسے آپکے تصور کو روک سکتا ہے۔ سخت افسوس ہے
کہ خدا تو تعریف کرے اور قوم آپکی یہ عزت کرتی ہے کہ نماز میں
آپکے تصور کو بھی ممنوع قرار دیتی ہے اور جانوروں کے
تصور سے بھی بدتر جانتی ہے۔ پھر اس قوم نے اپنا نام
کیا رکھا ہے؟ اہل حدیث! انا للہ وانا الیہ راجعون۔
جب حضور علیہ السلام کے خلف الرشید حضرت ابراہیم علیہ السلام
کا وصال ہوا تھا تو مشرک کہتے تھے کہ آپ ابتر ہو گئے ہیں
تو خدا تعالی نے جواب دیا کہ آپ ابتر نہیں بلکہ آپکے
دشمن ابتر ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے کوہ صفا پر تبلیغ
اسلام کے لئے قریش کو بلایا تھا۔ تو ابولہب نے [illegible]
پر کہا تھا کیا اسی کام کے لئے آپ نے ہمیں دعوت

غضب الله عليه واجاب عن حبيبه
بقوله تبت يدا ابی لهب وتب
والمرجو من المنصفين توازن قول
الوهابية ان تصورة صلی الله عليه
وسلم فی الصلوة اسوء من تصور
البهيمة الفلانية بقول ابی لهب
تبّاً لك ويوتجرا شعروا فمن جعل
ابولهب جهنميا بقوله تبّا لك
فكيف يكون حال من تفوه بمثل
ما قالوا لكن الوحی قد انقطع فمن
الذی يرد عليه قوله وقالوا لا يجوز
للمصلی ان يقول فی تشهده السلام
عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته
بل يقول السلام علی النبی تحاميا
من لفظ الخطاب المشير الی حضور
روحه عليه الصلوة والسلام قلنا و
لئن سلم ذلك فكيف تصوره عند
قراءة السلام علی النبی ورحمة الله
وبركاته أتصوره بالتبجيل والتوقير
ام بالاهانة والتحقير معاذا بالله
ان صورناه بالتوقير بطلت قاعدتكم
المقررة فی اول المسئلة وان
صورناه بالتحقير معاذا
بالله هدمنا بناء الاسلام

دی تھی . خدا کرے تم جلد تباہ ہو جاؤ . اب یہ خدا ناراض
ہوا اور اپنے حبیب کی طرف سے جواب دیا کہ ابو لہب کے دونوں ہاتھ
تباہ ہو گئے اور وہ خود بھی تباہ ہو گا . اب انصاف پسند
جماعت سے مجھے امید ہے کہ وہ خود قول وہابیہ اور قول ابو لہب
کا باہمی موازنہ کریں گے (قول وہابیہ یہ ہے کہ نماز میں حضور
علیہ السلام کا تصور فلاں بدترین جانور کے تصور سے بھی
زیادہ برا ہے اور ابو لہب کا قول یہ ہے کہ اے نبی تو تباہ ہو جا)
اور بتائیں گے کہ کس کا قول زیادہ برا اور بدنام کرنے والا ہے
اور کس کا نہیں ! ابو لہب کو تو یہ سزا ملی کہ تبا لک کہنے سے جہنمی
ہو گیا . مگر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے ایسے گندے
لفظ کہے ہیں . افسوس وحی بند ہو چکی ہے ورنہ ابھی فیصلہ
ہو جاتا . اب ان کا منہ کون توڑ سکتا ہے . وہابیہ لوگ یوں بھی کہتے
ہیں کہ نمازی کو تشہد میں یوں کہنا جائز نہیں کہ اے نبی آپ
پر سلام ہو اور آپ پر خدا کی رحمت اور برکت نازل ہو بلکہ یوں
غائب سمجھ کر کہے کہ ہمارے نبی پر سلام ہو . تاکہ حاضری اور خطاب
کے لفظ سے بچ جائے . کیونکہ اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی
روح مبارک حاضر ہو جاتی ہے . ہم کہتے ہیں کہ جب غائب کا
لفظ اختیار کرنے سے آپ کی حاضری نہ ہو گی تو بتاؤ کہ جب نمازی
السلام علی النبی کہے گا اور غائبانہ لفظ سے آپ پر سلام و
درود بھیجے گا تو آپ کا تصور بھی آئیگا ؟ تعظیم و توقیر کی صورت میں یا
معاذ اللہ اہانت و تحقیر کی شکل میں . پس اگر وہ تصور عزت و توقیر
کے ساتھ ہو گا تو وہابیوں کا اصول ٹوٹ جائیگا کہ جو شروع مسئلہ
میں مقرر کیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام کا تصور مفسد صلوۃ ہے اور
گدھے کے تصور سے نماز نہیں ٹوٹتی . اور اگر معاذ اللہ

ارشدونا الی اھون البلیتین۔ انتہی۔
ومن تلک المسائل مسئلۃ لفظ السید
قبل اسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا
ھذا بدعۃ وما کان مصطلحا فی زمن
خیر القرون اقول الاصطلاحات تتغیر
بتغیر الزمان وھل کانت لفظۃ مولانا
وشیخنا وحضرتنا وامثال ذلک مصطلحۃ
فی زمن خیر القرون وفی ھذا الزمان
یستنکف کل من ادنی العلماء ان یخاطب
بمجرد اسمہ ویحسبہ ھتکا لحرمتہ فالنبی
صلی اللہ علیہ وسلم احق بالحرمۃ والتعظیم
من سائر الناس اما قال اللہ تعالی فی
حق سیدنا یحیی علیہ السلام وسیدا و
حصورا ونبیا من الصالحین وقال
النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد
آدم فلفظ السید مرادف فی المعنی للفظ
المولی بل المولی اعلی منہ لانہ
یطلق علی اللہ تعالی قال اللہ تعالی
ذلک بان اللہ مولی الذین آمنوا
وقولہ تعالی نعم المولی ونعم
النصیر۔ ومن تلک المسائل مسئلۃ
اشتراک غیر اللہ تعالی معہ فی الفعل
کما یقال للمعطی ھذا من فضل اللہ
وفضلکم او اعطانی اللہ ورسولہ

تحجر کے ساتھ اسے تصور کریں تو اسلام کی بنیاد ہی اکھڑ جائیگی
خدا تعالی مناسب راستہ کی ہمیں ہدایت کرے۔ (انتہی) اور
ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام سے پہلے سیدنا کا لفظ پڑھنا جائز ہے
یا نہیں؟ مخالفین کہتے ہیں کہ یہ نیا حق بدعت ہے خیر القرون
کے وقت نہ تھی مگر میں کہتا ہوں کہ زمانہ تبدیل ہونے سے محاورے
بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ تم خود بتاؤ کہ کیا مولانا اور شیخنا و
حضرتنا وغیرہ کے لفظ خیر القرون میں مستعمل تھے؟ حالانکہ
موجودہ وقت میں جب کسی ذی علم کو صرف نام سے پکارا جائے اور
کوئی تعظیمی لفظ نہ بڑھایا جائے تو جناب کے چڑ جاتے ہیں اور
اسے اپنی ہتک عزت جانتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھکر عزت وتوقیر کے مستحق
ہیں۔ کیا خدا تعالی نے حضرت یحیی علیہ السلام کے حق میں یہ نہیں
فرمایا کہ آپ سید پاکدامن تھے اور نبی صالح تھے اور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بنی آدم کا سید ہوں
اور سید کا لفظ مولی کے معنے میں ہے بلکہ مولی کا لفظ سید
سے بھی اعلی ہے کیونکہ سید کا لفظ خدا پر استعمال نہیں ہوتا اور
مولی کا لفظ خدا پر بھی استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ
اللہ تعالی ان لوگوں کے مالک و مولی ہیں جو ایمان لائے ہیں
اور یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا تعالی بہترین مالک اور بہترین
مددگار ہیں۔ ان مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ آیا فعل
خداوندی میں غیر اللہ کو شریک کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً
کسی داتے کو یوں کہنا کہ یہ اللہ کی اور تمہاری مہربانی
ہے۔ یا یوں کہنا کہ یہ چیز مجھے خدا اور خدا کے رسول نے دی

ففيه الحقيقة والمجاز اى اعطانى
الله حقيقة واعطيتنى ظاهرا
وكانت الصحابة رضى الله عنهم
حين يلقى النبى صلى الله عليه وسلم
عليهم سؤالا يقولون الله ورسوله
اعلم فكانوا يشتركون النبى صلى الله
عليه وسلم فى الاعلمية مع الله تعالى
ولا ينكر عليهم احد وقال الله تعالى
براءة من الله ورسوله وقال تعالى
فالله ورسوله احق ان يرضوه ومن
يطع الله ورسوله وقال تعالى وما
نقموا منهم الا ان اغناهم الله ورسوله
من فضله الى غير ذلك من الآيات
لكن الاحتراز عن امثال
هذه الكلمات احسن لعدم
تمييز العوام بين الحقيقة و
المجاز ومن تلك المسائل مسئلة
امكان الكذب على الله تعالى
قالوا اخلف الوعيد جائز وسموه
امكان الكذب قلنا لا يجوز
نسبة الكذب الى الله
تعالى وخلف الوعيد مكرمة
ولا يسمى كذبا لان الكذب
دناءة قبيحة يستنكف منها

تو جواب یوں ہے کہ ایسے محاورہ میں مجازی طریق مستعمل
ہوتا ہے اور حقیقی بھی۔ تو فقرہ مذکور کا یہ معنی ہوا کہ اللہ تعالیٰ حقیقی
طور پہ فضل دیتا ہے مگر مجازاً ہم نے دیا ہے اور صحابہ
رضی اللہ عنہم سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر
پوچھتے تھے اور صحابی جواب دینا گستاخی سمجھتے تھے تو
یوں کہتے تھے کہ اس کا جواب خدا اور خدا کا رسول بہتر
جانتا ہے اور ایسے اس جواب میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے علم میں شریک کر دیتے تھے اور
اس جوابی فقرہ کو کسی نے بُرا نہیں منایا۔ دیکھئے ارشاد
ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی مشرکین سے بیزاری ہے
یہی فرمایا کہ انکو یہ مناسب تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کو
راضی کرتے اور یہ بھی فرمایا کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول
کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی پائیگا۔ یہ بھی ارشاد
ہے کہ مخالفین کیا ہی بُرا مناتے ہیں کہ اللہ نے اور اللہ کے
رسول نے اہل مدینہ اور مہاجرین کو غنی کر دیا ہے۔ اس قسم کی
آیات اور بھی بہت ہیں مگر خلاصہ جواب یہ ہے کہ
ایسے اشتراکی لفظوں سے عوام کو بچنا چاہیئے کیونکہ
وہ حقیقت و مجاز میں امتیاز نہیں کرتے۔ اور ان
مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ کیا خدا جھوٹ
بول سکتا ہے یا نہیں؟ مخالف کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ وعید
میں جھوٹ بول سکتا ہے اور اس مسئلہ کا نام انہوں نے
امکان کذب رکھا ہوا ہے۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ ذات
خداوندی کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا ہی ناجائز ہے
اور وعید کر کے سزا نہ دینا اسے وعدہ خلافی نہیں کہتے

العباد فكيف جرب العباد
ومغفرة المعاصي يوم
القيامة عفو ومكرمة لا
يسمى كذبا قال الله تعالى
بل كذبوا بما لم يحيطوا
بعلمه وقال تعالى ويقولون
على الله الكذب وهم
يعلمون فالخصلة الردية
التي ذكرها الله تعالى من
عادات الكفار كيف يجوز
لمسلم ان ينسبها الى الله تعالى
فالحاكم ان اوعد اهل الجرائم
بالحبس والقتل مثلا فظفر
عليهم ثم عفى عنهم بشفاعة
احد من خواصه او بلطف
منه واطلقهم هل يسمى
ذلك الحاكم كاذبا كلا بل
عفوه لهم احسان ومكرمة
فمن سمى فضل الله تعالى
ورحمته على عباده المجرمين
كذبا فقد كذب على
الله تعالى ومن اظلم
ممن كذب على الله او
كذب بآياته انه لا يفلح المجرمون

بلکہ وہ اصل اختیاری کی تبدیلی ہے اور ایسی اختیاری
تبدیلی کو کوئی جھوٹ نہیں کہتا۔ کیونکہ جھوٹ ایک صفت ہے
جس سے انسان بھی نفرت کرتے ہیں تو بھلا خدا تعالیٰ اس
سے متصف کیونکر ہونگے؟ پس قیامت کے دن عذاب
کی بجائے مغفرت کا استعمال کرنا خدا کا رحم و مہربانی
ہوگی۔ اسے کذب نہیں کہا جائے گا۔ ارشاد ہے کہ کافر
قرآن کی تکذیب کرتے ہیں جسے وہ خود پورے طور پر
نہیں سمجھ سکے۔ پھر ارشاد ہے کہ وہ جانتے ہیں اور جان
بوجھ کر خدا پر افترا کرتے ہیں۔ ان آیات میں جھوٹ کی لعنت
کو خدا تعالیٰ نے کفار کے حق میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ انکی
عادت ہے پس مسلمان کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ اس لعنت
کو اپنے خدا سے نسبت دے تجربہ شاہد ہے کہ جرائم پیشہ
گرفتاروں کو حاکم حبس دوام و قتل کی سزا دیتے ہیں
مگر کسی خاص مقرب کی سفارش سے یا اپنی خاص مہربانی
سے یا رحم کی درخواست پر انکو معافی بھی دے دیتے ہیں
اور رہا کر دیتے ہیں تو کیا اس صورت میں ان حکام کو وعدہ
خلاف یا جھوٹا کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس معافی کا
نام ذاتی اختیار کا استعمال ہے اور احسان اور کمال
مہربانی ہے پس حاصل یہ ہے کہ جو شخص اس عیاذ و لطف
خداوندی کو جو وہ اپنے مجرم بندوں کے حق میں استعمال کریگا
کذب کا عنوان دیتا ہے۔ وہ خود خدا پر جھوٹ باندھتا
ہے۔ تم خود ہی بتاؤ کہ اس شخص سے بڑھ کر اور کون زیادہ
ظالم ہو سکتا ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیات کی
تکذیب کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظالموں کی بہبود نہ ہوگی

قالوا اليس الله على كل شيئ قدير
قلنا بلى ولكن قدرة الله تعالى لا
تتوجه الى المحالات كشريك البارى
وغيره من المحالات فكيف المساغ في
امثال هذه الكلمات واجب على العباد
ومن تلك المسائل مسئلة الاستمداد
من ارواح الصلحاء فقالوا لا يجوز
الاستمداد الا من الله تعالى ومن
استمد من غير الله تعالى فقد اشرك
بالله تعالى قلت الكلام في هذه المسئلة
من وجهين جواز نفس الاستمداد و
عدمه والنفع من الاستمداد وعدمه
فنفس الاستمداد يعنى طلب المعونة
شائع ذائع عندهم من الاحياء في
مقاصدهم الدنيوية من تعمير المدارس
وتبليغ المذاهب واجراء الجرائد فان
كان نفس الاستمداد شركا فقد اشركوا
بالله تعالى فلا فرق بيننا وبينهم
في نفس الاستمداد غير انهم
يستمدون من الاشباح الفانية و
نحن نستمد من الارواح الطيبة الباقية
واما النفع من الاستمداد فبارادة
الله تعالى ان اراد نفعنا الارواح الطيبة
ونفعهم الاشباح الفانية وان لم يرده ما نفعنا

مخالف اعتراض کیا کرتے ہیں کہ کیا خدا ہر شے پر قادر نہیں تو
جھوٹ پر کیوں قادر ہوگا (جواب) بیشک صحیح ہے
لیکن قدرت الہیہ ممکن اور مناسب امر کیلئے ہوتی ہے
نہیں ہوا کرتی چنانچہ خدا اپنا شریک پیدا نہیں کرتا۔

اور اسی طرح کے اور محاورے جنکا کلام نہیں کرنا بلکہ ایسے
بکواس سے انسان کا فرض ہے کہ اپنی زبان کو روک
رکھے۔ ان مسائل میں سے استمداد کا مسئلہ بھی ہے جو
صلحاء کی روحوں کی جاتی ہے۔ مخالف کہتے ہیں کہ
ناجائز ہے اللہ کے سوا اور جو اللہ کے سوا کسی اور سے
استمداد کرتا ہے وہ خدا سے شرک کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں
کہ اس پر دو طریق سے بحث ہے اول صرف استمداد اور
عدم استمداد پر دوم استمداد سے نفع یا عدم نفع پر۔ پس
نفس استمداد یعنی کسی سے امداد طلب کرنا تو دنیا داروں
سے عام طور پر حاصل کیجاتی ہے اور کثیر الاستعمال اور
مشہور ہے چنانچہ مخالف بھی دنیاوی امور میں (مثلاً
تعمیر مدارس، تبلیغ مذہب کیلئے بھی اور اجرائے اخبارات)
میں انکے ہاں بھی پائی جاتی ہے تو اگر صرف استمداد
ہر طرح سے شرک ہے تو مخالف خود شرک کرتے ہیں
نفس استمداد میں ہمارے اور انکے درمیان کوئی فرق
نہیں مگر یہ فرق ضرور ہے کہ وہ فانی جسموں سے استمداد
کرتے ہیں اور ہم پاک اور غیر فانی ارواح سے استمداد
کرتے ہیں۔ اب رہا استمداد سے نفع تو اللہ تعالیٰ کا
ارادہ اگر چاہے تو ہم کو ارواح طیبہ نفع دیتے ہیں اور
ان کو فانی جسم نفع دیتے ہیں اگر وہ نہ چاہے

وما نفعهم وان قالوا نحن نستمد
من ابدان الاحياء وانتم تستمدون
من ارواح الاموات نقول انتم
كذلك تستمدون من الارواح
لان المعطي والمانع هو الروح في
جسد كان او خارجا من الجسد
انتهى۔ ومن تلك المسائل مسئلة
تسمية بعض الناس اولادهم
منسوبين الى الانبياء والصلحاء
فهم يحكمون بالشرك على من سمّى ولده
نبي بخش او رسول بخش او غلام محمد
او غلام الصديق واشباه ذلك
قالوا معطي الاولاد هو الله تعالى
لا يجوز الاحسان يضاف اسم ولده
الى غيره تعالى والغلام بمعنى العبد
وكلنا عباد الله لا يجوز اضافة العبد
الى غيره تعالى قلنا سلمنا ان المعطي
والمانع هو الله تعالى حقيقة لكن
اضافة العطاء الى غيره تعالى
جائز مجازا كما قال جبرئيل عليه السلام
لمريم العذراء لاهب لك غلاما زكيا
وما قال ليهب الله تعالى لك غلاما زكيا فاذا
جاز ان يهب جبرئيل عليه السلام غلاما فلم
لا يجوز ان ينسب العطاء للنبي صلى الله عليه وسلم

تو نہ ہم کو ان سے نفع ہوتا ہے نہ انکو۔ اب اگر وہ لوگ
کہیں کہ ہم تو زندوں کے بدن سے استمداد کرتے ہیں اور تم
مُردوں کی روحوں سے استمداد کرتے ہو تو ہم کہتے ہیں کہ
در اصل تم بھی ارواح سے ہی استمداد کرتے ہو۔ کیونکہ در
حقیقت دینے والا یا روکنے والا روح ہی ہے خواہ
وہ جسم سے خارج ہو یا جسم میں داخل ہو۔ انتہی۔ ان
مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ کچھ لوگ اپنے بچوں کے
نام انبیاء علیہم السلام یا صلحائے اُمت کیطرف
منسوب کر دیتے ہیں مگر مخالف اس شخص پر شرک کا
فتوٰے لگا دیتے ہیں جو اپنے بچوں کا نام نبی بخش،
رسول بخش یا غلام محمد یا غلام صدیق یا اسی قسم کا
اور نام رکھے کیونکہ اولاد دینے والا خدا ہی ہے
اور یہ جائز نہ ہوگا کہ اپنے بچے کا نام غیر اللہ کیطرف منسوب
ہو اور غلام عبد کے معنے میں ہے اور ہم سب عباد
اللہ ہیں اور عبدیت کی نسبت غیر اللہ کیطرف جائز
نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مان لیا کہ معطی اور مانع درحقیقت
خدا ہی ہے مگر نام عطیہ کو غیر اللہ کیطرف منسوب کرنا
مجازی طور پر جائز ہوتا ہے کیونکہ حضرت جبرئیل نے
حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آکر یوں کہا تھا
کہ میں تمکو پارسا لڑکا بخشنے آیا ہوں اور یوں نہیں
کہا تھا کہ اسلئے آیا ہوں کہ خدا تمکو لڑکا بخشے گا جو
پارسا ہوگا۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام لڑکا دیتے
ہیں تو کیوں حضور علیہ السلام کیطرف یہ عطیہ منسوب
کرنا مجازی طور پر جائز نہ ہوگا۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے

مجازا فان قيل ذلك كان بامر الله
تعالى قلنا سلمنا انه كان بامر الله
تعالى لكنه فتح لنا باب المجاز
واما الغلام وان كان بمعنى
العبد فى اصطلاح الفرس
فاى قباحة فى تشبيه الاولاد
بعبيد الصلحاء من الانبياء
والصحابة والصالحين اما كان
لهم عبيد اما كانوا ينسبون
عبيدهم لانفسهم بقولهم
عبدى و امتى اما قال الله تعالى
من عبادكم واماءكم فالعبيد
والناس جميعا عباد الله حقيقة
والعبيد عبيد لمالكيهم
مجازا كما بينا كثرة استعمال
المجاز فى القرآن فى اول الكتاب
كذلك اولاد الناس عبيد الله
حقيقة وعبيد للصلحاء مجازا
انتهى. وليكن هذا اخر ما
اردنا تحريره فى هذا المقام
اللهم انك تعلم انى ما
اردت بهذا التحرير الا اصلاح
عقائد المسلمين عن الزيغ والضلال
فان كان صوابا فمنك ولك المنة
١٤ محرم الحرام ١٣٤٦ھ

کہ قول جبرئیلؑ تو امر الٰہی تھا اور کس نے حکم دیا
ہے تو جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بیشک
قول جبرئیلؑ امر الٰہی تھا۔ مگر اس نے ہمارے واسطے مجاز
کا دروازہ کھول دیا ہے۔ اب رہا لفظ غلام تو اگرچہ
وہ فارسی محاورہ میں عبد کے معنے میں ہے۔ تاہم اپنے
بچوں کو صلحاء کے غلاموں کے ساتھ تشبیہ دینے میں
کیا قباحت ہوگی۔ اور صلحاء سے مراد نبی ہیں اور صحابہ
اور اُمت محمدیہ کے نیک بندے۔ کیا انکے پاس خود
اپنے غلام نہ ہوتے تھے یا انکو اپنی ذات سے منسوب
کرتے تھے؟ اور یوں نہ کہتے تھے کہ یہ میرے بندے
اور یہ میری لونڈی کیا خدا نے انکو اپنی طرف منسوب
نہیں کیا کہ تم اپنے بندوں اور اپنی بندیوں کے نکاح
کرادیا کرو پس حقیقت میں تمام غلام اور تمام آزاد لوگ
خدا کے بندے ہیں اور غلام اپنے آقاؤں کے مجازی
طور پر بندے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے آغاز میں
قرآن مجید میں کثرت کیساتھ حقیقت و مجاز کا استعمال
ذکر کردیا ہوا ہے۔ علی ہذا القیاس لوگوں کے بچے
حقیقت میں اللہ کے بندے ہیں اور صلحائے اُمت
کے مجازی طور پر بندے ہیں۔ انتہی۔ یہ ہماری تحریر
کا آخری مقام ہے جس کا ہم نے ارادہ کیا تھا۔ یا الٰہی
تجھے علم ہے کہ اس تحریر سے اور کوئی ارادہ نہیں کیا سوائے
اس کے کہ مسلمانوں کے عقائد کجروی اور گمراہی سے
درست ہوں پس اگر یہ تحریر تیری طرف سے ہے تو میں
تیرا احسان و فضل مانتا ہوں۔ تو اس سے اپنے

بسم الله الرحمن الرحيم

مسألة :

من كرامفور من ناحية نارتهه إركات .

ما يقول علماء الشريعة المتينـــة فى أن أحدا من مقلدى الإمام الأعظم أبي حنيفة رحمه الله تعالى يعمل بالحديث الصحيح الغير المنسوخ ولا المتروك وذلك الحـــديث معمول لأحد من الأئمـــة الأربعـــة كحديث التأمين جهراً ورفع اليـــدين قبل الركوع وبعـــد الركوع وصلوة الوتر ثلث ركعات بقعدة واحدة وتسليم وأحد فهل يخرج هذا العامل من المذهب الحنفى أم يبقى حنفيا ، فإن قلتم يخرج فكيف نقل عن الإمام ابن الشحنة فى " رد المحتار " وهو كتاب لـه إعتبار عند الأحناف .

إذا صح الحديث وكان على خلاف المذهب عمل بالحديث ويكون ذلك مذهبه ولايخرج مقلده عن كونه حنفيا بالعمل به فقد صح عنه أنـــه قال إذا صح الحديث فهو مذهبى وحكى ذلك ابن عبد البر عن أبي حنيفة وغيره من الأئمة .

وفى المكتوب السادس عشر من كتاب " مقامات مظهرى " للسيد مظهر جان جانان الحنفى إن عمل بالحديث الثابت لم يخرج من

مذهب الإمام "إذا صح الحديث فهو مذهبي" نص في هذا الباب وإن لم يعمل بالحديث الثابت بعد عثوره عليه خالف قول الإمام "أتركوا قولي بخبر الرسول ﷺ".

وفي نفس المكتوب "من يدعي إن العمل بالحديث يخرجه من مذهب الإمام فليقدم برهانا إن كان في وسعه، وقال الشاه ولي الله المحدث الدهلوي الحنفي في كتاب "عقد الجيد" لاسبب لمخالفته حديث النبي ﷺ إلا نفاق خفي أو حمق جلي.

فما جواب هذه الأقوال لهؤلاء الكبار وإن قلتم إنه لايخرج من مذهب الإمام فالتشنيع والطعن عليه اعتداء أم لا؟ بينوا توجروا.

المستفتي: كاكا محمد عمر، ١٣ رجب ١٣١٣هـ. (١)

☆ ☆ ☆

---

(١) الشيخ احمد رضا خان رحمه الله: الفضل الموهبي. طبع مركزي مجلس رضا لاهور وقد عرب هذه الرسالة أخونا الفاضل الأستاذ افتخار احمد القادري، الأستاذ في الأدب العربي بالجامعة الأشرفية بمبارك فور أعظم كره، يو - بي الهند، ونشكر الأستاذ على خدمته السنية وبارك الله فيها ونفعه بها في الدارين، ونقلنا هذه السطور من ترجمته الشريفة. مصنف:

بسم الله الرحمن الرحيم

# الجـــواب

الحمد لله الذى أنزل الفرقان فيه تبيان لكل شئ تمييزا للطيب من الخبيث وأمر نبيه أن يبينه للناس بما أراه الله فقرن القرآن ببيان الحديث والصلاة والسلام عـــلى من بين القرآن وأقام المظان وأذن للمجتهدين بإعمال الأذهان فاستخرجوا الأحكام بالطلب الحثيث فلو لا الأئمة لم يفهم الكتاب ولو لا الكتاب لم يعلم الخطاب فيالها من سلسلة تهدى وتغيث وعلى آله وصحابته ومجتهدى ملته وسائر أمته إلى يوم التوريث .

أقول وبالله التوفيق ، ههنا أمران ، الأول صحـــة الحديث على مصطلح الأثر والثانى صحة الحديث لعمل المجتهد وبينهما عموم وخصوص مطلقا بل من وجه وقد يكون الحديث ضعيفا فى الأسناد وائمة الأمة وأمناء الملة يعملون به نظرا إلى أن لذلك الحديث قرائن خارجة تعضده أو لأنه يطابق القواعد الشرعية فعملهم هـــذا يوجب صحة الحديث وتقويته .

فهنا قد تفرعت الصحة على العمل لا العمل على الصحة وقد قال الإمام الترمذى بعد أن روى الحديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى بابا من أبواب الكبائر "

حنش هذا هو أبو على الرحبي وهو حنش بن قيس وهو ضعيف عند أهل الحديث ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا عند أهل العلم .

وقد حرر الإمام جلال الدين السيوطى فى كتابه " التعقبات على الموضوعات " أشار الإمام الترمذى بذلك إلى أن الحـــديث اعتضد بقول أهل العلم وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله .

وقد نقل الإمام شمس الـدين السخاوى فى " فتح المغيث " عن الشيخ أبى الحسن القطان " هذا القسم لايحتج بـه كله بل يعمل به فى فضائل الأعمال ويتوقف عن العمل به فى الأحكام إلا إذ اكثرت طرقه أو عضده إتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح أو ظاهر القرآن وقد قال الإمام المحقق على الإطلاق فى " فتح القدير" فى باب صفة الصلوة ليس معنى الضعيف الباطل فى نفس الأمر بل ما لم يثبت بالشروط المعتبرة عند أهـل الحديث مع تجويز كونه صحيحا فى نفس الأمر فيجوز أن تقترن قرينة تحقق ذلك وإن الراوى الضعيف أجاد فى هذا المتن المعين فيحكم به .

وربما يكون الحديث صحيحا ولا يعمل به الإمام المجتهد :

١ : إما لأن عنده هذا الحديث غير متواتر يوجب نسخ الكتاب .

٢ : أو حديث الآحاد يوجب الزيادة على الكتاب .

٣ : أو الحديث روى عن الآحاد فى موضع تكرر الوقوع وعموم البلوى أو فى كثرة المشاهدين وتوفر دواعى الروايه .

٤ : أو يلزم تكرار النسخ فى العمل به .

٥ : أو يكون الحديث الصحيح الآخر معارضا لـه ويترجح عليه بوجه من وجوه الترجيح الكثيرة .

٦ : أو ذلك الحـديث مؤول أو معدول عن الظاهر لحـكم الجمع والتوفيق والتطبيق بين الأدلة .

٧ : أو الحديثان متساويان ولا يمكـن الجمع المقبول بينهما ولا يعلم تاريخهما ليتبين الناسخ من المنسوخ فبعـد أن تساقطت الأدلة المتعارضه وجب الرجوع إلى موافقة الأصل .

٨ : أو مضى عمل العلماء على خلافه .

٩ : أو تعامل الأمة قد سوغ له مخالفة الحديث كمثل حديث المخابرة .

١٠ : أو خالف الراوى الصحابى الحديث المفسر .

١١ : أو انتفت علة الحكم الآن كما فى سهم المؤلفة قلوبهم .

١٢ : أو كمثل حديث لاتمنعوا اماء الله مساجد الله ، وكان مبنى الحكم حال العصر أو عرف البلد فانتفى الآن وانقطع .

١٣ : أو العمل بـه داع إلى الضيق الشديد والحرج فى الدين كما فى حديث الشبهات .

١٤ : أو لفسادنا شئ هذا ألا وإن كما فى حديث التغريب لعام .

١٥ : أو مثل حديث ضجعة الفجر وجلسة الاستراحة منشأه أمر معتاد أو موقت أو حاجة خاصة لا التشريع الدائمي مثل الجهر بآية فى الظهر أحيانا أو جهر الفاروق بدعاء القنوت أو مثل الحديث عليك السلام تحية الموتى إنما المقصود به الإخبار لا الحكم الشرعى إلى غير ذلك من الوجوه التى يعرفها النبيه ولايبلغ حقيقة كنهها إلا المجتهد الفقيه فمجرد كون الحديث صحيحا على مصطلح الأثر لن يكفى صحة العمل للمجتهد، ولم يظهر مجتهد من السادة الصحابة الكرام إلى الأئمـــة المجتهدين المتأخرين رضى الله عنهم لم يجعل بعض الأحاديث الصحيحة مؤولا أو مرجوحا أو متروك العمل بوجه ما .

لم يعمل أمير المؤمنين عمر الفاروق الأعظم بحديث عمار ﷺ فى التيمم للجنب وقال إتق الله يا عمار كما فى صحيح مسلم وكذلك لم يعمل بحديث فاطمة بنت قيس فى عدم النفقة والسكنى للمبتوتة وقال لانترك كتاب ربنا ولاسنة نبينا بقول امرأة لاندرى حفظت أم نسيت رواه مسلم أيضاً .

كذلك لم يعمل عبد الله بن مسعود ﷺ بحديث التيمم السالف ذكره وقال أبو موسى الأشعرى ﷺ أو لم تر عمر لم يقنع بقول عمار كمـــا فى الصحيحين وكذلك لم تعمل أم المؤمنين عائشة الصديقة ﷺ بحديث فاطمة المذكور وقالت ما لفاطمة لاتتقى الله رواه البخارى .

وكذلك لم يعمل عبـــد الله بن عباس رضى الله عنهما بحديث أبى هريرة ﷺ " الوضوء ممـــامست النار " وقال انتوضأمن الدهن

التوضأ من الحميم رواه الترمذى .

وكذلك لم يعمل الأمير معاوية رضي الله عنه بحديث عبد الله بن عباس رضى الله عنهما أنه ﷺ لم يستلم هذين الركنين وقال ليس شئ من البيت مهجورا كما فى البخارى من رواية الحموى والمستملى .

وكذلك لم يعمل الجماهير من الأئمة الصحابة والتابعين من بعدهم بحديث الوضوء من لحوم الإبل وهو صحيح معروف من حديث البراء وجابر بن سمرة وغيرهما رضى الله عنهم .

وكان إمام دار الهجرة عالم المدينة سيدنا مالك بن أنس رضي الله عنه يقول " العمل أثبت من الأحاديث " وقال أتباعه " إنه لضعيف أن يقال فى مثل ذلك حدثنى فلان عن فلان " .

وكانت طائفة من الأئمة التابعين إذا بلغهم الأحاديث من غيرهم على خلافهم قالوا مانجهل هذا ولكن مضى العمل على غيره .

ويقول للإمام محمد بن أبى بكر بن جرير أخوه مراراً لما ذا ما حكمت بحديث كذا فيقول " لم أجد الناس عليه " . وكان أستاذ الأستاذ البخارى ومسلم إمام المحدثين عبد الرحمن بن مهدى يقول " السنة المتقدمة من سنة أهل المدينه خير من الحديث " نقل هذه الأقوال الخمسة الإمام أبو عبد الله محمد بن الحاج العبدرى المكى المالكى فى " مدخله " فى فصل فى النعوت المحدثة وفى فصل فى الصلاة على الميت فى المسجد ما ورد من أن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم صلى

على سهيل بن بيضاء فى المسجد فلم يصحبه العمل والعمل عنـــد مالك أقوى إلخ .

ونذير حسين الدهلوى نفسه يكتب فى كتابه " معيار الحق " أن ترك بعض الأئمة بعض الأحاديث فرع بحثهم لأنهم لم يعتبروا تلك الأحاديث أحـــاديث يعمل بها بدعوى النسخ أو بـدعوى الضعف وأمثال ذلك .

فقد كشفت إضافة " أمثال ذلك " عن أن الأئمة أحيانا لايعتبرون بعض الأحاديث أحاديث يعمل بها بغير دعوى النسخ والضعف ولاشك أن الأمر كذلك ، وفى نفس الكتاب جعل المؤلف الحـــديث الجليل لصحيح البخارى " حتى ساوى الظل التلول " متروك العمل تقليدا محضاً لبعض الشافعية المقلدين بحيلة التأويلات الباردة الكاسدة الساقطة الفاسدة وقال معتذراً من الإثم إن هذه التأويلات الحقة إقترفتها بجما بين الأدلة .

وسوى ذلك قـــد جعل كثيرا من الأحاديث الصحاح واهيات مردودة بالدعاوى الباطلة الذاهلـــة الزائلة بلاخوف ولاخطر تصويبا للمذهب وقد ذكرت تفصيل ذلك فى رسالتى " حاجز البحرين الواقى من جمع الصلاتين " وهـــذه الرسالة فى مسئلة واحـــدة فقط وهناك قد أوضحت زلات نذير حسين الدهلوى التى تتعلق بها وهكـذا فعل فى سائر المسائل .

وبالجملة لاينكر عاقل موافقا كان أو مخالفا أن مجرد صحة الأثر لايستلزم صحة العمل بل يستحيل استلزامها والا يلزم القول بالمتنافيين حين صحة المتعارضين وذلك محال عقلاً فلا جرم أن يكون المراد بصحة الحديث فى الأقوال المذكورة بالسؤال وأمثال ذلك صحة العمل وبالخبر هو الخبر الواجب العمل عند المجتهد .

ومن أجل البديهيات أنه إن عثر المجتهد على حديث ولم يعمل به لأجل التأويل أو الوجوه الأخرى فذلك الحديث لايكون مذهبا له والا تعود نفس الاستحالة العقلية من أنه قد قال بضده تصريحا .

فقد ظهر ظهورا بينا أن الادعاء بتلقى حديث على خلاف مذهب الإمام بزعم أن مذهب الإمام مطابق له لأجل أقوال الإمام المذكورة ينحصر فى أمرين :

الأول : ان يكون من المعلوم والمحقق أن هذا الحديث لم يكن بلغ الإمام والا فالمذهب بحال العثور مخالف لاموافق له ولذلك صرح العلامة الزرقانى فى شرح الموطا الشريف قد علم أن كون الحديث مذهبه محله إذا علم انه لم يطلع عليه إما إذا احتمل إطلاعه عليه وأنه حمله على محمل فلا يكون مذهبه .

الثانى : أن يكون لهذا القائل احاطة تامة باحكام الرجال والمتون وطرق الاحتجاج ووجوه الاستنباط وما يتعلق بها من اصول للمذهب .

ههنا تعترضه أربع مراحل شديدة الصعوبة كل منها أصعب من الأخرى .

المرحلة الأولى : نقد الرجال بحيث أن يكون القائل عاثرا على مراتبهم من الثقة والصدق والحفظ والضبط وأقوال الأئمة فيهم ووجوه الطعن ومراتب التوثيق ومواضع تقديم الجرح والتعديل وحوامل الطعن ومناشى التوثيق ومواضع التحامل والتساهل والتحقيق ويكون متمكنا من استخراج مرتبــة اتقان الراوى بنقد الروايات وضبط المخالفات والاوهام والخطيئات ويكون حاذقا فى اساميهم والقابهم وكناهم وانسابهم والوجوه المختلفة لتعبير الرواة لاسيما أصحاب التدليس وتعيين المبهمات والمتفق والمتفرق والمختلف والمؤتلف ويكون مطلعا على مواليدهم ووفياتهم وبلادهم ورحلاتهم ولقاءاتهم واساتذتهم وتلامــذتهم وطرق التحمل ووجوه الاداء والتدليس والتسوية والتغير والاختلاط والآخذين من قبل والآخذين من بعد والسامعين فى الحالين وغيرها من الأمور الضرورية كلها تكون منكشفة له فبعد ذلك كله يمكنه أن يقول فى سند الحديث فقط إنه صحيح أو حسن أو صالح أو ساقط أو باطل أو معضل أو مقطوع أو مرسل أو متصل .

المرحلة الثانية :

أن يمعن النظر التام فى الصحاح والسنن والمسانيــد والجوامع والمعاجيم والأجزاء وغيرهــا من كتب الأحاديث وطرقها المختلفــة والفاظها المتنوعة إلى أن يعثر على تواتر الحديث أو شهرته أو فرديته النسبية أو الغرابة المطلقة أو الشذوذ أو النكارة واختلاف الرفع والوقف والقطع والوصل والمزيد فى متصل الإسانيد واضطرابات السند والمتن وما إلى ذلك وأن يحصل له أيضاً رفع الابهام ودفع الاوهام وايضاح

النقى واظهار المشكل وابانة المجمل وتعيين المحتمل بجمع هذه الطرق واحاطة الألفاظ .

ولذلك كان الإمام أبو حاتم الرازى يقول لا نحصل على معرفة حديث حتى نكتبه بستين وجها ، وبعد ذلك إنمـا يمكنه أن يحكم بأن الحديث شاذ أو منكـر أو معروف أو مرفوع أو موقوف أو فرد أو مشهور .

المرحلة الثالثة :

ثم ينظر فى العلل الخفية والغوامض الدقيقـة وهذا لم يقدر عليه أحد متذوقون ، فإن وجد الحديث منزها من العلل كلها بعد الاحاطـة بوجوه الاعلال فإنما يحـكم بصحة الحديث بمعنى مصطلح الأثر بعد أن يمر بهذه المراحل الثلاثة وحفـاظ الحديث كلهم والنقاد الاجلة وغير الواصلين إلى ذروة الإجتهـاد الشامخة لا يبلغون إلا إلى هذه المرحلة والذين يدعون الإجتهاد وكفاءة الأئمة الامجاد وهم يقلدون الناء الجواب هذه المراحل اصحاب الصحاح أو مصنفى اسمـاء الرجال تقليدا جامدا يوقحون ولا يستحيون بل هذا التقليد شرك جلى على توهم، فى أى آيـة أو حديث قيل إن البخارى والترمذى بل الإمام أحمد وابن المدينى ما يصححونه او ما يخرجونه من حديث يكون كذلك وأى نص جاء أن الذهبى والعسقلانى بل النسائى وابن عدى والدارقطنى بل يحيى بن معين وابن مهدى ما يقولونه فذلك هو الحق المبين .

ولما لم يتقرر تقليد الاكابر الذين هم ارفع واعلى وأعلم وأعظم بدرجات من هؤلاء وأمثالهم الذين كان ينبغى لهم أن يقلدوهم ويتبعونهم فى معرفة الإحكام الالهية الذين يعترف هؤلاء أيضاً بدرجات امامتهم السامية فالتقليد المحض للرجال ( امثال البخارى والترمذى وغيرها ) الذين هم اقل رتبة ومكانة بكثير من هؤلاء الإكابر ( أمثال الأئمة الأربعة ) فى أقل من هذا كالجرح والتعديل وغيرهما من الامور المذكورة التى فيها اتساع لتقديم الرأى لا يجوز قطعاً وإن استدللتم فاستدلوا برأيكم ولا تسموا فى هذا فلانا وفلانا فستنجلى الحقيقية .

ما ذا اخاضك يا مغرور فى الخطر

حتى هلكت فليت النمل لم تطر

يجب على الإخوان العادلين أن ينظروا إلى صعوبات هذه المراحل التى أو خذ فيها المحدث الجليل الشان أبو عبد الله الحاكم بمواخذات عظيمة شديدة وعزى مثل الإمام ابن حبان الناقد البصير إلى التساهل وأكبر منهما الإمام أبو عيسى الترمذى قد تقرر متساهلا فى التصحيح والتحسين والجبل الرفيع الإمام مسلم قد اعترف بعبقرية البخارى وأبى زرعة كما أو ضحنا فى رسالتنا " مدارج طبقات الحديث " .

ثم المراحلة الرابعة :

وهى العلو فى الفلك الرابع الذى لا يبلغ إليه أحد إلا بعد أن يكون شمسا منيرة بنور الإجتهاد ومن ذا الذى يلغ فى المراحل الثلثة

مبلغ إمام ائمة المحدثين محمد بن اسمعيل البخارى ولكنه حينما دخل فى موضع الإحكام والنقض والإبرام فاق بالعجائب من ارادان يلاحظها فليجب عليه النظر فى صحيح البخارى وعمدة القارى للعلامة العينى نظرة العدل مثلاً قصة ( ! ) حليب الشاة شهير جداً .

ورواية اشتغال الإمام عيسى بن ابان بالحديث ثم الاخطاء فى مسئلة مرتين وكونه ملازمالتلامذة الإمام الا عظم أبى حنيفة ما ثور ومعلوم ، للذلك يقول الإمام الاجل سفيان بن عيينة شيخ الإمـام الشافعى والإمام أحمد وأستاذ الأستاذ للإمام البخارى والإمام مسلم ومن الأئمة المحدثين الاجلة رمن الفقهاء المجتهدين ومن تبع التابعين " الأحاديث مضلة إلا للفقهاء .

ويقول العلامة ابن الحاج المكى فى " المدخل " يريدا لإمام سفيان بن عيينة إن غيرهم قد يحل الشئ على ظاهره وله تاويل من حديث غيره أو دليل يخفى عليه أو متروك أوجب تركه غير شئ مما لا يقوم به إلا من تبحر وتفقه .

ويقول سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ " نضر الله عبد اسمع مقالتى وفحفظها وعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه إلى من هوا فقه منـه " أخرجه الإمام ١ـ الشافعى ٢ـ والإمام أحمد ٣ـ والدارمى ٤ـ وأبو داود ٥ـ والترمذى وصححه ٦ـ وابن

( ! ) وهى إذا شرب رضيعان حليب شاة يصيران اخوين رضيعين وهذا من العجائب ( المعرّب ) .

ماجة ٧ـ والضياء فى المختارة ٨ـ والبيهقى فى المدخل عن زيد بن ثابت ٩ـ والدارمى عن جبير بن مطعم ونحوه ١٠ـ أحمد ١١ـ والترمذى ١٢ـ ابن حبان بسند صحيح عن ابن مسعود ١٣ـ والدارمى عن أبى الدرداء رضى الله عنهم أجمعين ولو كان العلم بالحديث يكفى فهم الحكم فما المراد بقول النبى ﷺ المذكور من قبل ؟

يقول الامام ابن حجر المكى الشافعى فى كتابه الخيرات الحسان (١) إن أحداً سأل امام المحدثين سليمان الأعمش التابعى الجليل الشان من الأئمة الأجلة التابعين ومن تلامذة سيدنا أنس رضى الله عنه عن مسائل وكان امامنا الاعظم سيدنا أبو حنيفة رضى الله عنه حاضرا فى المجلس فوجه الإمام الأعمش تلك المسائل إلى امامنا فاجاب الإمام على الفور فقال الإمام الأعمش من اين اتيت بهذه الأجوبة فقال من الإحاديث التى قد سمعتها منك وروى تلك الإحاديث بالإسناد فقال الأعمش حسبك ما حدثتك به فى مائة يوم تحدثنى به فى ساعة واحدة ما علمت إنك تعمل بهذه الإحاديث يا معشر الفقهاء أنتم الاطباء ونحن الصيادلة وأنت أيها الرجل أخذت بكلا الطرفين والحمد لله رب العلمين ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم .

---

(١) قد نقلت هذا الكتاب النادر فى مناقب أبى حنيفة إلى الاردويه ، وقد طبع مع الأصل فى مدينه پبلشگ كمپنى كراتشى - شجاعت على .

بعد ذلك الرابعة المراجعة :

ومـا أدراك ما المرحلة الرابعـــة هى اعوص المنازل وأصعب المراحل لا يسير إليها إلا أقل القلائل فن يعرف قدرها واهميتها ، بيت :

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
که نظم مملکت خویش خسروان دانند

( تعريب البيت ) أنت الصعلوك ذوالمتربة أيها الحافظ فلا تعول ولا تطمع فإن الملوك هم يعلمون نظم مملكتهم واسرار سلطانهم .

فالواجب على السائران يكون لــه الشور التام والنظـر العميق والـذهن المتوقد والبصيرة الناقدة والبصر المنيع والاطلاع العـام على جميع لغات العرب وفنون الأدب ووجوه الخطـاب وطرق التفاهم وأنواع النظم واقسام المعانى وإدراك العلل وتنقيح المناط واستخراج الجامع ومعرفـــة المانع وموارد التعدية ومواضع القصر ودلائل حكم الآيات والأحاديث واقاويل الصحابة وائمة الفقه من القدماء والجدد ومواقع التعارض واسباب الترجيح ومناهج التوفيق ومدارج الدليل ومسالك التخصيص ومناسك التقييـــد ومشارع القيـود وشوارع المقصود وغير ذلك .

وقد حرر الإمام شيخ الإسلام زكريا الأنصارى ـ قدس سره ـ البارى شيئاً من اجمال ذلك ، " إياكم أن تبادروا إلى الإنـكار على قول مجتهد أو تخطئته إلا بعد احاطتكم بادلة الشريعة كلهـا ومعرفتكم بجميع

لغات العرب التى احتوت عليها الشريعـة كلها ومعرفتكم بمعانيها وطرقها ثم قال متصلا " وأنى لكم بذلك " نقلـه الإمام العارف بالله عبد الوهاب الشعرانى فى الميزان .

ورد المحتار الذى نقل المستفتى عبارتـه فى المسألة فى نفس ذلك الكتاب قد اوضح معنى العبارة متصلابتلك العبـارة ولكن المستفتى لم ينقله يقول ولا يخفى إن ذلك لمن كان اهلا للنظر فى النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها فإذا نظر أهل المذهب فى الدليل وعملوا به صح نسبته إلى المذاهب" .

ومما لاريب فيه أن الشخص الذى جاب هذه المراحل الأربعـة هو مجتهد فى المذهب كالامام أبى يوسف والإمام محمد رضى الله عنهما فى المذهب المهذب الحنفى ولاشك أن لا مثال هؤلاء الأئمة مبرر لذلك الحكم ولتلك الدعوى ومع ذلك أنهم لم يخرجوا من تقليد الإمام فانهم خالفوا صورة" ولكنهم عملوا معنى بالأذن الكلى للإمام ثم إنهم وإن يكونوا ما ذونين بالعمل لا يمكنهـم أن يدعوا بالجزم أن مفاد هذا الحديث على رغم مذهب الإمام غاية الأمر الظّن فقط يمكن أنه إن كانت مداركهم قصرت عن مدارك الإمام العالية لو عرضوه على الإمام لعله لم يقبله فالتيقن التام على كون مذهب الإمام ليس هناك أيضاً فاجل الأئمـة المجتهـدين فى المذاهب قاضى الشرق والغرب سيدنا الامام أبو يوسف رحمه الله تعالى الذى قد اعترف الموافقون والمخالفون بمدارجه الرفيعة فى الحديث قال فيه الإمام المزنى تلميذ الامام الشافعى الجليل " هو اتبع القوم للحديث " وقال الإمام أحمد بن حنبل " منصف فى

الحديث وقال الإمام يحيى بن معين وهو متشدد كبير " ليس فى
أصحاب الرأى أكثر حديثا ولا أثبت من أبى يوسف وقال أيضا
صاحب الحديث وصاحب السنة وجرار ابن عدى فى كامل ليس فى
أصحاب الرأى أكثر حديثا منه وقد عده الإمام أبو عبد الله الذهبى
الشافعى من حفاظ الحديث وذكر فى كتاب تذكرة الحفاظ بعنوان
الإمام العلامة فقيه العراقيين فهذا الإمام أبو يوسف مع جلالة شأنه
يقول فى الإمام سيدنا الإمام الأعظم رضى الله عنه ما خالفته فى شىء قط
فتدبرته الا رأيت مذهبه الذى ذهب إليه انجى فى الآخرة وكنت ربما
ملت إلى الحديث فكان هو ابصر بالحديث الصحيح منى وقال أيضا
إذا كان الإمام يجزم بقول كنت اتردد إلى الأئمة المحدثين فى الكوفة
لكى أرى أن اجد حديثا أو أثرا فى تائيد قوله فكثيرا ما قدمت أمام
الإمام بحديثين أو بثلثة أحاديث فيقول فى البعض ليس بصحيح ويقول
فى البعض ليس بمعروف فقلت وما أدراك هذا وأنها موافقة لقولك
فيقول إنى عالم بعلم أهل الكوفة ذكر كله الإمام ابن حجر فى
الخيرات الحسان .

ملخص الكلام أن غير البالغين إلى قمة الاجتهاد ليسوا اهلا لهذا
وليسوا مرادين هنا أصلا فضلا عن المدعين الناشئين الجهال عديم
الاناءة والوقار الذين لا يتمكنون من فهم كلامنا وكلامكم وينقدون
اجتهاد أساطين الدين الالهى لو نظر السائل فى نفس كتاب رد المحتار
أنه صرح فى الإمام ابن الشحنة والعلامة محمد بن محمد البهنسى استاذ
العلامة نور الدين على القارى الباقانى والعلامة عمر بن نجيم المصرى مؤلف

النهر الفائق والعلامة محمد بن على الدمشقى الحصكفى مؤلف الدر المختار الكبار أنهم ليسوا بأهل لترجيح بعض روايات المذهب فضلا عن مخالفة المذهب ونقل فى كتاب الشهادة بباب القبول عن العلامة الساتحانى " ابن الشحنة لم يكن من أهل الأختيار " وفى كتاب الزكوة فى باب صدقة الفطر " البهنسى ليس من أصحاب التصحيح " وفى كتاب النكاح بباب الحضانة " صاحب النهر ليس من أصحاب الترجيح " وفى كتاب الرهن من بحث للعلامة الشارح الحصكفى لاحاجة إلى إثباته بالبحث والقياس الذى لسنا اهلا له وأن هؤلاء ليسوا فى شئ حتى إن الاكابر وأساطين المذهب الأعاظم الجليلين رفيعى الدرجات أمثال الإمام الكبير الخصاف والإمام الأجل أبو جعفر الطحاوى والإمام أبو الحسن الكرخى والإمام شمس الأئمة الحلوانى والإمام شمس الأئمة السرخسى والإمام فخر الإسلام على البزدوى والإمام فقيه النفس فخر الدين قاضى خان والإمام أبو بكر الرازى والإمام أبو الحسن القدورى والإمام برهان الدين الفرغانى مؤلف الهداية وغيرهم من الأعاظم الكرام ادخلهم الله تعالى فى دار السلام قد نقل التصريح فيهم عن رسالة العلامة ابن كمال باشا رحمه الله تعالى " إنهم لايقدرون على شئ من المخالفة لا فى الأصول ولافى الفروع .

العدل فانكم حاضرون أمام الله وما تلون بين يديه فليس من المناسب التلسن والتحمس والالحاح لدقائق بل لابد لكل إنسان أن يطرق رأسه ويفكر وأن يختبر مؤهلاته تجاه هؤلاء الأئمة العظام فيرى أين السهامن مصابيح السماء وأين الثرى من الثريا إن لم يقص على دينه

وحدل فى نفسه لم يجد أهلية التلمذ لادنى تلامذة تلامذتهم ، لله الفريسة التى تكون مفلتة من وثبة الآساد الضوارى يريد الثعالب والـراحيب التمكن منها ( إن هذا لشئ عجاب ) .

نعم لانذكر من جعلـه ابليس للمريد مريدا لـه وعلمه إدعاء " أناخير منه " تجاه جميع ائمة الأمة أيها الأخ هل ترغب فى التمسك بالـدين أم الألحاح على القول فليس الاضطراب والسخطـة والتململ لدقائق مستنكرا ولكن لاحظوا آثار دعاوى الأهلية من غير المقلدين ورأسهم وزعيمهم وأعـلى القمم وأسمى الذرى واكبر المحـدثين والمتوحدين الإمام المنتخب والمتفرد مجتهد العصر علامة الدهر نذير حسين الـدهلوى هداه الله إلى الصراط السوى لاحظوا مؤهلات نفس هـذا الأكبر وقد كشفت عن علمه بالحديث لحاجة سؤال السائلين فى هذا الشهر الجارى فى مسألة واحـدة وهى الجمع بين الصلاتين فاخرجت الطرائف التى لم ترها عين الفلك المحرم مع دورانه القديم وعمره الطويل من يريد البسط فليراجع كتابى المذكور " حاجز البحرين " .

أنا أجمل علم المجتهد الدهلوى وطرائفه وعجائبه فى مسألة واحدة :

١ : هذا المجتهد ( نذير حسين الدهلوى ) لايميز الضعيف المحض من المتروك .

٢ : ولايفرق بين التشيع والرفض .

٣ : ولايفصل فلان يغرب وفلان غريب الحديث .

٤: ولايميز بين الغريب والمنكر .

٥: ويحمل كلام " فلان يهم " على الوهمى ( أى الذى قيل فيه أنه يهم فهو وهمى عنده ) .

٦: وكذا يحمل " له أوهام " على أنه وهمى .

٧: والحديث المرسل مردود مخذول عنده ومدلس العنعنة جدير بالأخذ والقبول .

٨: يعتبر الوصل المتأخر تعليقا مثلا عند ما يقول المحدث رواه مالك عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلك فلان عن فلان عن مالك يقرره هذا الدهلوى معلقا ويهضم قطعة حدثنا بذلك .

٩: ويجعل الأحاديث الصحيحة مردودة منكرة وواهية بسلاطة لسانه فقط .

١٠: والحديث الضعيف الذى صرح الإمام البخارى وغيره بكونه منكرا ومعلو لايجعله صحيحا ببحوثه الباطلة .

١١: ويقصر الحديث الضعيف على ضعف الرواة ويعتقد العلل القوادح معدومة حين ثقة الرواة .

١٢: وله فى معرفة الرجال شرة التمييز إلى حد أنه لايميز بين الإمام الأجل سليمان الأعمش العظيم القدر الجليل الفخر التابعى الشهير وبين سليمان بن أرقم الضعيف .

١٣: ويعتقد خالد بن الحارث الثقة الثبت خالد بن مخلد القطواني ولايفرق بينهما .

١٤: ويقرر الوليد بن مسلم الثقة الشهير الوليد بن القاسم .

١٥: ويجهل مسألة تقوى بطرق جهلا محضاً .

١٦: ويغفل عن الفرق البديهي بين الراوي المجروح والمرجوح أصلاً .

١٧: الإمتياز بين المتابع والمدار صعب عليه ومتابعات الثقات الواضحة بأقرب الوجوه بين عينيه ولكن الحديث ضعيف بزعمه لوقوع الضعف في بعض الطرق .

١٨: وتتوفر الطرق الجليلة الموضحة المعاني في الكتب المشهورة المتداولة حتى في الصحيحين والسنن الأربعة والوصول اليها يستحيل عليه فضلا عن قدرة الاعتناء بجميع الطرق من سائر الكتب واحاطة الألفاظ والفرق بين المباني والمعاني من سائر الكتب بالبحث والتحقيق .

١٩: ولايقبل قول الأئمة في التصحيح والتضعيف إلا إذا كان ذلك القول منقولا ومذكوراً في تصانيفهم والا نقل الثقات يكون مردو أو مخذولاً .

٢٠: وقد يقدح الرواة الجليلين للبخاري ومسلم بلاوجه وجيه ودليل ملزم فيجعل بعضهم مردودا وخبيثا وبعضهم متروك الحديث

كالإمام بشر بن أبي بكر التيسى ومحمد بن فضيل بن غزوان الكوفى وخالد بن مخلد أبي الهيثم البجلى وهذا تفوهه برجال البخارى ومسلم الخاصين البعيدين عن الجرح والقدح وأكبر من ذلك أن علمه بالحديث قد وضع قواعد سبعة فى الردوا لابطال الصحاح الستة فقال إن الراوى الذى قيل فيه " التقريب " صدوق رمى بالتشيع أو صدوق متشيع أو ثقـة يغرب أو صدوق يخطئ أو صدوق يهم أو صدوق له أوهام فهؤلاء كلهم ضعاف ومردودا والرواية ومتركوا الحديث عند هـذا الدهلوى ودعوا سائر الصحاح وانظروا فى الصحيحين تجدوا كثيرا من أمثال هؤلاء رواة ليس عددهم بواحد أو أثنين أو إلى عشرين فقط بل يبلغ عددهم إلى مائة أو أكثر ، هذه ست قواعد .

والسابعة السند الذى يقع فيه راو غير منسوب مثلا حدثنا خالد عن شعبـة عن سليمان ويوجد راو ضعيف آخر بـاسم ذلك الراوى فيحمله على الراوى الغير المنسوب بالنظر إلى قرب الطبقـة وروايات المخرج رجما بالغيب وجزما بالريب ويحكم بضعف الحديث وسقوط الرواية .

معشر المسلمين! أنظروا إلى القواعد السبعة لهذا المحدث واعرضوا عليها البخارى ومسلم وما يرد من الأحاديث بهـذه المحدثات المخترعة فاخرجوها إلى مستيقن وجازم بأنـه لايبقى أكثر من نصف الكتابين أو ثلثها .

لايسمح الله أن يكون طالب متوسط من مقلدى الأئمة متخبطا مثل ذلك ، هذه طرائفه فى مسألة واحدة فإلى أين تبلغ طرائف جميع كلامه فالعظمة لله هؤلاء القدماء الرءوس الذين تعتبرهم الجماعة انوفهم وتحسبهم مجتهدين عالين وموهلاتهم هــذه فأين الأمة الجديدة جماعة الإخوان الصغار منهم لافى العير ولا فى النفير العيــاذ بالله من شر الشرير .

هل كان المرزا والشاه ( ولى الله الدهلوى اللذان ذكرهما السائل فى الاستفتاء ) غبيين وعديم الشعور حتى يفوضا ازمة أحكام الشريعة الالهية وفهم أحاديث الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم إلى أيدى رجال لاخطام لهم فمرادهما أن من كان أهلاً له فله إجازة العمل ( بالحديث ) بل الواجب لا الاغبياء الغير الموهلين الذين يقرءون الترجمة الأردوية للبخارى والترمــذى والمشكوة فيحسبون أنهم محدثون أو بعض الناس يزعمون مذهب الأئمــة مخالفا للحديث لكى يحرم الله تعالى تقليد الأئمة ويفرض الإيمان ببعض الناس فى هذا العصر ، أيها الأخ العزيز إنما هذا أيضاً تقليــد محض نعم ليس تقليد أبى حنيفة ومحمد ولكن تقليد بعض الناس .

وأسفاه ! على أن يفهموا هــذا المعنى من كــلام المرزا والشاه ويعتقد وهما خارجين عن نطاق العقل وهاديهما العالى مرشدهما السامى مولهما ومولى البيعة وإمامهما الربانى الشيخ مجــدد الالف الثانى يحرر فى مكتوب ٣١٢ من مكتوباته :-

مخدومی ! إن أحـاديث الرسول على مصدرها الصلوة والسلام قدجاءت فى باب جواز الإشارة بالسبابة كثيراً وجاء بعض الروايات الفقهية الحنفية أيضاً فى هذا الباب ولكن غير المذهب الظاهر ، أما قول الإمام محمد الشيبانى كان رسول الله ﷺ يشير ونصنع كما يصنع النبى عليه وعلى آله الصلوة والسلام ثم قال هـذا قولى وقول أبى حنيفة رضى الله تعالى عنهما فمن روايات النوادر لامن روايات الأصول وإذا وقعت حرمة الأشارة بالروايات المعتبرة وافتوا على كراهة الإشارة لايجوز للمقلدين أمثالنا أن نجترئ على الإشارة عملاً بمقتضى الأحاديث ولايخلو مرتكب هـذا الأمر من الحنفية عن الحالين إما لايثبت العلم بالأحاديث المعروفة فى جواز الإشارة للعلماء المجتهدين أو يحسبهم أنهم حكموا بالحرمة والكراهة لمقتضى آرائهم خلاف الأحاديث وكلاهما فاسد ان لايختارهما الأسفيه أو معاند ولكن نحسن الظن بهؤلاء الاكابر ونحسب أنهم لم يحكموا بالحرمة أو الكراهة حتى ظهر لهم الدليل غاية ما فى الباب أنـه لا علم لنا بذلك الدليل وهـذا المعنى لايستلزم قدح الاكابر وإن قال أحد إنـه يعلم الدليل بخلاف ذلك أقول لايعتبر علم المقلد فى إثبات الحلة والحرمة ويعتبر ظن المجتهد فى هذا الباب كانهؤلا الاكابر يعلمون الأحاديث لأجل القرب ووفور العلم وحصول الورع والتقوى أحسن منا الاباعد ويعرفون الصحـة من السقم والنسخ من عدم النسخ أكثر منا ولاريب أنهم يحملون الوجه الموجـه فى ترك العمل بمقتضى الأحاديث على صاحبها الصلوة والسلام وأما ما نقل عن الإمام الأعظم إذاصح الحديث فهو مذهبى فالمراد بـه الحديث الذى لم يصل إلى الإمام وحكم بخلاف ذلك بناء على عدم العلم بهذا الحديث

وأحاديث الإشارة ( فى التشهد ) ليست من هذا القسم وإن قالوا إن علماء الاحناف افتوا بجواز الأشارة أيضاً فيجوز العمل بكليها بمقتضى الفتاوى المتعارضة قلت إن وقع التعارض بين الجواز ترجح عدم الجواز» ملتقطاً .

ونقل أيضاً عن رسالة المبدء والمعاد للمجدد :-

" كان يتمنى ( هذا المجدد ) إلى مدة أن يبد ووجه القراءة الفاتحة خلف الإمام فى المذهب الحنفى ولكن اعتناء بالمذهب كان يترك القراءة جبراً وكان يعتد هـذا الترك من قبيل الرياضة أخيراً أظهر الله حقيقة المذهب الحنفى فى ترك قراءة المأموم ببركة الأهتمام بالمذهب إذا لانتقال عن المذهب الحاد وجعل القراءة الحكمية أجمل من القراءة الحقيقية فى نظر البصيرة " .

نعم استعرضوا الآن أخبار أقوال الكبار ثم انظروا هـذا كبير الكبراء وعظيم العظماء وإمام الأئمة ماذا يقول وكيف ينزل الصواعق على الادعاء الباطل أى العمل بالحديث وكيف يهلك هذه النظرية .

أولاً : إعترف صراحة بأن الأشارة فى التشهد وردت فى كثير من أحاديث النبى صلى الله تعالى عليه وسلم .

ثانياً : تلك الأحاديث معروفة وشهيرة .

ثالثاً : فى المذهب الحنفى اختلاف قال الإمام محمد رحمه الله تعالى فى روايات النوادر كان النبى ﷺ يشير فنحن نشير أيضاً .

رابعاً : وأعرب عن أن هــذا قول الإمــام الأعظم رضى الله تعالى عنه .

خامساً : ليست الرواية فقط بل أفتى العلماء الأحناف بكليهما مع هـذا كلــه لأجل أن روايات الأشارة ليست مـن ظاهر الرواية يقول بكل صراحة لايجوز لنا المقلدين أن نجترئ على الإشارة نعمل بالحديث هذا القول القاهر للإمام الرباني فى حال اللين والسهل فكيف يكون قوله فى العمل بالحديث فيما لاتكون الفتوى مختلفة ولا يوجد اختلاف فى الرواية أصلاً .

أيها الناس هل فى هذا الإمام قال الشاه ولى الله أنه الحق مبين أو منافق كافر استحيوا أيها المعترضون واخشوا عظمـة الشاه ولى الله لم يكن يمكنه أن يظن فى فخامة المجدد هذا الظن المردود والمذموم فإنه يعتقده قطب الأرشاد والهادى والمرشد ودافع البدعات ويعتبر تعظيمه تعظيم الله وشكره شكر الله كما يكتب فى مكتوبه السابع :

" الشيخ ( مجدد الألف الثانى ) قطب الأرشاد لهذا الدور وقد نجى كثير من الضالين بادية الطبائع والبدعات على يده وتعظيم الشيخ تعظيم لمدور الأدوار ومكون الاكوان وشكر لنعمة الشيخ شكر لمفيض النعمـة أعظم الله تعالى له الأجور " .

نعم لعل طعن نذير حسين الدهلوى ليس الأعلى حضرة المجدد كما يكتب فى " معيار الحق " إن بعض الناس فى هذه الأيام يصبحون مشركين

بالتزام التقليد المعين فإنهم لايقبلون الحديث الصحيح وإن عرض ضد رواية الكيدانى .

فى نفس مسئلة الإشارة تعرض رو ية الكيدانى كما عرض المجدد فتاوى الغرائب وجامع الرموز وخزانة الروايات وغيرها وذلك أصل واحد أى عدم قبول الحديث ضد الرواية الفقهية .

فأنظروا كيف يقدم المجدد الرواية الفقهية ولاجلها يترك العمل بالأحاديث الصحيحة ويعبر نذير الدهلوى عن هذا بالشرك بلاخوف ولاخطر حفظنا الله من ظلال هؤلاء مجى الشرك ونفوض أمر الدهلوى إليه ونقدم فوائد كلام المجدد .

أولاً : هذه هى فائدة عظيمة .

ثانياً : قد صرح حضرة المجدد بأن الأحاديث المعروفة كما وردت فى رفع اليدين وقراءة المقتدى وغيرهما فانها ليست أقل شهرة من احاديث الإشارة فلا يعرضها ضد أقوال الإمام إلاغبى سفيه أو معاند مكابر ملح فإن تلك الأحاديث لم تكن لتخفى على الإمام ومعاذ الله لم يكن الإمام ليخالف الأحاديث برأيه فلا جرم أنه لم يعمل بها لدليل قوى شرعى .

ثالثاً : قد أعرب عن أن العلم بأجوبة الأحاديث ليس بواجب لنا ويكفينا العلم بأن عند علمائنا وجها موجها .

رابعاً : وقد قال أيضاً يكون العمل بمسألة المذهب وإن لم نعلم الدليل على خلاف ذلك صراحة فضلاً على أن لا نعلم الدليل على

مسألة المذهب على كل حال لايعتبر شيئاً .

خامساً : وقال أيضاً إن علماءنا الأسلاف رضى الله عنهم كما كانوا يحملون على الحديث ويعرفون الصحيح والضعيف والمنسوخ والناسخ لايساوى بهم من بعدهم فلا علم لهم كعلمهم ولاقرب لهم كقربهم الرسالة إذا يقول المجدد فى عصره فالى الآن قد مضى بعده ثلاث مائة عام فاليوم قليلوا المطالعة والقراءة هل يمكنهم أن يعادلوا بالأئمة .

سادساً : قد صرح بشرط أن أقوال الإمام المأثورة بالسوال الخاص ( المذكور فى الابتداء ) تتعلق بالأحاديث التى لم تصل إلى الإمام وصدرت المخالفة بناء على عدم العثور لا أنه مرجوح أو مأول أو متروك العمل على أصول المذهب بوجه من الوجوه المذكورة وإلا هكذا كانت المخالفة بحال العثور أيضاً كما لايخفى .

سابعاً : لعل مكانة علم المجدد لاينكرها هؤلاء أيضاً إن هذا المرزا جان جانان الذى استدل بكلامه ( فى هذا الاستفتاء ) اعترف بكبره يعتقد حضرة المجدد أهلاً للاجتهاد ويكتب فى ملفوظاته " التمست من رسول الله ﷺ ماذا تقول فى مجدد الألف الثانى ؟ قال من مثله فى أمتى ؟ إذا يقول هذا كبير الكبار " إنه لايجوز لنا المقلدين العمل بالأحاديث على خلاف الإمام والذى يجترحه احمق فاقد الشعور وهو باطل وساع للباطل فأين هؤلاء الزاعمون الكاذبون منهم أين الثرى من الثريا .

هذه الفوائد السبعة كانت فى عبارة المكتوبات .

ثامناً : وإن لم يدرك أحد حقيـة قول الإمام ولكن العمـل بذلك واجب إن هذا يحبه الله ويوجب البركات ، أنظروا إن حقية المذهب الحنفى فى مسألـة قراءة المقتدى ( خلف الإمام ) لم تكن ظهرت للمجدد إلى مـدة ولم يزل قلب المجدد يميل إلى القراءة ولكن لم يعمل إحتفالا للمـذهب ولم يزل يبحث عن مبرر فى نفس المذهب الحنفى .

تاسعاً : قد أجاب عن سوال بصراحة أنه إن خالف الإمام فى مسألة واحدة ولو بسبب أنه لم تظهر حقية المذهب فيها خرج عن المذهب لأن هذا يعتبره الإمام الربانى إنتقالا عن المذهب .

عاشراً : أنظروا فى هـذا الحكم القاهر الأشد أن من يفعـل ذلك فهو ملحد .

فالآن على نذير الدهلوى أن يبتغى بمقتضى إيمانه ما ينبغى له إن شاء يقرر الشاه والمرزا سفيهين ومعاندين وملحدين عند المجدد وإن شاء يجعل حضرة المجدد مدعى الباطل ومخالف الإمام والأحمق المبين أو المنافق الكامن على قولها ولاحول ولاقوة إلا بالله العلى العظيم لاجرم أنهما يحادثان على نفس صحة العمل التى لايعثر عليها إلا الفقهاء أهل النظر والاجتهاد فى المذهب فالكلامان ليسا متخالفين ولا حرف فيها مخالف لنا هكذا ينبغى التحقيق والله ولى التوفيق ، كان هذا المبحث طويل الأذيال المقتضى بسط الكلام ولكن ما قل وكفى خير مما كثر وألهى

أيها القارءون الكرام أنظروا فى المبحث المسئول عنه واجتنبوا الخروج عن المبحث فإنـه الصنيع الشنيع للجهلة والعاجزين ربنا إفتح بيننا وبين قومنا بالحق وأنت خير الفاتحين وصلى الله تعالى على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين .

وكان ينبغى لنا أن نسمى هذا المختصر بمقتضى المادة :

„ الفضل الموهبى فى معنى إذا صح الحديث فهو مذهبى "

ونلقبه باللبّ التاريخى :

" أعز النكات بجواب سوال اركات "

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم ، آمين . والله سبحنه وتعالى أعلم وعلمه جلّ مجده أتم وأحكم .

كتبه : عبده المذنب احمد رضا البريلوى
عفى عنه بمحمد المصطفى النبى الأمى
صلى الله تعالى عليه وآله وسلم .



بدأت حركة الخلافة بعد الحرب العالمي الأولى ( زهاء ١٩١٩م ) فى جميع شبه القارة الهندية، وأساس هذه الحركة كان الظلم والإستبداد على الأتراك المسلمين من المسيحيين ، وهذا ما ملاء صدور المسلمين بالأحقاد ضد الإنجليز فى شبه القاره ، وكان فى الهند مع سائر الناس فريقان كبيران ، حكما على الهند أيا ما غير يسيرة ، هما المسلمون والهندوس ، وكان كل منهما يود سيطرته على الهند ، ولما رأى رئيس الهندوس غاندى نفرة المسلمين ضد الإنجليز ، إغتنم هذه الفرصة وأعلن " بحركة ترك الموالات " ليأخذ القوة من المسلمين ضد الإنجليز، وذلك فى سنه ١٩٢٠م وبعينه أراد بعض القواد من المسلمين ما آراد غاندى ، وكان من نتيجته مقارنة " حركة الخلافة " ( التى كانت حركة المسلمين) مع "حركة ترك الموالات" ونشأت من هذا كله مشكلة شرعية ، وهى أن المسلمين وإن قاطعوا الإنجليز ولكنهم والو الهندوس ، بل قيدوا أنفسهم مع الهندوس فى سلسلة المواخاة والمودة ، وأول من جهر بتحريم هذه الصورة هو شيخنا أحمد رضا فإنه خالف " حركة ترك الموالات " بشكلها الخاصة ، والذين كانوا فى طليعة هذه الحركة إتهموه بمودة الإنجليز والحال إنه أكبر اعداء الإنجليز فى الواقع كما سنوضح بعد، وهذه الحركة كانت بعينها كتلك الحركة التى كانت فى عهد الملك " أكبر " ( ٩٦٣هـ - ١٠١٤هـ ) فقام ضدها الشيخ أحمد سرهندى ( متوفى ١٠٣٤هـ ) المجدد للألف

الثانى، ألذى يقول فيه شاعر المشرق علامه اقبال رحمه الله

وه هند ميں سرمايهٔ ملت كا نگهبان
الله نے بروقت كيا جس كو خبردار

ولما أنشئت تلك الحركـــة الأكبريه ( توحيد الأديان ) بهيئة جديدة قام لتدميرها وتدحيضها أحمد آخر ، وهو أحمد رضا ، رحمه الله ، فدمرها بفضل الله وكرمه تدميرا

خضوع بعض العلماء للإنجليز وخشوعهم للهندوس :

ومع الأسف لابدلى أن أذكر موجزاً الجو الذى عمل فيه الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله عمله التجديدى ، وقلت " مع الأسف " لأن هذه التذكرة تسفر القناع عن بعض وجوه الأعيان ، ومعهذا لا قبل ولا قدرة لنا على تغيير مسجلات التاريخ .

تفرق أتباع الشيخ إمداد الله مهاجر مكى فى فرقتين عند الثورة الهنديه سنـ ١٨٥٧م وهذا الإفتراق وقع فى مسئلة نصرة ملك دهلى ، فانتخبت فرقة مركزها على كره ( مدينة فى هند ) وأخرى ديوبند ( ١ ) أما اصحاب ديوبند فهـــم ساعدوا فى ثورة سنه ١٩٥٧م الإنجليز بل بعضهم قاتلوا مع المسلمين ( ٢ ) والشيخ رشيـــد أحمد جنجوهى لما

---

( ١ ) الشيخ عبيد الله السندى ـ الشاه ولى الله وحركته السياسية ص ـ ١١١ .

( ٢ ) تذكرة الرشيد ، المجلد الأول ـ ص ـ ٧٥ .

أخذ فى قضية البغى ضد الإنجليز قال واضحا " إنى فى الواقع مطيع للحكومة ( الإنجليزيه ) لذا لا تضرنى تهمة شيئاً ، ولو قتلت فالحكومة ولية الأمر تفعل ما تشاء (١) .

وقال بعض العلماء إن الهند دار الحرب والمسلمين مستأمنون فيها ، وعلى هذا الأساس لا يجوز لهم الجهاد ، كما قالت الشيعة (٢) وقال بعضهم إن الهند دار السلام فلا يجوز فيها الجهاد ، وكانت الحال لسيطرة الحكومة الإنجليزية أن أكثر الناس أطاعوها، كما يقول الفر دلائل " إن الجمعيات الهندية كلها مع اختلافها فى بعض الأمور متحدة القلوب فى اطاعة تاج بريطانيه اطاعة كاملة (٣) .

وبعد الحرب العلمى الأولى بدأت حركة الخلافة وفى تلك الآونة بدأت حركة ترك الموالاة على إشارة غاندى ، واتحدت هاتان الحركتان لمخالفة الإنجليز مع الموالاة فيما بينهما ، أى بين المسلمين والهندوس ، ومن هنا نشاء تصور القومية الوطنية ، وقالوا إن المسلمين والهندوس قوم واحد لأنهم يسكنون فى وطن واحد ، ومع الأسف قبل هذا

---

(١) تذكرة الرشيد المجلد الأول ص - ٨٠ .

(٢) هذا ما قاله ڈبليو ڈبليو هنٹر فى كتابه - مسلمو هند ص - ١٧٤ - ١٨٥ .

(٣) سر الفر ڈلائل - عروج وسعة للمملكة الهندية - طبع حيدر دكن آباد ١٩٣٣م ص ٣٦٩ .

التصور بعض أكابر علماء الهند ، وفى بعضهم يقول علامه إقبال رحمه الله .

عجم هنوز نداند رموز دين ورنه ........
ز ديوبند حسين احمد اين چه بو العجبى است
سرود برسر منبر كه ملت از وطن است
چه بے خبر ز مقام محمد عربى است
به مصطفى برسان خويش را كه دين همه اوست
گر باو نه رسيدى تمام بولهبى است (١)

يعنى إن العجم لم يقفوا على رموز الدين حتى الآن ، والعجب كل العجب أن حسين أحمد الديوبندى يقول على المنبر إن القوم يتشكل بالوطن ، ما أجهله عن مكانة المصطفى ﷺ ، الدين كله فى حب الرسول ﷺ ومن لم يحبه فهو أبو لهب ، أى لابد للمسلم أن يجعل مركز المحبة محمداً ﷺ لا الوطن واللغة والنسب والحسب وغيرها ؛ كما يقول العلامه فى شعر آخر .

نهيں وجود حدود وثغور سے اسكا
محمد عربى سے ہے عالم عربى

وحضر مولينا محمد على جوهر ومولينا شوكت على فى خدمة الشيخ احمد رضا رحمه الله ودعاه إلى " حركة ترك الموالات " فاجاب

---

(١) كليات إقبال ، طبع دهلى ص - ٣٥٢ .

الشيخ بقوله " مولينا ! فرق عظيم بين سياستكم وسياستى ، أنتم حماة إتحاد المسلمين والهندوس وأنا ضد هذا الأتحاد، ولما سمعا هذه الإجابة الواضحة وجدا فى نفسها شيئاً ، وتطييبا لقلوبهم قال الشيخ ! " مولينا ! إنى لا أخالف حرية الوطن بل إنى أخالف إتحاد المسلمين والهندوس " ( ١ ) .

وقد استفتى الشيخ بعض الناس عن ترك الموالات ( ١٣٣٩هـ ١٩٢٠م ) فأجاب الشيخ جوابا مدللا بدلائل قاطعة ، وطبع هذا الجواب باسم " المحجة المؤتمة فى آية الممتحنة " ( ١٣٣٩هـ/١٩٢٠م ) وأريد أن أذكر فكرة الشيخ فى ضوء هذا الكتاب .

سأله مولوى حاكم على برفسور كلية إسلاميه لاهور ( ١٤ صفر ١٣٣٩هـ ) وخلاصة سؤاله كالآتى :-

" قال مولينا أبو الكلام آزاد فى جلسة الشورى العموميه لكلية إسلاميه فى لاهور ( ٢٠ اكتوبر ١٩٢٠م ) لا بدلنا من رد المبالغ الإمداديه من حكومة بريطانيه لتحقق ترك الموالاة ، وتفرز الكلية عن الجامعة ، وكان قول أبى الكلام موجبا لإثارة الغضب فى شركاء الجلسة ، فسأل مولوى حاكم على من الشيخ احمد رضا خان عن قول أبى الكلام ، هل يصح قوله أم لا ؟ وما حكم هذه المبالغ ؟ وقبول

---

( ١ ) پاشا بيگم - الخدمات السياسة والدينيه للشيخ احمد رضا ، عرفات لاهور ، ابريل ١٩٧٠م - ص ٦٥ .

وبرفسور محمد مسعود احمد : فاضل بريلوى اور ترك موالاة .

والدكتور اشتياق حسين قريشى . العماء فى السياسة ( بلغة انجليزيه ) طبع معارف بستد كراتشى - ص ٣٦٤ .

والمشركين وبين محملها ، يقول ، والإستعانة على أحوال ثلاث .

١ـ إلتجاء : أن تلجئ الجماعة القليلة الضعيفة العاجزة إلى الجماعة الكثيرة القوية ، لحل مشاكلها ، وهذا يرادف الأنقياد الكلى بالبداهة فكيف يجوز (١) .

الإعتماد ـ أن يستعينوا مع امثالهم فى العدد والقوة ، ويوالوهم، لحصول العزة والغلبة ، وهذا لا يتصور من عاقل أن يستعين باعدائه (٢) .

الإستخدام ـ أن يكون الكافر مغلوبا ، لا يقدر على ايصال الضرر ، بل يكون ناصحاً لنا خوفاً وطمعا (٣) .

ثم يقول الشيخ واضحا :

الموالاة حرام مطلقا مع كل مشرك ، لو كان ذميا مطيعا وخاضعا للإسلام ، ولو كان، إبنا، أباً ، أخا أو قريباً عزيزا (٤) .

وكان بعض العلماء حينئذاك يجوزون المعاملة والموالاة بل يحسنونها مع الكفار ومشركى الهند ، حينما يحرمون مجرد المعاملة مع الأنجليز

---

(١) أوراق گم گشتة ـ ٢٧٩ .

(٢) أيضاً ـ ٢٨٠ .

(٣) أيضاً ص ٢٨٠ .

(٤) أيضاً ص ٢٣٧ .

حراما قطعيا ، بل قال مولانا شوكت علي من أرضى الهنود فقد أرضى الله ، معاذ الله قال مولانا ظفر الملك لو لم تختم النبوة لكان مهاتما گاندهي نبياً وقال مولانا عبد البارى إنى جعلته ( غاندى ) هاديالى أطيعه فى جميع ما يقول ، وحالى الآن مصداق قول الشاعر :

عمرے كه بآيات وأحاديث گذشت
رفتى ونثار بت پرستى كردى

يعنى إنى فديت عمرى الذى قضيت مع القرآن والأحاديث على رجل وثنى ، وقال محمد على جوهر " إنى أعتقد إتباع گاندهى لازماً علىّ بعد إتباع رسول الله ﷺ

ولم يكتف هؤلاء على الأقوال المذكورة بل جاؤا بشردها نند ( الهندو ) على منبر جامع دهلى لخطاب ، ووضعوا القرآن الكريم وگيتا ( الكتاب المقدس عند الهندوس ) فى عجلة واحدة وأخرجوا جلوسها معا ، وبعضهم اختاروا شعائر الهندوس.

قضية قربان البقرة :

كما يعلم قراءنا الكرام أن الهنود يعظمون البقرة بل يعبدونها ، ومنذ قديم لا يزال مسلمو الهند فى معركة وقتال مع الهنود فى قضية قربان البقرة وذبحها، وعلى هذه القضية تهيج الحروب بينهم من حين إلى حين ، حتى الآن ، وجلال الدين أكبر منع ذبح البقرة فى القرن العاشر الهجرى ، وقدر التعزيرات الكبيرة للذين يذبحون البقرة ويخالفون أمره ( ١ ) .

---

( ١ ) من أراد البسط فليراجع إلى " آئين أكبرى " لأبى الفضل ، ومنتخب التواريخ لعبد القادر البدايونى، و " منتخب اللباب " وغيرها من كتب التاريخ .

وجاهد ضد هذا الحكم المجدد للألف الثانى ، وحينما فتح كانگره، ذبح الشيخ أحمد المجدد السرهندى البقرة بيده فى الحصن بين يدى جهان گير ، وبهذا أحيى شعار المسلمين .

وبعينه بدأت تلك القضية فى عهد الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله وكان من أمرها أن پنڈت مدن موهن مالوى قال فى جلسة كانفرس فى دلهى ( ديسمبر ١٩١٨م ) على المسلمين أن يتركوا ذبح البقرة تطييبا لقلوب الهنود ويمدوا أليهم يد المواخاة والمودة .

وبعد هذا أعلنت " مسلم ليگ ( فى ديسمبر ١٩١٩م ) بمساعى الدكتور مختار أحمد أنصارى والطبيب أجمل خان أن على المسلمين أن يحترموا عواطف الهنود ، ويتركوا قربان البقرة البتة .

وخالف هذا القرار الشيخ عبد القادر البدايونى ( وهو من مخلص أحباء الشيخ أحمد رضا خان رحمه الله ) وكتب جوابه باسم " الرسالة المفتوحة على اتحاد المسلمين والهندوس إلى مهاتما گاندى " وقد طبع هذا الجواب فى ديسمبر ١٩٢٥م من على كره ( هند ) .

وقدم إلى الشيخ أحمد رضا سؤال متعلق بقربان البقر فى سنة ١٣٠٠هـ فاجاب الشيخ بجواب مدلل من الدلائل الشرعية وسماه ، " أنفس الفكر فى قربان البقر " (١) ملخصه قربان البقر من شعائر الإسلام قال تعالى ، والبدن جعلناها لكم من شعائر الله ، لا يجوز للمسلمين أن يشاركوا مع المشركين فى منع ذبح البقر ،

قطعات الى حضرة حاتم الزمان الفاضل حسين حلمي بن سعيد استانبولي من

الفقير ابي محمد الويلتوري المليباري عفي عنهما الباري

أملجاء حلمي يا حسين عليكم — سلام من الله الكريم برحمة

أقمت علوم الدين أعليت صوته — بإقماع بدعات وإحياء سنة

فكم من علوم قد نشرت طباعها — تداركها قد كان قرب اليأسة

فأنفقت فيها المال تبرا ودرهما — تزيد على قنطار ياقوت درة

ولا غرو فيها حيث تجزى بنية — قد ابتاع رب منك كلا بجنة

روى قول ملك أعط خلفا لمنفق — وفاستبشروا بالبيع جاء بآية

إلينا أتى منكم رسائل جمة — بغير حساب نسخة بعد نسخة

فيا شيخنا هذا كتاب هداية — لمن وفق الهادي صراط استقامة

فلا تجعلنها يا ملاذي كعظمة الـ — ـمناجاة مردودا إلينا بخيبة

على صنعكم جازى الإله بجنة — ويجمعنا فيها بأهل النبوة

تمت .

Bava Musliar

Mudarris Valavannur

Juma masjid Kerala

KALPAKANCHERI

INDIA

عالمگیر اسلامی تنظیم الدعوة الإسلامية العالمية فرع آزاد كشمير (پاكستان)
(دی ورلڈ اسلامک مشن) آزاد کشمیر برانچ - جامع مسجد مدینہ سیکٹر سی ٹو میرپور آزاد کشمیر پاکستان

THE WORLD ISLAMIC MISSION
(An International Religious Organisation) Central Office:- (U.K.)
Azad Kashmir Branch; Jamia Masjid Madina - Sector C/2 Mirpur A.K. Pakistan

الدعوة الإسلامية العالمية تندد برأي سعد الحصين في إزالة القبة الخضراء

عُقِدَتْ حفلةٌ بِبَلْدةِ ميرفور آزاد كشمير (باكستان) من فرع "الدعوة الإسلامية العالمية" بعد أن نشر رأي سعد الحصين في المجلة "الدعوة" لإزالة القبة الخضراء.

وكان العلامة محمد البشير رئيسا للحفلة.

اجتمع فيها أعضاء اللجنة من أنحاء آزاد كشمير وحضرها عدد كبير من السامعين وخاطب فيها الأعضاء موضحين أهمية إبقاء القبة الخضراء التي قرة عيون المؤمنين في العالم كله الذين يجدون زيارة القبة الخضراء وسيلة لنجاتهم لقول الرسول صلى الله عليه وسلم "من زار قبري وجبت له شفاعتي" وهذا الرأي المذموم لسعد أكبر الفتن، وخدعة عظمى ومكر خفي لأعداء الإسلام - هل يمكن أن يكون هذا الرأي القبيح لمحب للإسلام؟ من ليسعى لإزالة شعائر الله!؟ - لا والله بل يمكن أن تكون الأيادي الخفية والقوى الصهيونية تعمل خلف هذا الرأي الشنيع. لا كذب إن نقل أن إخراج جثث الأصحاب وجنازة السيد عبد الله أب الرسول (عليه السلام ورضوان الله عليهم)، سبب للاجتراء على الرأي لإزالة القبة الخضراء - هذه فتنة عظيمة لا خير فيها إلا أن تدفن.

يجب على المملكة السعودية العربية أن تشرح الوجوه المكنة التي تلعب وتداعب مداعبة كريهة بقلوب المسلمين المملوءة بحب الرسول وبحب قبته الخضراء لأجله عليه السلام. لا شك فيه أننا نحب العرب للحرمين الشريفين ولو لم يكن احترامهما فكيف تبقى المحبة لهم في قلوبنا.

ونحن نلتمس البلاد الإسلامية العالمية أن تخبر المملكة السعودية العربية بهذه الحدثة العظيمة وتسعى أن تدفن هذه الحيلة المذمومة في التراب.

والسلام

١٥ ربيع الآخر ١٣٩٨
٢٤ مارس ١٩٧٨

(أعضاء فرع "الدعوة الإسلامية العالمية" بآزاد كشمير ميرفور)
MIRPUR-A.K. PAKISTAN

هذان الكتابان (المدارج السنية) و (العقائد الصحيحة في ترديد الوهابية النجدية) يوضحان أن قراءة الصلوات على رسولنا محمد «صلى الله عليه وسلم» ثواب عظيم و أن الاسقاط والدور لازم كي يعفوا لمن مات وعليه عبادة ناقصة و حقوق للعباد و أن أرواح الأنبياء والشهداء والاولياء مطلعون على أمور الدنيا بعد موتهم و أن الله تعالى يرحم الأحياء بشفاعتهم وكذلك يشرحان كيفية الدعاء وأعمال الخيرات والحسنات للاموات كلاالكتابين في اللغة العربية مع اردو وترجمة

المكتبة الحقيقة

These books, **Madârijussaniyya, Al-aqaid-us-sahiha fi tardid-il-wahhabiyyat-in-Najdiyya,** inform that it is very thawâb to say the salawât for our Prophet, that it is necessary to perform dawr and isqât for a deceased person so that his sins pertaining to worships and to hte rights of creatures will be pardoned, that the souls of martyrs and the Awliyâ are aware of the world after their death, that through their intercession Allahu ta'âlâ will show mercy to the living, and teaches how to do prayers and pious and charitable deeds for the dead. Both of these books, in Arabic, also contain their Urdu translations.

**HAKÎKAT KİTABEVİ**

İş bu (Medaricüssenîyye) ve (El-akaid-üs-sahîha fi-terdîd-il-vehhâbıyyet-in Necdiyye) kitablarında, Peygamberimize salavat okumanın çok sevab olduğu ve vefat eden kimsenin ibadetlerindeki kusurlarını ve kul haklarını af'vvettirmek için devir ve iskat yapmak lâzım olduğu ve Peygamberlerle şehitler ve evliyanın öldükden sonra ruhlarının dünyadan haberdar oldukları ve bunların şefaatiyle Allahü teâlânın dirilere merhamet edeceği ve ölüler için nasıl düâ ve hayrat ve hasenât yapılacağı bildirilmekdedir. Her iki kitap arapça olup, Urdu diline tercemeleri dahi vardır. İçinde osmanlıca yazı hiç yoktur.

HAKÎKAT KİTABEVİ